

سیکوں پر اشعار

ہائیکو فن نگار فضل الرحمن

سید نور محمد اکیلووی



خدا بخش اور پینٹل پبلک لائبریری، بیٹنہ

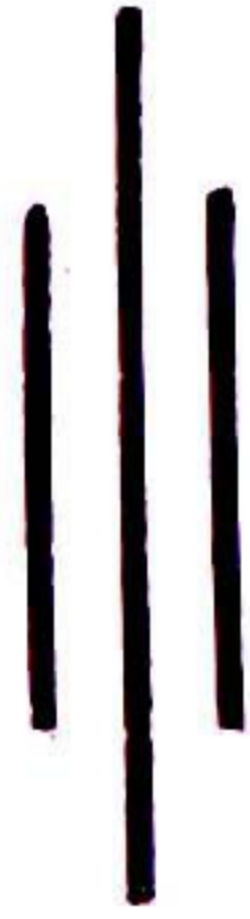
**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



ما انکب منکام فکان الثمن

سیکوں پر اشعار



سید نور محمد راکیلوی



خدا بخش اورینٹل پبلیک لائبریری، پٹنہ

نام کتاب: سکوں پر اشعار

نام مصنف: سید نور محمد اکیلوی

سرورق: غوث محمد

کتابت: سید محمود سلیم اور سید صفدر مہدی

تقسیم کلا: مکتبہ جامعہ ملیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ ملیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ ملیہ، اردو بازار، دہلی - ۱۱۰۰۰۶

مکتبہ جامعہ ملیہ، پرنس ہڈنگ، بمبئی - ۴۰۰۰۰۳

مکتبہ جامعہ ملیہ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگرہ - ۲۰۲۰۰۲

136363

دیگر زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے کی طباعت و اشاعت کے جملہ حقوق مصنف نے اپنے لڑکوں سید
غازی الدین محمد اکیلوی اور سید علی الدین محمد اکیلوی کے نام دائمی طور پر محفوظ کر دیے ہیں۔

اشاعت: ۱۹۹۳ء

قیمت: = 175 روپے

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز) مکتبہ جامعہ ملیہ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی

حک فی چند

اکیلوئی صاحب نے بڑی محنت اور محبت سے
یہ کام محض فی سبیل العلم انجام دیا ہے۔ خود بھی خوش گو
شاعر ہیں، محقق ہیں، سخن فہم ہیں، اس لیے اس موضوع پر کام
کرنے کا حق پہنچتا ہے انھیں۔ خدا کرے یہ ہماری طرح
آپ کو بھی پسند آئے۔

— ع. ر. ب.

مشمولات

صفحات	صراحت	نشان سلسلہ
۱ - ب	فہرست مضامین	۱
ج - ح	فہرست اشعار	۲
۱۹۱	متن	۳
۲۱۸ - ۱۹۲	فہرست مآخذ اشعار	۴
۲۲۷ - ۲۱۹	فہرست مآخذ متن	۵
۲۳۰ - ۲۲۸	فہرست تصاویر و رسکچرات (لوحہ ۱ - ۱۱)	۶

فہرست مضامین

نشان سلسلہ	مضمون	صفحات
۱.	انتساب	ط
۲.	اظہار تشکر	ی
۳.	حرف آغاز	۲۰-۱
۴.	تہیہ	۱۱-۵
۵.	سختے پڑھنا	۱۸-۱۲
۶.	غیر معمولی سائز اور وزن کے عظیم الشان نکتے	۲۰-۱۹
۷.	سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار	۲۶-۳۱
۸.	سکوں پر عربی زبان کے اشعار	۲۲-۳۷
۹.	سکوں پر فارسی زبان کے اشعار کا پس منظر	۲۶-۲۳
۱۰.	سلاطین گجرات کے سکوں پر فارسی اشعار	۵۱-۴۷
۱۱.	سلاطین کشمیر کے سکوں پر فارسی اشعار	۵۵-۵۲
۱۲.	عادل شاہی حکمرانوں کے سکوں پر اشعار	۵۹-۵۶
۱۳.	قطب شاہی حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر	۶۱-۶۰

صفحات	مضمون	نشان سلسلہ
۱۰۷ - ۴۲	سلاطین مغلیہ کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۱۳
۱۱۵ - ۱۰۸	سلطنت خدا داد میسور کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۱۵
۱۱۷ - ۱۱۴	نوابان اودھ کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۱۴
	متفرقات	
۱۱۹ - ۱۱۸	کامروپ کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۱۷
۱۲۰ - ۱۱۹	سکھ حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۱۸
۱۲۰	کشمیر کے ڈوگر حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر	- ۱۹
۱۲۱ - ۱۲۰	روسائے ٹونک کے سکوں پر فارسی شعر	- ۲۰
۱۲۱	راجگان جودھپور کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۱
۱۲۳ - ۱۲۲	اندور کے سکوں پر فارسی شعر	- ۲۲
	ایران	
۱۲۷ - ۱۲۴	صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۳
۱۲۸	خاندان افغانہ کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۳
۱۳۰ - ۱۲۹	افشاری خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۵
۱۳۱	زند خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۴
۱۳۲	قاجار حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۷
	افغانستان	
۱۳۷ - ۱۳۳	دُرّانی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۸
۱۳۹ - ۱۳۸	بارق زانی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	- ۲۹
۱۴۰	خانان خوقند کے سکوں پر فارسی شعر	- ۳۰

فہرست اشعار

نشان سلسلہ	نام حکمران	صفحات
	سنکرت	
۱	سمدراگپت	۱۴۳
۲	کاچاگپتا	ایضاً
۳	چندراگپت ثانی	۱۴۳ - ۱۴۴
۴	کماراگپتا	۱۴۳
۵	اسکندگپتا	ایضاً
	عربی	
۶	بارون الرشید عباسی	۱۴۵
۷	زیادۃ اللہ ثالث اعلیٰ	۱۴۵ - ۱۴۶
۸	فخر الدولہ بوسنی	۱۴۶
۹	اسمعیل اول صفوی	۱۴۷
	فارسی	
۱۰	سلطان محمد شاہ ثانی	۱۴۸
۱۱	سلطان بہادر شاہ	ایضاً

صفحات	نام حکمران	نشان سلسلہ
۱۳۸	حسن شاہ	- ۱۲
ایضاً	فتح شاہ	- ۱۳
ایضاً	ابراہیم عادل شاہ ثانی	- ۱۴
۱۳۹	محمد عادل شاہ	- ۱۵
ایضاً	محمد قلی قطب شاہ	- ۱۶
۱۵۱-۱۵۰	شہنشاہ اکبر	- ۱۷
۱۵۹-۱۵۲	شہنشاہ جہانگیر	- ۱۸
۱۴۱-۱۴۰	شہنشاہ شاہ جہاں	- ۱۹
۱۴۱	مراد بخش	- ۲۰
۱۴۲-۱۴۱	شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر	- ۲۱
۱۴۲	اعظم شاہ	- ۲۲
ایضاً	کام بخش	- ۲۳
۱۴۳-۱۴۲	شاہ عالم بہادر شاہ	- ۲۴
۱۴۳	عظیم الشان	- ۲۵
۱۴۴-۱۴۳	جہاندار شاہ	- ۲۶
۱۴۴	فرخ سیر	- ۲۷
۱۴۵-۱۴۴	رفیع الدرجات	- ۲۸
۱۴۵	رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی	- ۲۹
ایضاً	نیکوسیر	- ۳۰
۱۴۶	محمد ابراہیم	- ۳۱

صفحات	نام حکمران	نشان سلسلہ
۱۶۶	محمد شاہ	.۳۲
ایضاً	احمد شاہ	.۳۳
۱۶۶-۱۶۷	عزیز الدین عالم گیر ثانی	.۳۴
۱۶۷	شاہ عالم ثانی	.۳۵
۱۶۸-۱۶۷	بیدار بخت	.۳۶
۱۶۸	اکبر ثانی	.۳۷
۱۶۹-۱۶۸	بہادر شاہ ظفر	.۳۸
۱۷۰	شیو سلطان	.۳۹
ایضاً	غازی الدین حیدر	.۴۰
۱۷۱-۱۷۰	نصیر الدین حیدر	.۴۱
۱۷۱	محمد علی شاہ	.۴۲
ایضاً	امجد علی شاہ	.۴۳
ایضاً	واجد علی شاہ	.۴۴
۱۷۲-۱۷۱	رمضان علی شاہ برہیس قدر	.۴۵
۱۷۲	رانی پرمتیشوری	.۴۶
ایضاً	راجیشور اسمہا	.۴۷
ایضاً	بانڈہ سنگھ	.۴۸
۱۷۳	جٹا سنگھ	.۴۹
ایضاً	رنجیت سنگھ	.۵۰
ایضاً	رنجیت دیو	.۵۱

صفحات	نام حکمران	نشان سلسلہ
	ابراہیم علی خاں	۵۲
۱۷۳	تخت سنگھ	۵۳
ایضاً	جسونت سنگھ	۵۴
۱۷۴	جسونت سنگھ (اندور)	۵۵
ایضاً	اسمعیل شاہ ثانی	۵۶
ایضاً	محمد خدابخزہ	۵۷
ایضاً	عباس اول	۵۸
ایضاً	صفی اول	۵۹
۱۷۵	عباس ثانی	۶۰
ایضاً	سلیمان اول (صفی ثانی)	۶۱
۱۷۶-۱۷۷	حسین اول	۶۲
۱۷۶	طہماسپ ثانی	۶۳
۱۷۷-۱۷۸	احمد صفوی	۶۴
۱۷۷	عباس ثالث	۶۵
ایضاً	سام صفوی	۶۶
ایضاً	سلیمان ثانی	۶۷
ایضاً	حسین ثانی	۶۸
۱۷۸	محمد صفوی	۶۹
ایضاً	میرادیس	۷۰
۱۷۹	میر محمود	۷۱
ایضاً		

صفحات	نام حکمران	نشانِ سلسلہ
۱۸۰	میر اشرف	.۷۲
ایضاً	آزاد خاں باغی	.۷۳
۱۸۱	نادر شاہ افشاری	.۷۴
۱۸۲	عادل شاہ افشاری	.۷۵
ایضاً	ابراہیم شاہ افشاری	.۷۶
۱۸۳-۱۸۴	شاہ رخ افشاری	.۷۷
۱۸۳	کریم خاں زند	.۷۸
۱۸۴	محمد حسن قاجار	.۷۹
ایضاً	آقا محمد قاجار	.۸۰
۱۸۵	فتح علی شاہ قاجار	.۸۱
ایضاً	محمد حسن خاں سالار	.۸۲
ایضاً	ناصر الدین شاہ قاجار	.۸۳
۱۸۶	احمد شاہ درّانی	.۸۴
ایضاً	سلیمان شاہ درّانی	.۸۵
ایضاً	تمپور شاہ درّانی	.۸۶
۱۸۷	ہمایوں شاہ درّانی	.۸۷
ایضاً	زماں شاہ درّانی	.۸۸
ایضاً	محمود شاہ درّانی	.۸۹
۱۸۸	شاہ شجاع درّانی	.۹۰
ایضاً	قیصر شاہ درّانی	.۹۱

صفحات	نام حکمران	نشان سلسلہ
۱۸۹	نور الدین شاہ ڈرانی	۹۲-
ایضاً	ایوب شاہ ڈرانی	۹۳-
ایضاً	کامران شاہ ڈرانی	۹۴-
ایضاً	شہ پور شاہ ڈرانی	۹۵-
۱۹۰	امیر دوست محمد	۹۶-
۱۹۰-۱۹۱	امیر شیر علی	۹۷-
۱۹۱	امیر محمد افضل	۹۸-
ایضاً	امیر محمد اعظم	۹۹-
ایضاً	محمد جان باغی	۱۰۰-
ایضاً	محمد علی	۱۰۱-

انتساب

اس کتاب کو میں جامعہ عثمانیہ میں ادبیاتِ انگریزی کے سابق پروفیسر ای۔ای۔ اسپیٹ کے نام سے معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا ہوں جنہوں نے مسکوکاتِ قدیمہ سے میری دلچسپی کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا اور میری ہمت افزائی فرماتے رہے۔

اظہارِ شکر

میں جناب ریاضت حسین ارسطو صاحب کا احسان مند ہوں جنہوں نے پورے خلوص اور محبت کے ساتھ میرے لیے وہ تمام سہولتیں فراہم کیں جو اس کتاب کی ترتیب و تکمیل کے لیے ضروری تھیں۔

حرفِ آغاز

زمانہ طالبِ علمی ہی سے مجھے قدیم سکے جمع کرنے کا شوق تھا۔ حیدرآباد میں عام طور سے قطب شاہی اور بہمنی بادشاہوں کے سکے دستیاب ہوا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی برید شاہی، عادل شاہی اور نظام شاہی حکمرانوں کے سکے بھی مل جاتے ہیں۔ مجھے بھی اب تدار میں یہی سکے ملے۔ سکے پڑھنا ایک دشوار امر ہے لیکن میں نے اپنے اساتذہ کی مدد سے بعض صاف اور آسان عبارت والے سکے پڑھنا سیکھ لیا تھا اور اپنے محدود ذخیرے کی ایک فہرست بنالی تھی۔

ہائی اسکول سے فارغ ہو کر میں نے جب عثمانیہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو وہاں میری ملاقات ادبیاتِ انگریزی کے ایک پروفیسر ای۔ای۔ اسپٹ سے ہوئی۔ انہیں بھی قدیم سکے جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ سکوں کے تعلق سے کافی معلومات بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے سکے دکھلائے اور میرے سکے بھی دیکھے۔ مجھے یونیورسٹی کی لائبریری میں سکوں کے چند کیٹیلاگ بھی ملے جن کے دیکھنے سے میری معلومات میں کچھ اضافہ ہوا۔ پروفیسر اسپٹ بھی اس سلسلے میں میری رہنمائی کرتے تھے۔ اسی دوران مجھے کچھ اور سکے ملے جن میں سے بعض سکوں کا پڑھنا میرے لیے دشوار تھا کیوں کہ ان پر کچھ ایسی عبارت تھی جو میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسی لیے میں نے وہ سکے پروفیسر اسپٹ کو

دکھلائے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے سکے ہیں اور ان پر ایک فارسی شعر درج ہے۔ یہ میرے لیے ایک حیرت انگیز انکشاف تھا۔ مجھے اس وقت تک علم ہی نہ تھا کہ سکوں پر شعر بھی درج ہوتے ہیں۔

اس دریافت کے بعد میں ایسے سکے جمع کرنے پر زیادہ توجہ دینے لگا جن پر اشعار درج ہوں۔ مجھے چند دن بعد محمد عادل شاہ والی بیجاپور کے سکے ملے جن پر شعر درج تھے پھر اورنگ زیب اور کام بخش کے سکے دستیاب ہوئے۔ رفتہ رفتہ میرے پاس بعض مغل سلاطین اور ٹیپو سلطان نیز گجرات کے حکمرانوں کے اشعار والے سکوں کی خاصی تعداد جمع ہوگئی لیکن مجھے کوئی ایسا کیٹیلاگ نہ مل سکا جس میں اشعار والے تمام سکے یکجا کر دیئے گئے ہوں۔ یہ کام متفرق کیٹیلاگوں میں بکھرا ہوا تھا اور کہیں کہیں تو میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ سکوں پر مندرجہ اشعار صحت کے ساتھ پڑھے بھی نہیں گئے ہیں اس لیے میں نے یہ طے کیا کہ اس مخصوص موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک پورا مواد جمع کر کے ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جس میں مختلف بادشاہوں کے سکوں پر پائے جانے والے تمام اشعار صحت کے ساتھ شایع کر دیئے جائیں۔

حسن اتفاق سے ۱۹۷۳ء میں میرے ہندوستان سے باہر جانے کا پروگرام بنا۔ راستے میں چند دن کابل اور تہران میں گزارنے تھے۔ میں نے ان مقامات پر بھی اپنے موضوع کے تعلق سے کچھ مواد فراہم کر لیا۔ لندن پہنچنے کے بعد تو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری کے بیش بہا ذخائر میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئے۔ لندن میں میرا قیام کسی قدر طویل رہا اور میں نے اپنی دیگر مصروفیات سے بچے ہوئے وقت میں اپنی تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا۔

لندن میں ۱۹۷۶ء میں ”ورلڈ آف اسلام فیسٹول“ کے انعقاد کی تیاریاں بڑے جوش و خروش سے ہو رہی تھیں۔ خصوصی نمائشوں کا اہتمام کیا جا رہا تھا کانفرنسیں ہونے والی تھیں اور سمینار منعقد کئے جا رہے تھے۔ انہی میں ایک سمینار اسلامی سکوں کے بارے میں بھی تھا۔ میں نے اس سمینار میں شرکت کی۔ اس میں شرکت سے مجھے

یورپ، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے بعض مشاہیر ماہرین مسکوکات قدیمہ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کا موقع مل سکا۔ ان میں سے ایک امریکی اسکالر نے میرے موضوع تحقیق سے بڑی دلچسپی لی اور مجھے مشورہ دیا کہ میں لندن یونیورسٹی کے ”اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز“ سے وابستہ ہو کر اپنے کام کو باقاعدگی کے ساتھ آگے بڑھاؤں چنانچہ انہوں نے اس اسکول کے رجسٹرار مسٹر بشپ سے میرا تعارف کراتے ہوئے ان سے خواہش کی کہ اپنے اسکول میں ایم۔ فل کے کورس میں میرے داخلے کے امکانات پر غور کریں۔ مسٹر بشپ نے بھی اس موضوع سے اپنی پوری دلچسپی ظاہر کی اور چند رسمی امور کی تکمیل کے بعد مجھے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں جزو وقتی طالب علم کی حیثیت سے تین سال کے لیے ایم۔ فل میں داخلہ دے دیا گیا۔

”اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز“ میں میرا کام متعلقہ شعبہ کے پروفیسر ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ ایچ بیوار کی نگرانی میں شروع ہوا۔ موصوف نے بھی سکول پر اشعار کے موضوع سے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور فرمایا کہ واقعتاً اب تک اس موضوع پر جامع طور سے کوئی کام نہیں ہوا ہے اور یہ کہ اس کام کی تکمیل سے انہیں توقع ہے کہ مسکوکات قدیمہ کے لٹریچر میں ایک مفید اضافہ ہوگا۔ ڈاکٹر بیوار کی رہنمائی میں میرا کام آگے بڑھتا رہا۔ انہوں نے مجھے لندن کی دو تین اہم لائبریریوں کی رکنیت حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور —

”رائل ایشیاٹک سوسائٹی“ سے بھی مجھے منسنگ کروادیا۔ ان اداروں کے ادبی سرمایہ سے استفادہ کر کے میں نے ایک سال کی مدت ہی میں اپنے موضوع سے متعلق تقریباً پورا خام مواد جمع کر لیا۔ ڈاکٹر بیوار ہر ہفتہ میرے کام کی پیش رفت پر نظر ڈالتے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔

سوئے اتفاق سے اسکول میں داخلے کے دوسرے ہی سال میری صحت اچانک خراب ہو گئی۔ دراصل انگلستان میں کئی سال کے قیام کی وجہ سے وہاں کی سرد اور مرطوب آب و ہوا کا مضر اثر آہستہ آہستہ میری صحت پر غیر محسوس طور سے پڑ رہا تھا اور بالآخر میں ۱۹۷۷ء میں آرٹھرٹس کے موذی مرض کا شکار ہو گیا۔ ابتدائی علاج کے بعد ڈاکٹروں

کے مشورے پر مجھے انگلستان کا قیام چھوڑ کر وطن واپس ہو جانا پڑا۔ اور میرا تحقیقی کام ادھورا رہ گیا۔

ادھر کچھ عرصے سے بعض احباب کا مسلسل یہ تقاضا رہا کہ میں اس کام کو اردو میں پایہ تکمیل تک پہنچا دوں کیوں کہ اس زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ مجھے احباب کا یہ اصرار یقیناً بڑی اہمیت کا حامل نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کی ترتیب و تسوید کا کام شروع کر دیا۔ اس کے انگریزی اور فارسی ایڈیشنوں کا کام بھی جاری ہے۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر اردو میں کام کرنے والے محققین کے لیے مفید اور باعث دلچسپی ثابت ہوگی۔

تاریخ کوئی جامد چیز نہیں جس کا ثبوت کسی ایک منزل پر ختم ہو جاتا ہو، بلکہ کاروانِ تحقیق آگے بڑھتا ہی رہتا ہے۔

تمہید

اگرچیکہ موضوع کتاب ”سکوں پر اشعار“ ہے لیکن اس کے تعارف سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سکوں کی ابتداء کے بارے میں مختصراً یہ بتلادیا جائے کہ کس دور میں اور کن حالات میں ان کی اجرائی عمل میں آئی تاکہ قارئین کے ذہن میں ایک ایسا پس منظر تیار ہو جائے جس کی مدد سے انھیں سکے سازی کے تدریجی ارتقا کی رفتار کو سمجھنے میں آسانی ہو اور موضوع کتاب کے تعلق سے ایک سازگار فضا تیار ہو جائے۔

مسکوکاتِ قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ سکوں کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ سکوں کے رواج پانے سے قبل تجارتی کاروبار اجناس کے تبادلے کے ذریعے انجام دیا جاتا تھا۔ قرآن کریم (سورہ یوسف) میں درہموں کا ضرور ذکر ملتا ہے مگر تا حال اس دور کے سکے دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ماہرین مسکوکاتِ قدیمہ نے حاصل شدہ مواد کی روشنی میں اتنا تو ضرور معلوم کر لیا ہے کہ سکوں کا رواج میلادِ مسیح سے سات آٹھ سو سال قبل شروع ہو گیا تھا۔ اس دور میں ہندوستان، چین، مصر اور لیبیا میں سکوں کا چلن پایا گیا ہے۔

ہندوستان میں ایسے ابتدائی سکے عموماً چاندی کے پتروں کے چھوٹے چھوٹے چوکور

ٹکڑے کاٹ کر بنائے جاتے تھے۔ یہ کام مقامی زرگروں (سُناروں) یا کاروباری اداروں کے سپرد تھا۔ ان پر کوئی تحریر نہیں ہوتی تھی البتہ اہل معاملہ کی طمانیت کے لیے بعد میں علاقے کے معتبر لوگ اپنی مہر توثیق کے طور پر کسی اوزار سے ان ٹکڑوں پر اپنے اپنے نشان لگانے لگے۔ انہی نشانات کی وجہ سے آگے چل کر انھیں پنچ مارک سکے کہا جانے لگا اور ہندوستان کے طول و عرض میں صدیوں تک ان سکوں کا چلن عام رہا۔

۳۲۶ قبل مسیح میں ہندوستان پر سکندر اعظم کے حملے کے نتیجے میں یہاں کے فنِ سکہ سازی کو بعض نئی جہتیں ملیں۔ یونانی اپنے سکے ڈائی کے ذریعے بناتے تھے ان پر دیویوں دیوتاؤں کی شبیہیں اتاری جاتی تھیں اور حکمرانوں کے نام بھی درج کئے جلتے تھے۔ سکندر اعظم کی واپسی کے بعد اس کے سپہ سالاروں اور ان کے جانشینوں نے ایک عرصہ تک ہندوستان کے شمال مغربی حصے پر اپنا تسلط قائم رکھا اور اپنے سکے چلاتے رہے۔ ان کے زوال کے بعد ساکاؤں اور پھر کشانوں کی حکومتیں ان علاقوں میں قائم ہوئیں۔ ان حکمرانوں نے یونانیوں کے سکوں کی تقلید میں اپنے سکے مضروب کروائے۔

ادھر دوآبہ گنگ و تبن اور ہندوستان کے مشرقی علاقے میں ۳۲۰ قبل مسیح سے ہی موریا سلطنت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے اپنے دور میں کوئی خالص سکے مضروب نہیں کروائے حتیٰ کہ اشوک اعظم جیسے نامور حکمران نے بھی پنچ مارک سکوں ہی کا چلن جاری رہنے دیا البتہ ان پر بدھ مذہب کے عقائد سے ماخوذ بعض علامات کا اضافہ کیا جن سے ان سکوں کی علیحدہ شناخت کی جاسکتی ہے۔

۱۸۴ قبل مسیح میں موریہ خاندان کے زوال کے بعد ان علاقوں میں کوئی مستحکم حکومت چار پانچ صدیوں تک قائم نہ ہو سکی تا آنکہ ۳۲۰ عیسوی میں گپتا خاندان نے عمانِ اقتدار سنبھالی۔ اس خاندان کے دوسرے حکمران سمدر گپتا کا دورِ حکومت (۶۳۲۶ تا ۶۳۷۵) ہر اعتبار سے بہت شاندار رہا ہے۔ اس نے نہ صرف اپنے حدودِ مملکت کی توسیع اور ان کے استحکام کی طرف توجہ دی بلکہ رعایا کی فلاح و بہبود کے ترقیاتی کاموں کے ساتھ ساتھ ادب، شاعری، موسیقی اور دیگر تمام فنونِ لطیفہ کی

سرپرستی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمدر اگپتا خود ایک اچھا شاعر بھی تھا اور اسی ذوق شعری کے نتیجے میں اس نے اپنے جشن اشوہ میدھ یگ کی تقاریب کے موقع پر وہ یادگار سکے مضروب کروائے جن پر دنیا میں پہلی بار منظوم عبارتیں درج کی گئیں۔ سمدر اگپتا کے بعض جانشینوں نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا لیکن اس خاندان کے زوال (۶۴۸۰ء) کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

ادھر آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں عرب و ہند کے تعلقات میں ایک نیا اور خوشگوار موڑ پیدا ہوا۔ ویسے تو ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات صدیوں پرانے تھے۔ عرب تاجر سمدری راستوں سے ہندوستان کی تجارتی اشیاء یمن اور شام لے جاتے جہاں سے انھیں یورپ کی تجارتی منڈیوں میں پہنچا دیا جاتا اور پھر انہی راستوں سے مغرب کا مال مشرق اور ہندوستان پہنچ جاتا تھا۔ لیکن عباسی خلفاء کے دور حکومت میں ہندوستان سے عربوں کے تہذیبی تعلقات بھی قائم ہوئے۔ بغداد میں ایک 'دارالحکمہ' قائم کیا گیا جہاں ہندوستان سے بلوے گئے پنڈت، وید اور فلسفی سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی مختلف علوم و فنون کی اہم کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کرنے پر مامور کئے گئے تھے۔ بغداد سے بعض علماء کو ہندوستان بھی بھیجا گیا جہاں انھوں نے اپنے ادبی اور تہذیبی سرمایہ کو سنسکرت زبان میں منتقل کیا۔ اس تہذیبی داد و ستد کے بڑے خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی دور میں عربوں نے اس بات سے بھی واقفیت حاصل کر لی کہ ہندوستان میں سکوں پر اشعار بھی درج کئے جاتے تھے چنانچہ مستند مورخین نے لکھا ہے کہ سکوں پر عربی اشعار کا اندراج سب سے پہلے ہارون الرشید (۶۷۸ء تا ۶۸۰ء) کے عہدِ خلافت میں ہوا۔ اس کے بعد ہمیں شمالی افریقہ کے حکمران زیادہ اللہ ثالث (۶۹۰ء) کے سکوں پر عربی اشعار ملتے ہیں۔ پھر اصفہان کے بونہی حکمران فخر الدولہ (۶۹۷ء تا ۶۹۹ء) کے دور میں عربی اشعار سکوں پر مضروب کئے گئے۔ عربی اشعار کے سکوں پر اندراج کی آخری مثال ہمیں شاہ اسمعیل صفوی (۱۵۰۲ء تا ۱۵۲۴ء) کے سکوں پر مشہور دعائے 'ناد علی' کی شکل میں ملتی ہے۔

عربوں کے زوال کے بعد ایران، خراساں اور ترکستان میں غیر عرب حکومتیں قائم ہو گئیں

ہندوستان پر بھی جن مسلم فاتحین نے حملے کئے تھے محمد بن قاسم کے سوا سب غیر عرب تھے اسی لیے ان تمام علاقوں میں فارسی شعر و ادب حکمرانوں کی سرپرستی میں خوب پھل پھول رہا تھا لیکن ابھی تک کسی حکمران کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ سکوں پر فارسی زبان کے اشعار بھی درج کئے جاسکتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فارسی شعر سب سے پہلے کسی ایرانی حکمران کے سکوں پر درج کیا جاتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امتیاز بھی ہندوستان ہی کے لیے مخصوص ہو چکا تھا۔ چنانچہ گجرات کے بادشاہ محمد شاہ ثانی (۶۱۴ تا ۶۱۵ء) نے سب سے پہلے اپنے سکوں پر فارسی شعر مضروب کروایا۔ اس کے بعد اسی خاندان کے ایک اور حکمران بہادر شاہ (۶۱۵ تا ۶۱۶ء) کے سکوں پر بھی ہمیں فارسی شعر ملتا ہے۔ ادھر کشمیر میں حسن شاہ اور فتح شاہ نے بھی اپنے سکوں پر فارسی شعر مضروب کروائے تھے۔

۶۱۵ء میں بابر نے دہلی کو فتح کر کے سلطنت مغلیہ کی بنا ڈالی۔ بابر ادب و شعر سے بھی بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اگر اس کو کچھ عرصے تک حکومت کرنے کا موقع ملتا تو شاید وہ اپنے سکوں پر فارسی اشعار درج کرواتا مگر بابر کو بالکل مہلت نہ ملی۔ اس نے بدخشاں، قندز، پورے افغانستان، پنجاب، دوآبہ گنگ و جمن سے بہارت تک اور جنوب میں راجپوتانہ پر مشتمل وسیع سلطنت چھوڑ کر ۶۱۵ء میں انتقال کیا۔ بابر کے بعد ہمایوں کی زندگی بھی عجیب کشمکش میں گزری۔ پہلے تو ہمایوں نے گجرات اور مالوہ کی متحدہ سلطنت کو فتح کرنے کی غرض سے گجرات کی طرف کوچ کیا۔ اور مانڈو، چانیر اور کھمبایت تک بہادر شاہ کا تعاقب کر کے اس کو پے در پے شکستیں دیں لیکن ہمایوں گجرات کو پوری طرح اپنے تسلط میں نہ لاپایا تھا کہ اس کو بنگال کی فوجوں کے ساتھ شیر خاں افغان کی پیش قدمی کی خبر ملی اور وہ اس کے مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔ اور ایک طویل جدوجہد کے بعد ۶۱۵ء میں ہمایوں کو پسا ہو کر سندھ میں پناہ لینی پڑی۔ اور دہلی پر شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

ہمایوں نے شیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ کے راستے ایران کا رخ کیا۔ اس کے ساتھ فوج کے ہزاروں سپاہی اور وفادار سردار ضرور تھے مگر وہ اس موقف میں نہ تھا کہ شیر شاہ سے مقابلہ کر کے دوبارہ دہلی کا تخت حاصل کر لے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایران کے

حکمران شاہ طہماسپ صفوی سے امداد لے کر پورے ساز و سامان کے ساتھ پٹھانوں کا مقابلہ کرے
ہمایوں اپنے اس منصوبے میں کامیاب ضرور ہوا مگر اس کو ایران پہنچتے پہنچتے کئی برس لگ گئے
ابھی وہ سندھ کے علاقے ہی میں تھا کہ اسے شیرشاہ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہ سندھ کے
ریگستان سے گزرتے ہوئے کوہ لہری کے دامن میں ایک پُر فضا مقام پر پہنچا۔ یہ مقام
ہمایوں کو بہت پسند آیا اور اس نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہ پنجشنبہ کا دن تھا اور رمضان
کی اٹھائیس تاریخ تھی۔ تمام اعیان دولت، سرداران لشکر اور سپاہیوں نے بھی اسی مقام پر
قیام کیا۔ دوسرے دن ہمایوں نے سب کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد ایک درباری شاعر
نے حسب ذیل قطعہ پیش کر کے گراں قدر انعام پایا۔

تا ہمایوں نام اور اسکے بردل نقش کرد
مہراز مہر شش دہان سکے پر زر می کند
منبری کز خطبہ القاب او زینت گرفت
مشتری گوہر نثار فرق منبری کند

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ قطعہ ہمایوں کے سکوں پر درج کیا گیا تھا یا نہیں کیوں کہ اس کے
ایسے سکے اب تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ہمایوں نے شاہ ایران کی امداد حاصل کرنے کے بعد
پھر ہندوستان کا رخ کیا اور ۱۵۵۵ء میں سوری خاندان کے حکمران سکندر شاہ کو شکست
دے کر دہلی کا تخت دوبارہ حاصل کر لیا۔ لیکن وہ اپنی بارہ سال کی جدوجہد کی تکمیل کا لطف
پوری طرح اٹھا بھی نہ سکا تھا کہ اچانک ایک بالاخانے کا زینہ ٹوٹ جانے کے حادثے میں
اس کا انتقال ہو گیا۔

ہمایوں کے بعد اکبر اعظم اس کا جانشین ہوا۔ یہ ہر اعتبار سے ایک بڑا ہی خوش قسمت
بادشاہ تھا۔ جہاں اس کو اپنے اولوالعزم باپ دادا سے ایک عظیم سلطنت ورثے میں ملی تھی،
وہیں اس نے شیرشاہ سوری جیسے مدبر حکمران کا قائم کردہ ایک مضبوط انتظامی ڈھانچہ بھی پایا

۱۵ تاریخ سندھ تصنیف محمد معصوم المتخلص بنامی ابن سید صفائی صفحہ ۱۱۵ فارسی قلمی انڈیا آفس لاٹری۔ لندن

تھا۔ اکبر نے ان دونوں نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ایک عظیم سلطنت کی بنیادیں ایک اور صدی کے لیے مستحکم کر دیں۔ اس عظیم حکمران نے نظم و نسق میں مفید اصلاحات کے ساتھ ساتھ مسکوکات کے باب میں بھی اپنی جدت طبع کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ اکبر نے اپنے دورِ حکومت میں بہت بڑے سائز کے شاندار سکے مضروب کروائے اور مغلیہ خاندان میں سکوں پر فارسی اشعار کے اندراج کا آغاز کیا جو اس خاندان کے آخری حکمران بہادر شاہ کے عہد تک برابر جاری رہا۔ بہادر شاہ کے سکوں پر فارسی اشعار کے علاوہ اردو اشعار کے اندراج کا ذکر بھی ملتا ہے۔

مغل اقتدار کے زوال پذیر ہو جانے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی پشت پناہی سے اودھ کے وزراء نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی اور اپنے سکے چلائے۔ ان سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ سکھوں نے بھی پنجاب میں اپنے اقتدار کے زمانے میں اپنے سکے مضروب کروائے جن پر فارسی اشعار درج تھے۔ بعض دیسی ریاستوں مثلاً جموں، جودھپور، ٹونک اور آسام کے بعض علاقوں کے حکمرانوں کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

دکن میں قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (۱۵۸۱ء تا ۱۶۱۱ء) اور محمد عادل شاہ والی بیجاپور (۱۶۲۶ء تا ۱۶۶۰ء) کے سکوں پر فارسی اشعار درج کئے گئے ہیں۔ البتہ ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور (۱۵۷۹ء تا ۱۶۲۶ء) کے سکوں پر ایک بیت بزبانِ دکنی بھی ملتی ہے۔ جنوبی ہند میں ٹیپو سلطان کے سکوں پر بھی فارسی اشعار مضروب ہوئے۔ ادھر ایران میں صفوی خاندان کے حکمران اسمعیل شاہ ثانی (۱۵۷۸ء تا ۱۵۸۷ء) کے عہدِ حکومت میں سکوں پر فارسی اشعار درج کرنے کا رواج شروع ہو گیا جو اس خاندان کے آخری حکمران عباس شاہ ثالث (۱۷۳۶ء) کے دور تک جاری رہا۔ ایران میں صفویوں کے علاوہ افغانہ (۱۷۲۲ء تا ۱۷۲۹ء) افشار (۱۷۳۶ء تا ۱۷۹۶ء) زند (۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء) اور قاجار (۱۷۷۹ء تا ۱۹۲۵ء) خاندانوں کے بعض حکمرانوں کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

۱۶۷۷ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد افغانوں نے احمد شاہ درانی کی قیادت میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی۔ اس حکمران نے ہندوستان پر بھی حملے کئے اور پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ درانی خاندان کے حکمرانوں نے بھی اپنے سکوں پر فارسی اشعار درج کروائے۔ درانیوں کے زوال کے بعد افغانستان میں برق زامی خاندان جو عام طور سے بارک زامی کہلاتا ہے برسرِ اقتدار آیا۔ اس خاندان کے بعض ابتدائی حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ کابل کے شمال مشرق میں ماوراء النہر کے علاقہ خوقند میں خانوں کی ایک حکومت ۱۷۰۰ء سے قائم تھی جس کا مستقر فرغانہ تھا۔ اس خاندان کے ایک حکمران محمد علی ۱۸۴۰ء کے سکوں پر بھی فارسی شعر درج تھا۔ اس تمہید میں ان حکمرانوں کا اجمالاً تذکرہ کیا گیا ہے جن کے سکوں پر اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان کے ضروری حالات اور سکوں پر مندرجہ اشعار کی تفصیلات کا ذکر آئندہ صفحات میں ملے گا۔



سکے پڑھنا

سکوں پر مندرجہ اشعار کے پڑھنے میں جو دشواریاں لاحق ہوتی ہیں ان کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً وہ مشکلات بیان کر دی جائیں جو عام سکوں کے پڑھنے میں پیش آتی ہیں۔ یوں تو آج کل سکوں کے متعدد کیٹیلاگ دستیاب ہوتے ہیں جن کی مدد سے سکوں کی شناخت میں سہولت ہوتی ہے لیکن ان سے استفادے کے لیے بھی سکوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات درکار ہوتی ہیں ورنہ غیر ضروری کیٹیلاگوں کی ورق گردانی میں تضيع وقت کا اندیشہ رہتا ہے۔ لہذا اسکے جمع کرنے والوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ جس خاص سکے کے بارے میں انہیں تفصیلات مطلوب ہیں وہ کس علاقے کا ہے، اس کا عہد کون سا ہے اور اس پر مندرجہ عبارت کی زبان کون سی ہے اور اس کا تعلق کس حکمران خاندان سے ہے۔ یہ باتیں معلوم ہو جانے کے بعد متعلقہ کیٹیلاگ سے باسانی مدد لی جاسکتی ہے۔

انیسویں صدی کے وسط سے سکوں پر تحقیقی کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ غیر منقسمہ ہندوستان کے سکوں پر بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جو مختلف عجائب خانوں میں محفوظ سکوں نیز خانگی ذخیروں کی فہرستوں پر مشتمل ہیں ان کے علاوہ نیومسمیاٹک سوسائٹیوں کے جرائد و رسائل میں بھی معلومات افزا مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اس پورے مواد سے خاطر خواہ استفادہ کیا جاسکتا ہے لیکن سکوں کے شائقین کو بنیادی طور پر ان چند

اُمور کو پیش نظر رکھنا بے حد ضروری ہے۔

سکے کہاں دستیاب ہوئے۔ سکوں کا مقام دریافت معلوم ہونے سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ سکے کس علاقے کے ہیں۔ عموماً سکے جس علاقے کے ہوتے ہیں وہ اسی علاقے میں بہ کثرت دستیاب ہوتے ہیں۔ دوسرے علاقوں کے سکے شاذ و نادر ہی مل جاتے ہیں۔ یہ ایک عمومی نقطہ نظر ہے۔ آج کل سکوں کی تجارت کافی ترقی کر گئی ہے اور ذرائع آمد و رفت کی سہولت کی وجہ سے ایک علاقے کے تاجر دوسرے علاقے میں جا کر سکے خریدتے اور بیچتے ہیں مگر یہ صرف سونے کے سکوں اور کبھی کبھی چاندی کے سکوں کے تعلق سے ہوتا ہے۔ تانبے کے سکے جس علاقے کے ہوتے ہیں ان کی نکاسی وہیں ہو جاتی ہے۔

مقام دریافت کے تعین کے بعد سکوں کی عبارت کی زبان اور رسم الخط کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستان کے ہندو حکمرانوں کے سکوں پر سنسکرت، گروشتی، دیوناگری، برہمی اور پالی وغیرہ زبانوں کی عبارتیں ملتی ہیں۔ اور مسلم حکمرانوں کے سکوں پر عموماً عربی زبان کی عبارت اور کبھی کبھی فارسی اندراجات بھی پائے جاتے ہیں۔ البتہ مسلم حکمرانوں کے سکوں پر درج شدہ اشعار فارسی زبان میں ہیں۔ ان بادشاہوں کے سکوں کے تعلق سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ ایک ہی نام متعدد خاندانوں میں مشترک ملتا ہے۔ مثلاً محمد شاہ کا نام خلیجیوں، گجرات کے حکمرانوں کشمیر کے سلاطین، بنگال کے بادشاہوں، بہمنیوں اور عادل شاہیوں میں پایا جاتا ہے۔ ان تمام بادشاہوں کے سکوں کی شناخت کے لیے ان کی مخصوص وضع و قطع اور ساخت نیز رسم الخط اور ان کے القاب اور خطابات کو پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ بعض صورتوں میں القاب وغیرہ میں مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ اگر اس پر پوری طرح غور نہ کیا جائے تو ایک خاندان کے حکمران کے سکے کو دوسرے خاندان کے حکمران سے منسوب کرنے کی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

متذکرہ صدر اُمور کو پیش نظر نہ رکھ کر بعض محققین سے فاش غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں۔ ہندوستان کے ایک محقق نے بہمنی خاندان کے دو سکوں پر المعتصم باللہ اور الواثق باللہ کے القاب دیکھ کر انہیں معتصم باللہ اور الواثق باللہ خلفائے بغداد سے منسوب کر دیا۔

۱۳ گنج شاہیگان مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۸

ایران کے ایک محقق نے محمد شاہ والی گجرات کے سکے کو محض اس بنا پر کہ اس کے پر بادشاہ کا نام محمد شاہ درج ہے، ایران کے قاچار خاندان کے حکمران محمد شاہ کے نام سے شایع کر دیا۔^{۱۴} سکوں کی عبارت کی زبان سے واقفیت نہ ہو تو عبارت کے صحیح مفہوم تک رسائی ممکن نہیں اور مطلب خبط ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی مثال سلاطین مغلیہ کے سکوں پر مندرجہ ایک دعائیہ کلمہ کی انوکھی تعبیر کی صورت میں ملتی ہے۔ ہندوستان کے ماہر مسکوکات قدیمہ سی۔ آر۔ سنگھال نے اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ میں محفوظ مغل سلاطین کے سکوں کے کیٹیلاگ کی ترتیب کے ضمن میں بادشاہ ہمایوں کے سکوں پر مندرجہ دعائیہ جملہ _____

”خلد اللہ ملکہ دولتہ و سلطانہ“ کو اول تو ایک فارسی محاورہ لکھا اور پھر بتلایا کہ اب تک کسی نے اس جملہ کا صحیح ترجمہ نہیں کیا اور غلط مطلب نکالا۔ نیز یہ کہ (مسکوکات قدیمہ کی تاریخ میں) انھوں نے پہلی بار اس جملہ کو صحیح طور سے پڑھ کر درست مطلب نکالا ہے ان کی تحقیق میں ”ملکہ و سلطانہ“ سے مراد ملکہ اور سلطانہ یعنی کوئین یا بادشاہ بیگم ہے۔ یا للعجب۔ اب انھیں کون سمجھائے کہ مسلم حکمرانوں میں سوائے شہنشاہ جہانگیر کے کسی نے اپنے سکوں پر اشارۃً بھی اپنی ملکہ کا ذکر نہیں کیا چہ جائیکہ اس کے لیے دعائیہ کلمات درج کرے۔ یہ دعا ملک، دولت اور اقتدار کے استقلال کے لیے ہے اور یہ جملہ فارسی نہیں بلکہ عربی زبان کا ہے۔

یہ مسئلہ ایلخانی خاندان کی ایک حکمران ساتی بیگ کے سکے سے بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ ملکہ و سلطانہ کے الفاظ بادشاہ بیگم یا کوئین پر قطعاً دلالت نہیں کرتے کیوں کہ ساتی بیگ نے جو خود ایک عورت اور سلطان سلیمان ایلخانی کی ملکہ تھی اپنے سکے پر خلد اللہ ملکہ استعمال کیا ہے۔^{۱۵}

۱۴ کیٹیلاگ تبریر میوزیم از آقائے جمال ترابی طباطبائی مطبوعہ ایران جلد سوم صفحہ ۳۴۔
 ۱۵ کیٹیلاگ آف مغل کوآینس (ن دی اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ آر۔ سنگھال مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۵ فٹ نوٹس بر صفحات ۳-۴-۵-۶-۷۔
 ۱۶ کیٹیلاگ تبریر میوزیم از آقائے جمال ترابی طباطبائی مطبوعہ ایران جلد سوم صفحہ ۵۱۔

انگلستان کے مشہور مورخ اور ماہر مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول نے ملکہ نور جہاں کا نام مہر النساء کے بجائے مہر النساء درج کر کے اس کا ترجمہ ”نسوانیت پر مہر“ کیا ہے۔ اسی مستشرق نے شاہ جہاں کے لڑکے مراد بخش کے سکوں پر اس کے لقب ”مروّج الدین کو مروّج الدین“ پڑھ کر، اس کے معنی تزویج (رواج دینے، پھیلانے) سے نہیں بلکہ تزویج (شادی کرنے، وابستہ ہونے) سے نکال کر خود ہی حیرت کا اظہار کیا ہے کہ یہ عجیب لقب ہے۔

بعض سکوں پر دارالضرب کا نام بھی درج ہوتا ہے چند حکمرانوں نے دارالضرب کے مخصوص لقب بھی وضع کئے تھے مثلاً قبۃ الاسلام، شہر مکرم، تخت گاہ، دارالخلافہ، حضرت وغیرہ مغل سلاطین نے اس خصوص میں بڑی جدت دکھائی اور کم و بیش ہر ایک دارالضرب کو ایک علیحدہ لقب دیا جو دار سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے دارالنخیر اجمیر، دارالامان ملتان، دارالفتح آجین، دارالسرور برہان پور اور دارالجمہاد حیدرآباد وغیرہ۔ شیرشاہ کے سکوں پر بھی کچھ القاب پائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی دارالضرب کے نام کے ساتھ ساتھ اس کا قدیم نام بھی بطور عرف درج کیا گیا ہے مثلاً شیرگدہ عرف حضرت دہلی۔

شیرشاہ کے کچھ سکے ایسے بھی ملے ہیں جن پر لفظ ’جھاپناہ‘ درج ہے۔ ماہرین مسکوکات قدیمہ نے اس کو ایک دارالضرب سمجھ لیا۔ چنانچہ انگلستان کے یوجین لیگیٹ نے اپنی مرتبہ فہرست میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور محقق کوڈرنگٹن نے بھی ’جھاپناہ‘ کو دارالضرب قرار دے کر اس کو دہلی سے منسوب کیا ہے۔ انڈین میوزیم کلکتہ، میں محفوظ سکوں کے کیٹیلاگ میں نیلسن رائٹ نے بھی اپنے پیشروؤں کی رائے سے اتفاق کر کے ’جھاپناہ‘ کو دارالضرب بتلایا ہے۔ نیلسن رائٹ نے شیرشاہ کے متعلق سکوں کی عبارتیں بھی کیٹیلاگ میں درج کی ہیں۔

۱۷ دی کوانٹس آف دی مغل ایمپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول
مطبوعہ لندن ۱۶۱۸۹۲ انٹروڈکشن۔

۱۸ منٹ ٹاونس اینڈ کوانٹس آف دی مغل مرتبہ یوجین لیگیٹ مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ صفحہ ۳۰

۱۹ میاں آف مسلمان نیومیسیاٹکس، ایشیاٹک سوسائٹی مونوگرافس جلد ۷، مرتبہ او۔ کوڈرنگٹن مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ صفحہ ۱۴۹

۲۰ کیٹیلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ مرتبہ ایچ۔ نیلسن رائٹ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ جلد ۲ صفحہ ۸۷

نیلسن رائٹ نے اپنے محولہ ایک سکے کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

رُخِ اَوَّل

دائرے میں لاله الا الله

محمد رسول الله

دائرے میں

شاه السلطان

نشیر

خلد الله ملكه

وسلطانه ۹۴۹

فرید الدینا والدین

ابوالمظفر جھانپناہ

حاشیہ

السلطان العادل ابابکر

عمر عثمان علی

حاشیہ

محقق مذکور نے مندرجہ صدر عبارت کی روشنی میں اس سکے کو دارالضرب "جھانپناہ" میں مضروب قرار دیا ہے۔ اس استنباط پر سب سے پہلا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر یہاں "جھانپناہ" کو دارالضرب بفرض محال مان بھی لیا جائے تو اس کا ما قبل ابوالمظفر بے مصرف ہو جاتا ہے۔ دارالضرب کا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے لقب تو ہوتا ہے مگر اس کی کنیت نہیں ہوتی۔ دارالضرب کو ظفریاب، ظفر قرین اور دارالفتح کے القاب دیئے گئے ہیں مگر کبھی کسی دارالضرب کو ابو الفتح یا ابوالمظفر کا لقب نہیں دیا گیا یہ القاب خود حکمرانوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ جو اشکال پیدا ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کی آسان صورت یہ نظر آتی ہے کہ سکے کے رُخِ اَوَّل اور رُخِ ثانی پر مندرجہ عبارت کو سلسلہ وار پڑھا جائے ایسا کرنے سے اس کا صحیح مفہوم معلوم ہو سکتا ہے۔

اس سکے کے رُخِ اَوَّل پر کلمہ طیبہ دائرے میں درج ہے اور حاشیہ پر خلفائے اربعہ کے نام ہیں۔ اسی رُخِ اَوَّل پر خلفاء کے ناموں سے پہلے السلطان العادل کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کا کوئی تعلق خلفاء سے نہیں ہو سکتا کیونکہ خلفاء چار ہیں سلطان بصیغہ واحد درج کیا گیا ہے اگر خلفاء کو سلطان کہنا مقصود ہوتا تو سلاطین بصیغہ جمع استعمال ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ کلمہ طیبہ اور خلفائے اربعہ کے اسماء کے اندراج کے بعد وہ مذہبی فارمولا

جو سنی عقیدے کے حکمران اپنے سکوں پر درج کرواتے رہے ہیں، مکمل ہو گیا اور اس کے بعد جو الفاظ رُخِ اوّل پر درج ہیں ان کا تعلق رُخِ ثانی پر مندرجہ حکمران کے نام، اس کے القاب اور خطابات سے ہے۔ اس طرح پورے سکے کی عبارت دو حصوں میں تقسیم کی جا کر بصورت ذیل پڑھی جائے گی۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابا بکر عمر عثمان علی۔ السلطان العادل
فرید الدینا والدین ابوالمظفر جھانپناہ شیرشاہ السلطان خلد اللہ
ملکہ و سلطانہ ۹۴۹۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”جھانپناہ“ کو شیرشاہ کا لقب سمجھ لیا جائے تو اس سکے پر دارالضرب کا نام کہاں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سکوں پر عموماً دارالضرب کا نام درج ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک سکے پر دارالضرب کا نام مندرج ہو۔ اُن سکوں پر جو عام حالات میں شہروں میں مضروب ہوتے ہیں ان پر دارالضرب کا نام پایا جاتا ہے لیکن حکمران جب کبھی مہمات جنگ میں مصروف ہوتے ہیں اور انھیں فوج کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت ناگہانی طور پر لاحق ہوتی ہے تو وہ برسرِ موقع سکے مضروب کرواتے ہیں۔ مغل حکمرانوں نے تو فوج کے ساتھ ایک مستقل دارالضرب کا انتظام کر رکھا تھا جس کو انھوں نے اُردو کا نام دیا تھا۔ شیرشاہ نے بھی غالباً زیرِ بحث سکے اپنی جنگی مہمات کے دوران مضروب کروائے ہوں گے اس لیے ان پر کسی مستقل دارالضرب کا نام پایا نہیں جاتا۔

ہمارے اس استدلال کے بارے میں کہ ”جھانپناہ“ شیرشاہ کا لقب ہے، ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں شیرشاہ کے ان سکوں پر بھی یہ لقب پایا جانا چاہیے جو کسی مستقل دارالضرب سے جاری ہوئے ہوں۔ اس سوال میں بڑی معقولیت ہے۔ اس سلسلے میں شیرشاہ کے دوسرے سکوں کی تلاش کے دوران سن اتفاق سے نیلسن رائٹ ہی کے کیٹیلاگ میں ایک ایسا سکہ مل گیا جس پر ”جھانپناہ“ کا لقب بھی موجود ہے اور دارالضرب کا نام بھی درج ہے۔ اس سکے کے ہر دو جانب

کی عبارت حسب ذیل ہے۔^۱

رُخِ ثانی

دائرے میں شاہ السلطان
شیر
خلد اللہ ملکہ
و سلطانہ
فرید الدینا والدین
ابوالمظفر جھانپناہ

رُخِ اول

دائرے میں لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ
حاشیہ السلطان العادل ضرب الجین
ابا بکر عمر عثمان علی

اس سکے کو دیکھنے کے بعد کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ جھانپناہ کو دارالضرب سمجھا جائے۔ اس طرح ایک دیرینہ غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔
سکے پڑھنے کے باب میں اس قدر تفصیل میں جانے اور محققین سے جو فروگزاشتیں ہوئی ہیں ان کی نشاندہی کرنے کا مقصد محض یہ بتلانا تھا کہ وہ لوگ جو کیٹیلاگ مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ذرا سی بے احتیاطی یا بعض خاص پہلوؤں سے عدم واقفیت کی وجہ سے کسی شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں عام شایقین کے لیے غیر معمولی احتیاط لازم ضروری ہو جاتی ہے۔ جب عام سکوں کے پڑھنے میں ایسی دشواریاں پیش آتی ہیں تو سکوں پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ مستشرقین نے بھی اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے لیکن سکوں پر مندرجہ اشعار کے پڑھنے میں ان سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جنہیں آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

۱۔ کیٹیلاگ آف دی کوائٹنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ مرتبہ ایچ۔ نیلسن رائٹ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ء جلد ۲ صفحہ ۹۱

غیر معمولی سائز اور وزن کے عظیم الشان سکے

جن سکوں پر عربی اور فارسی زبانوں کے اشعار کے اندراج کا حوالہ ملتا ہے، ان میں سے بعض کے غیر معمولی سائز اور وزن کے پائے گئے ہیں۔ ایسے سکوں کے بارے میں ماہرین مسکوکات قدیمہ کی آرا میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ وہ سکه ہیں ہی نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ”نذرانہ میڈل“ ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ انھیں سکه ہی قرار دیتا ہے۔

ہمارے موضوع کتاب کے تعلق سے اس بحث کا تصفیہ نہ صرف دلچسپی کا حامل ہے بلکہ بے حد اہمیت بھی رکھتا ہے کیونکہ ان بڑے دیناروں، درہموں، اشرفیوں اور روپیوں کو سکه قرار دیا جائے تب تو ان پر مندرجہ اشعار کا اس کتاب میں شامل کیا جانا درست قرار پائے گا بصورت دیگر وہ اشعار اس کتاب میں جگہ نہ پاسکیں گے۔

سب سے پہلے ہم ان ماہرین کی آرا پیش کریں گے جو ان عظیم اشرفیوں اور روپیوں کو سکه نہیں سمجھتے۔ ان ماہرین کا خیال ہے کہ چونکہ ان کا وزن اور سائز عام سکوں کے وزن اور سائز کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اس لیے ان کو سکه نہیں کہا جاسکتا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ایسے سکوں کا وزن عام طور سے رائج سکوں کے وزن ایک تولہ یا دو تولے کے برخلاف پانچ تولے سے ایک ہزار تولے تک بیان کیا گیا ہے۔ سکوں کے وزن میں اس غیر معمولی اضافے کے تناسب سے ان کے سائز میں بھی اضافہ ہونا لازمی تھا۔ ماہرین مسکوکات کے اس طبقے میں آر۔ بی۔ وارٹ ہیڈ اور ایس۔ ایچ۔ ہوڈی والا پیش پیش ہیں۔

۱۹ جرنل آف دی نیو مسیالک سوسائٹی جلد ۱۸ صفحات ۲۱۰-۲۱۲

۱۹ جرنل آف دی نیو مسیالک سوسائٹی جلد ۱۸ صفحات ۲۱۰-۲۱۲

ان کی رائے یہ ہے کہ اگر یہ واقعتاً سکے ہوتے تو تاریخوں میں ان کے چلن کا ذکر ضرور ملتا اور اطلاق و جائیداد کی خرید و فروخت کے دستاویزات میں ان کا تذکرہ کیا جاتا چونکہ ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی اس لیے وہ یہ ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں کہ ایسی عظیم اشرفیاں اور روپیے سکے تھے۔ ان ماہرین نے ان سکوں کے تعلق سے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ چونکہ حکمرانوں کے خزانوں میں سونے چاندی کے ہزاروں لاکھوں معمولاً راج چھوٹے چھوٹے سکوں کی حفاظت ایک دشوار امر تھا، اس لیے ان حکمرانوں نے بہ نظر حفاظت سونے اور چاندی کی کثیر مقدار کو ان گائٹس یا الفاظ دیگر اینٹوں کی شکل میں ڈھال کر ان پر اپنے کچھ مخصوص علامات کندہ کر کے انھیں خزانوں میں محفوظ کر دیا۔

ان ماہرین کا استدلال اپنے اندر ایک منفی انداز لئے ہوئے ہے۔ وہ کسی ٹھوس شہادت کی روشنی میں مثبت طور پر یہ بتلانے سے قاصر ہیں کہ زیر بحث اشرفیاں اور روپیے سکے نہیں ہیں۔ ان کے استدلال کا یہ پہلو بھی کہ اطلاق و جائیداد کی خرید و فروخت کے دستاویزات میں کہیں بھی ان عظیم سکوں کا تذکرہ نہیں ملتا کوئی مضبوط بنیاد نہیں رکھتا۔ کیونکہ ان ماہرین نے مالیات کے اس اہم پہلو کو سرے سے نظر انداز کر دیا کہ ہر دور میں تجارتی کاروبار اور رقمی لین دین وغیرہ کے لیے اس دور کے اقل ترین سکے (جس میں بیزگاری شامل نہیں ہوتی) کو بنیادی اکائی کے طور پر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور تمام معاملات چاہے ان کا تعلق سرکاری محاصل کی ادائیگی سے ہو یا تجارتی لین دین سے اسی بنیادی اکائی کی اساس پر انجام پاتے ہیں۔ حکومتوں کی طرف سے بجٹ کی تیاری بھی اسی بنیادی اکائی پر مبنی ہوتی ہے۔ ملازمین اور افواج کی تنخواہوں کا تعین بھی اسی اکائی کی اساس پر کیا جاتا ہے۔ عہد حاضر میں ہندوستان اور پاکستان میں روپیہ بنیادی اکائی ہے۔ بنگلہ دیش میں ٹک، برطانیہ میں پاؤنڈ اور امریکہ میں ڈالر بنیادی اکائیاں ہیں اور ان سب ممالک میں مالیات سے متعلق تمام امور انہی بنیادی اکائیوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

زمانہ گزشتہ میں مختلف ممالک میں بنیادی اکائیاں ان کی اپنی الگ الگ رہیں۔ عرب ممالک میں ایک عرصے تک درہم و دینار کا چلن رہا۔ ایران میں تومان راج تھے۔ اور ہندوستان میں مغلوں کے دور سے روپیہ بنیادی اکائی قرار پایا۔ اس بات کا ثبوت ہمیں بعض

تاریخی شواہد سے ملتا ہے۔ منتخب اللباب کا مصنف خانی خاں بیان کرتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں محفوظ سونے، چاندی کے ذخائر کی قیمت تین کروڑ روپیہ سے متجاوز تھی۔^{۱۵} ڈاکٹر بینی پرشاد نے تاریخ جہانگیر میں بیان کیا ہے کہ کشمیر کے جنوب میں پنجاب کی سرحد سے ملی ہوئی چھوٹی سی ریاست کشتوار کی مہم کے کامیاب انصرام کے صلے میں دلاور خاں کو کشتوار کی ایک سال کی آمدنی دی گئی جو ایک لاکھ روپیہ تھی۔^{۱۶}

عہد شاہجہانی میں اللہ وردی خاں نے شاہ جی مرہٹہ سردار کو بے دخل کر کے ایک دوسرے بااثر مرہٹہ سردار ہمیراؤ کو اپنی طرف بلا لینے کے بعد اس کو ایک ہزار سوار اور پچاس ہزار روپے دیے۔^{۱۷} اورنگ زیب نے بلخ کے ایلچی خوشی بیگ کے رفقا کو خلعت کے علاوہ پانچ ہزار روپے عطا کئے۔^{۱۸}

مندرجات بالا سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہد مغلیہ میں روپیہ ہی ایک بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا تھا اور محاصل کا تعین اور انعام و اکرام سب اسی بنیادی اکائی کے بموجب انجام پذیر ہوتے تھے۔ ظاہر ہے املاک و جائداد کی خرید و فروخت کے معاملات بھی اسی بنیادی اکائی یعنی روپے کی اساس پر مبنی ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں ان ماہرین مسکوکات کا یہ اعتراض کیسے درست ہو سکتا ہے کہ املاک و جائداد کے دستاویزات میں کہیں بھی ان عظیم اشرافیوں اور روپیوں کا ذکر نہیں ملتا۔ عہد حاضر میں بھی اگر کوئی شخص کسی سے اس کی جائداد مثال کے طور پر دس لاکھ روپے میں خرید کر زر مین کے طور کثیر مالیتی کرنسی نوٹ ادا کرتا ہے تو بیعنامہ کی رجسٹری کے ریکارڈ میں ان کثیر مالیتی کرنسی نوٹوں کا کہیں بھی ذکر نہیں ملے گا بلکہ صرف بنیادی اکائی کی اساس پر دس لاکھ روپے کی ادائیگی کا اندراج پایا جائے گا۔ املاک و جائداد کی خرید و فروخت کے ریکارڈ میں کثیر مالیتی کرنسی نوٹوں کا ذکر نہ پا کر کیا کوئی شخص ان کے سکے راج الوقت ہونے سے انکار کر سکتا ہے؟ یہ عظیم سکے محض خزانوں میں محفوظ رکھنے کے لیے مضروب نہیں

^{۱۵} منتخب اللباب مصنفہ خانی خاں مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۲۳

^{۱۶} تاریخ جہانگیر مصنفہ ڈاکٹر بینی پرشاد مترجمہ رحمہ علیہ ہاشمی شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء صفحہ ۳۰۷

^{۱۷} تاریخ شاہجہاں مصنفہ ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکینہ ترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۳

^{۱۸} عالمگیر نامہ قلمی آذہار پرنٹس گورنمنٹ اورینٹل میونسٹیٹیٹل میونسٹیٹیٹس لاہور پرنٹس اینڈ پبلشرس انسٹیٹیوٹ حیدرآباد مصنفہ مرزا محمد کاظم

کئے جاتے تھے۔ بلکہ وہ بادشاہوں اور امراء کی جانب سے مستحقین کو ہدیہ، تحفہ، انعام، اکرام، صلہ خدمت یا اجرت کے طور پر بھی عطا کئے جاتے تھے اور بازار میں ان کا چلن عام تھا۔

اس سلسلے میں خلیفہ ہارون الرشید کے عہد کے ایک مشہور شاعر ابو مسلم ولید انصاری الملقب بہ صریح الغوانی کا بیان کردہ ایک واقعہ لائق ذکر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ وہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی مصاحبت میں تھا کہ جعفر نے ایک مغنیہ کو طلب کر کے حکم دیا کہ بربط پر کوئی اچھی غزل سنائے۔ مغنیہ نے بربط چھیڑا اور غزل سرا ہوئی۔ مغنیہ کی سریلی آواز اور کلام کی شیرینی سے جعفر پر مدہوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ جب غزل ختم ہوئی تو جعفر نے دریافت کیا کہ وہ کس کی غزل تھی۔ صریح الغوانی نے بتایا کہ وہ غزل اس کی اپنی تھی۔ یہ سن کر جعفر بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ اس غزل کے جتنے شعر تھے اتنے سو دینار صریح الغوانی کو دے دیئے جائیں۔ صریح الغوانی کہتا ہے کہ یہ سن کر وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کاش وہ غزل جس میں صرف چار ہی شعر تھے کچھ اور طویل ہوتی تو اسے انعام اور زیادہ ملتا لیکن جب انعام کے دینار اس کے سامنے لائے گئے تو وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ان میں سے ہر ایک دینار سو دیناروں کے برابر تھا۔ صریح الغوانی کو محو حیرت دیکھ کر جعفر نے اس سے کہا کہ چونکہ تمہاری غزل میں صرف چار ہی شعر تھے اس لیے میں نے حکم دیا کہ تمہیں چار سو بڑے دینار دیئے جائیں تاکہ تم کو کثیر رقم مل جائے۔ جعفر برمکی کی اس وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے بڑے سکے بھی رائج الوقت تھے اور زر تبادلہ کی صورت میں ان کے معاوضے کے طور پر رقوم کی داد و ستد کا کاروبار عام تھا۔ اس طرح ان ماہرین کا یہ اعتراض کہ ان عظیم اشرفیوں کا بازار میں چلن نہیں تھا ساقط ہو جاتا ہے۔

انہی ماہرین کا دوسرا اعتراض کہ یہ عظیم اشرفیاں اور روپے سکے نہیں تھے بلکہ یہ بڑے بڑے "ان گائٹس" یا سونے چاندی کی اینٹیں تھیں جن پر کچھ نقش و نگار بنا دیئے جاتے تھے اور عبارتیں کندہ کر دی جاتی تھیں جنہیں سونے چاندی کی کثیر مقدار کی حفاظت کے لیے خاص طور سے تیار کر کے خزانوں میں محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ ان ماہرین کا خیال یہ ہے کہ معمولی سائز اور وزن کی چھوٹی چھوٹی اشرفیوں اور روپیوں کا شمار بھی آسان نہ تھا اور ان کے سرقے کا بھی امکان تھا اس لیے

حکمرانوں نے حفاظت کی یہ آسان تدبیر اختیار کی۔ یہ اعتراض ضرور لائق غور ہوتا بشرطیکہ کسی حکمران کے خزانے میں محفوظ سونے اور چاندی کی پوری مقدار ایسے ”ان گائٹس“ یا اینٹوں کی شکل میں ملتی میگر صورت حال اس سے بالکل مختلف نظر آتی ہے۔

منتخب اللباب کے مصنف خانی خاں کا بیان ہے کہ شہنشاہ اکبر کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں محفوظ جواہرات کے علاوہ تنو تو لے سے پانچ سو تولے تک وزن کی ایک ہزار اشرفیاں موجود تھیں۔ خانی خاں آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ان اشرفیوں کے علاوہ دوسو بہتر من غیر مسکوک سونا اور تین سو ستر من غیر مسکوک چاندی بھی محفوظ تھی۔

خانی خاں کی بیان کردہ روایت کے مطابق سو تولے سے پانچ سو تولے وزن کی ایک ہزار اشرفیوں کا جملہ وزن اوسطاً ستر من کے قریب ہوتا ہے جبکہ غیر مسکوک سونے کی مقدار دوسو بہتر من بتلانی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہزار عظیم اشرفیاں یا بقول ان ماہرین کے ”ان گائٹس“ یا اینٹیں بنولنے کے باوجود مزید دوسو بہتر من سونا غیر مسکوک حالت میں رکھا ہوا تھا اور چاندی تو پوری تین سو ستر من غیر مسکوک ہی تھی۔ اس صورت حال کی موجودگی میں وائٹ ہیڈ اور ہوڈی والا کا یہ نظریہ کہ زیر بحث عظیم اشرفیاں اور روپے سکے نہیں تھے بلکہ ”ان گائٹس“ یا سونے چاندی کی اینٹیں تھیں کھینٹا بے بنیاد قرار پاتا ہے۔

ماہرین مسکوکات قدیمہ کا دوسرا گروہ جس میں اے۔ کنگھیم نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس خیال کا حامی ہے کہ یہ عظیم الشان سکے ”نذرانہ میڈل“ ہیں۔ ان ماہرین نے یہ اصطلاح جو وضع کی ہے وہ خود مجموعہ اصداد ہے۔ اولاً یہ کہ ”میڈل“ انگریزی زبان کا لفظ ہے اور ”نذرانہ“ کے ساتھ اس کی ترکیب درست نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اگر ”میڈل“ کو تمنغہ کا مترادف مان بھی لیا جائے تو اس سے اس اصطلاح کے معنوی تضاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نذرانہ اس پیش کش کو کہا جاتا ہے جو نسبتاً کم رتبہ لوگ عالی مرتبت ہستیوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف میڈل یا تمنغہ ایک ایسا نشان امتیاز ہوتا ہے جو حکمرانوں یا مقتدر اداروں کی جانب سے کسی نمایاں کارنامے کی انجام دہی یا کسی مخصوص تقریب کے موقع پر مستحقین کو عطا کیا جاتا ہے۔ ایسے میڈل سونے، چاندی یا کانسنے کے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے ایک رُخ پر بالعموم اس اہم کارنامے یا تقریب کی صراحت ہوا کرتی ہے

۱۔ منتخب اللباب مصنف خانی خاں مطبوعہ کلکتہ جلد اول ص ۲۲۳ نیز ملاحظہ ہو

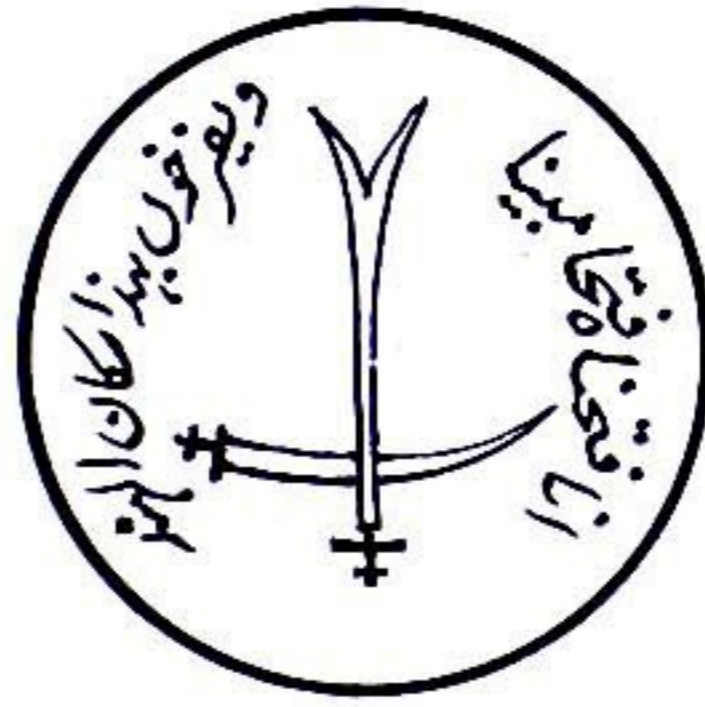
رویداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۳ء صفحہ ۴

جس کے سلسلے میں اس کی اجرائی عمل میں آرہی ہے تو دوسرے رخ پر مستحق انعام اشخاص کے نام کندہ ہوتے ہیں، کبھی کبھی ان کے ہر دو جانب متعلقہ مہم یا تقریب کی تفصیلات درج ہوتی ہیں اور انعام یا بندگان کے ناموں کی صراحت نہیں ہوتی۔ ولیم مارسٹن نے شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ کے اسی قسم کے ایک چاندی کے میڈل کا نقش اپنی کتاب میں دیا ہے جو اس نے روہیلوں کے سردار حافظ رحمت خاں کو شکست دینے کے بعد جاری کیا تھا۔

رخ دوم



رخ اول



مندرجہ صدر عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ میڈل کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے برخلاف نذرانے کے طور پر عموماً اشرفیاں، روپے یا جواہرات پیش کئے جاتے ہیں اس لیے میڈل کو نذرانے کے ساتھ خلط ملط کر کے نذرانہ میڈل جیسی انمل بے جوڑ اصطلاح وضع کرنا کسی طرح بھی درست قرار نہیں پا سکتا۔ اب رہ جاتا ہے ماہرین مسکوکات قدیمہ کا وہ طبقہ جو ان عظیم الشان اشرفیوں اور روپیوں کو سکے ہی قرار دیتا ہے۔ اس گروہ کے سرکردہ مستشرقین میں جان رچرڈسن، ولیم مارسٹن اور جیمس گبس کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔ رچرڈسن تو مشرقی السنہ کے علماء میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس نے انگریزی زبان میں فارسی اور عربی زبانوں کی ایک ضخیم لغت مرتب کی ہے۔ جو اصطلاحات کے حوالوں کے لیے اپنا ایک خاص معیار رکھتی ہے۔ ولیم مارسٹن اور جیمس گبس مشاہیر ماہرین مسکوکات قدیمہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

لہ نیومسیاٹا اور نیٹایا اسٹراٹا مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم صفحہ ۸۳۷۔

رچرڈسن نے ”سکے“ کی اصطلاح کے تحت اپنی لغت میں جو نوٹ لکھا ہے وہ ہمارے موضوع کے تعلق سے بڑی اہمیت کا حامل ہے جس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔

”سکے پورے معیاری وزن کے روپے کو کہتے ہیں۔ مشرق کے بعض سکوں میں ندرت اور نفاست جس اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہے اس کی مثال یورپ والے پیش نہیں کر سکتے۔ کچھ عرصہ قبل مجھے محض اتفاقی طور پر مغل اعظم شاہ جہاں کے ۱۶۵۳ء میں دہلی میں مضروب شدہ ایک سکے کو دیکھنے اور بعجلت اس کی نقل (کاغذ پر) اتارنے کا موقع ملا۔ میرے خیال میں یہ سکے میری، اوپر ظاہر کردہ رائے کو کافی تقویت بخشتا ہے۔ یہاں میں اس سکے کی عبارت درج کرتا ہوں جو بعض اصحاب کے لیے ذوق تجسس کا سامان فراہم کرنے کے علاوہ معلومات آفریں بھی ہوگی.....“

آگے چل کر رچرڈسن نے بتلایا ہے کہ یہ سکے سونے کا ہے یعنی اشرفی ہے جو گول ہے اور اس کا وزن تقریباً ستر اونس اور قطر کم و بیش چار انچ ہے۔ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے بعد انگریزی زبان میں یہ پہلا حوالہ ہے جو زیر بحث غیر معمولی وزن اور سائز کے سکوں کے بارے میں ہمیں ایک معیاری تصنیف میں ملتا ہے۔

ولیم مارسٹن نے مسکوکات قدیمہ کے بارے میں اپنی مشہور تصنیف میں بیان کیا ہے کہ اس نے شاہ جہاں کی ایک، دو سو تولے کی اشرفی کا میٹل کاسٹ بنا کر اپنے ذخیرہ مسکوکات میں محفوظ رکھا ہے جس کا قطر ساڑھے پانچ انچ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جہاں کی دو سو تولے کی اشرفیاں ایک ہی ڈائی سے مضروب نہیں ہوئیں بلکہ ان کی تیاری کے لیے ایک سے زیادہ ڈائیاں استعمال کی گئی تھیں۔ اسی لیے رچرڈسن نے جو اشرفی دیکھی اس کا قطر چار انچ تھا اور مارسٹن نے جس اشرفی کا میٹل کاسٹ تیار کروایا اس کا قطر ساڑھے پانچ انچ تھا۔ مارسٹن نے آگے چل کر مزید یہ بیان کیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کا ایک روپیہ گوتھا (مشرقی جرمنی) کے نوابوں کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے جس کا قطر چار اعشاریہ چار انچ اور جس کا وزن

۱۵ پرشین اینڈ عربک ڈکشنری مرتبہ جان رچرڈسن مطبوعہ لندن ۱۸۰۸ء جلد اول صفحہ ۵۳۶۔
۱۶ نیومسیا اور نیٹالیا السٹراٹا مصنف ولیم مارسٹن مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم صفحہ ۶۴۱، ۶۵۱۔

پانچ جرمن پاؤنڈ ہے۔

جیمس گبس بیان کرتا ہے کہ اس نے مہاراجہ سندھیا کے نوادرات کے ذخیرے میں محفوظ اورنگ زیب کی ایک سوتولے کی اشرفی مہاراجہ کی اجازت سے عارضی طور پر حاصل کر کے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے اراکین کے اجلاس میں پیش کی تھی۔ اس اجلاس کی تفصیل بھی گبس نے اس اشرفی کی تصویر کے ساتھ شائع کی ہے۔

جان رچرڈسن، ولیم مارسڈن اور جیمس گبس کے ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ ان ماہرین نے زیر بحث اشرفیوں اور روپیوں کو سکہ جات ہی تسلیم کیا ہے۔ رچرڈسن نے توپوری دیانت داری کے ساتھ ان عظیم الشان سکوں کی ندرت اور نفاست کو سراہتے ہوئے یورپ کی مسکوکات کے مقابلے میں ان کی برتری بھی تسلیم کی ہے۔ مارسڈن اور گبس نے ان سکوں کو دنیا کے مسکوکات کے عجائب میں شمار کیا ہے۔ لیکن ان مستشرقین کی آراء کے علاوہ تاریخی شواہد کی روشنی میں بھی ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ایسے سکوں کی ابتدا کب ہوئی۔

عبدالرزاق کانپوری نے اپنی تصنیف 'البراکہ' میں بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے ۱۷۶ھ میں جعفر برمکی کو مغرب (مراکش) کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن یہ خدمت بالکل اعزازی تھی کیونکہ جعفر برمکی تو خلیفے کے پاس بغداد ہی میں رہتا تھا اور مغرب میں اس کا قائم مقام حکومت کرتا تھا نیز یہ کہ اس زمانے میں ڈاک اور دار الضرب کے محکمے بھی جعفر برمکی کے زیر انتظام تھے۔ عبدالرزاق کانپوری نے مزید یہ بیان کیا کہ اسی زمانے میں جعفر برمکی نے وزنی دینار مضروب کروائے تھے۔

خلفائے عباسیہ کے دور کے ایک مورخ محمد بن عبدوس الجھشیاری نے اپنی تصنیف "کتاب الوزراء والکتاب" میں اپنے پیش رو مورخ حارث ابن ابی اسامہ مصنف تاریخ الخلفاء کے حوالے سے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ حارث ابن ابی اسامہ نے جعفر برمکی کے مکان میں ایسے چار ہزار دینار دیکھے تھے جن میں سے ہر ایک دینار ایک سو دینار کے مساوی تھا۔

۱۔ رویداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابۃ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲، ۵۳۔

۲۔ البراکہ مصنف عبدالرزاق کانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۶۶

۳۔ کتاب الوزراء والکتاب مصنف محمد بن عبدوس الجھشیاری قلمی کتب خانہ اسکول آف اورینٹل اینڈ آفریکن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی ورق ۱۵۱ الف۔

متذکرہ بالا روایات کا تعلق خلفائے عباسیہ کے دور سے تھا۔ اب ہم ایک ایسی نادر کتاب سے ان عظیم الشان سکوں کے بارے میں شہادت پیش کریں گے جس کا مصنف ٹھاکر پھیرو سلطان علاء الدین خلجی اور اس کے بیٹے سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے عہد میں دارالضرب دہلی کا "منٹ ماسٹر" تھا۔ ٹھاکر پھیرو نے یہ کتاب پراگرت بھاشا میں ۱۳۱۸ء میں لکھی تھی۔ اس کتاب میں ان دونوں خلجی سلاطین کے سکوں کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ یہ کتاب صدیوں تک پردہ گنماہی میں رہی۔ اب تک اس کے صرف دو نسخے پائے گئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ بیکانیر کے اگرچند نہاتا کتب خانے میں اور دوسرا جین بھنڈار کلکتہ میں محفوظ ہے۔ مقام مرت ہے کہ ابوالکلام آزاد اور نیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد نے اس کے اقتباسات کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر غلام یزدانی کیموریٹیو والیوم میں شایع کر دیا ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔

اس کتاب میں ٹھاکر پھیرو نے سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے سونے اور چاندی کے سکوں کی جو تفصیلات بیان کی ہیں، وہ بے حد دلچسپ اور نہایت اہم ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کے سونے کے سکے ایک تولے کے عام سکوں کے علاوہ پانچ تولے، دس تولے، پچاس تولے اور سو تولے وزن تک مضروب کئے جاتے تھے۔ سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے سکوں کے بارے میں ٹھاکر پھیرو کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکمران نے اپنی جدت طبع سے کام لے کر اپنے سکوں میں کچھ اور تنوع پیدا کیا تھا۔ ٹھاکر پھیرو لکھتا ہے کہ قطب الدین مبارک خلجی کے سکے عام سونے کے سکوں کے علاوہ پانچ تولے، دس تولے، بیس تولے، تیس تولے، چالیس تولے، پچاس تولے، ساٹھ تولے، ستر تولے، اسی تولے، نوے تولے، سو تولے، ایک سو پچاس تولے اور دو سو تولے تک مضروب کئے جاتے تھے۔ ٹھاکر پھیرو مزید لکھتا ہے کہ متذکرہ اوزان کی گول اشرفیوں کے علاوہ انہی اوزان کی چوکور اشرفیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔ آگے چل کر وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ان تمام اوزان کے چاندی کے سکے بھی مسکوک ہوا کرتے تھے۔

خلجی دور حکومت میں ان عظیم الشان اشرفیوں اور روپیوں کی تسکیک کے بارے میں دارالضرب دہلی کے منٹ ماسٹر ٹھاکر پھیرو کی باوثوق شہادت کے بعد عہد مغلیہ کے نامور وزیر اور مشہور مورخ ابوالفضل کی بیان کردہ تفصیلات بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر غلام یزدانی کیموریٹیو والیوم شایع کردہ ابوالکلام آزاد اور نیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد ترجمہ ڈاکٹر دی۔ ایس۔ آروالہ ۱۹۶۶ء صفحات ۸۷ تا ۱۰۱۔

وہ بیان کرتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں سونے کے جو بڑے سکے مضر و بھروسے تھے ان میں سب سے بڑے سکے کا نام ”سہنسہ“ تھا جس کا وزن ایک سو ایک تولے اور نو ماشے تھا۔ اس سکے کے ایک جانب بادشاہ کا نام اس کے القاب اور ضرب دار الخلافہ آگرہ اور دوسری جانب کلمہ طیبہ اور ایک قرآنی آیت کے علاوہ اصحاب اربعہ کے نام درج تھے۔ اس سکے کی ڈائی مقصود مہر کن نے تیار کی تھی۔ پھر ڈائی بنانے کا کام ملا علی احمد کے سپرد ہوا۔ اور سکے کی عبارت میں بھی کچھ تبدیلی کی گئی۔ ابو الفضل مزید لکھتا ہے کہ بعد میں یہ سب عبارتیں موقوف کر دی گئیں اور سکے کے ہر دو جانب ملک الشعراء فیضی کی رباعیاں درج کی جانے لگیں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ”سہنسہ“ سے چھوٹا سونے کا سکہ ”رہس“ تھا جس کا وزن پچاس تولے تھا۔ اس سکے پر بھی فیضی ہی کی رباعیوں کا اندراج ہوتا تھا۔ ”رہس“ کے نصف وزن کے سکے کا نام ”اتمہ“ تھا اور یہ سکہ گول بھی بنایا جاتا تھا اور چوکور بھی۔

شہنشاہ جہانگیر نے اپنی عظیم الشان اشرفیوں اور روپیوں کی تفصیلات اپنی خودنوشت سوانح توزک جہانگیری میں درج کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ”ایک مبارک ساعت میں میں نے یہ فرمان صادر کیا کہ مختلف اوزان کے سکے بنائے جائیں اور ان میں سے ہر ایک کا جداگانہ نام رکھا جائے چنانچہ سو تولے کی اشرفی کا نام نور شاہی پچاس تولے کی اشرفی کا نام نور سلطانی، بیس تولے کی اشرفی کا نام نور دوست، دس تولے کی اشرفی کا نام نور کرم اور پانچ تولے کی اشرفی کا نام نور مہر رکھا جائے.....“

وہ آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ”میں نے چاندی کے سو تولے کے سکے کا نام کوکب طالع، پچاس تولے کے سکے کا نام کوکب اقبال، بیس تولے کے سکے کا نام کوکب مراد، دس تولے کے سکے کا نام کوکب بخت اور پانچ تولے کے سکے کا نام کوکب سعید رکھا.....“

جہانگیر مزید صراحت کرتا ہے کہ سو تولے سے دس تولے وزن تک کی اشرفیوں پر ایک جانب کلمہ طیبہ اور آصف خاں کی ایک بیت اور دوسری جانب مقام ضرب، سنہ ہجری سنہ جلوسی اور آصف خاں کی دوسری بیت درج ہوا کرتی تھی۔

۱۔ آئین اکبری مطبوعہ دہلی ۱۲۷۳ء جلد اول صفحہ ۲۰۔

۲۔ توزک جہانگیری مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۔

جہانگیر کے بعد شاہجہاں اور اورنگ زیب نے بھی ان عظیم اشرفیوں اور روپیوں کی تسکین کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ایسی اشرفیاں اور روپے حکمرانوں کی طرف سے نذر، ہدیہ، تحفہ، انعام و اکرام، صلہ، خدمت یا اجرت کے طور پر مصرف میں لائے جاتے رہے، ذیل میں ہم اس قبیل کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:-

۱۔ شہنشاہ اکبر جہانگیر کی بعض ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے اس سے ناراض اور دل گرفتہ تھا۔ اکبر کی ماں مریم مکانی بیگم کو جہانگیر بے حد عزیز تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ باپ کی خفگی دور ہو جائے اس سلسلے میں اس نے کوشش بھی کی لیکن وہ بقضائے الہی فوت ہو گئی اور اس کا منشا پورا نہ ہو سکا لیکن جہانگیر کی سوتیلی مائیں اور بہنیں بھی اس کی ہمدرد نکلیں اور انھوں نے جہانگیر کے لیے وہ سب کچھ کیا جو اس کی دادی کرنا چاہتی تھی۔ انہی کی کوششوں کے نتیجے میں جہانگیر معذرت خواہی کے لیے اکبر کے حضور پیش ہوا۔ اکبر نے بھی بڑی عزت اور شفقت سے جہانگیر کا استقبال کیا۔ اس طرح باپ بیٹے کا دل صاف ہو گیا۔ اسی سلسلے میں تکلمہ اکبر نامہ کے مصنف شیخ عنایت اللہ کا بیان ہے کہ جہانگیر نے شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ایک لاکھ روپے کی مالیت کا ایک ہیرا، سو سو تولے کی دو سو اشرفیاں، پچاس پچاس تولے کی دو سو اشرفیاں، پچیس تولے کی چار اشرفیاں، بیس تولے کی تین اشرفیاں اور دو سو ہاتھی نذر گزارنے تھے۔

۲۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے دور حکومت میں شاہ ایران کے سفیر زنبیل بیگ کو اس کی باریابی کے موقع پر ایک اشرفی ہزار تولے کی عنایت کی۔

۳۔ شہنشاہ شاہجہاں نے اپنی لڑکی جہاں آرار کی علالت کے دوران اس کا کامیاب علاج کرنے کے صلے میں حکیم داؤد کو پانچ سو تولے کی ایک اشرفی عطا کی۔

۴۔ شہنشاہ شاہجہاں نے مرشد قلی خاں علی مردان خانی کو دو سو تولے کی اشرفی عطا کی۔

۵۔ شہنشاہ شاہجہاں نے بلخ کے شکاری کو تیس تولے کی اشرفی انعام میں دی۔

۱۔ تاریخ جہانگیر مصنف ڈاکٹر مینی پرشاد مترجمہ رحم علی الہاشمی شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء صفحات ۷۳ تا ۷۶
 ۲۔ تکلمہ اکبر نامہ مصنف شیخ عنایت اللہ شایع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۶ء صفحہ ۸۳۲
 ۳۔ توذکب جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۲ء جلد دوم صفحہ ۳۲۶۔
 ۴۔ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۹۹۔
 ۵۔ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۶۲
 ۶۔ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۲، ۱۳۵

۶۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے شریف مکہ کے ایچی کے توسط سے ایک ہزار تولے کی اشرفی بطور ہدیہ گزرائی۔^{۱۰۸}

۷۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے دو سو تولے کی اشرفی سبحان قلی خاں کے سفیر کو عنایت کی۔^{۱۰۹}

۸۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے ایک مخصوص طرزِ تحریر کا خط پڑھنے کے صلے میں ابوالوفار کو پچاس تولے کی اشرفی عطا کی۔^{۱۱۰}

جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا ہے مغل شہنشاہوں کے اجرا کردہ عظیم الشان سکوں کے منجملہ تاحال صرف ایک سو تولے اور دو سو تولے کی اشرفیاں دریافت ہوئی ہیں لیکن مسکوکات قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ اطلاع باعث مسرت ہوگی کہ حال ہی میں سوئٹزر لینڈ میں نوادرات کا کاروبار انجام دینے والی ایک فرم ہیبلسبرگ فیلڈمان نے شہنشاہ جہانگیر کی ایک ہزار تولے کی اشرفی کی تصویر شایع کر کے اس کے ہراج کا اعلان کیا ہے۔ حسن اتفاق سے اس اشرفی پر بھی فارسی اشعار درج ہیں۔ اور اس طرح یہ ہمارے موضوع کتاب سے متعلق ایک اہم دریافت ہے جس سے تو زک جہانگیری میں خود شہنشاہ جہانگیر کی بیان کردہ ان روایتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس نے مختلف ممالک کے سفیروں کو ایک ایک ہزار تولے کی اشرفیاں عطا کی تھیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ زیر بحث عظیم الشان اشرفیاں اور روپے ”ان گائٹس“ یا ”نڈرانہ میڈل“ نہیں ہیں بلکہ فرمانروایاں وقت کے احکام کی اتباع میں ایک باضابطہ عملدآمد کے تحت اجراء کردہ سکے ہیں۔ لہذا ہم جان رچرڈسن، ولیم مارسڈن اور جیمس گبس کی آراء سے اتفاق کرتے ہوئے انہیں سکے قرار دے کر ان پر مندرجہ اشعار کو شامل کتاب کرتے ہیں۔

۱۰۸۔ آثار عالمگیری صفحہ ۱۰۸

۱۰۹۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۶۲۷

۱۱۰۔ آثار عالمگیری صفحہ ۲۶۰

سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار

تمہید میں اجمالاً یہ بتلادیا گیا ہے کہ سکوں پر اشعار کے اندراج کا رواج سب سے پہلے ہندوستان ہی میں شروع ہوا اور یہ کہ اس امتیاز کا سہرا گپتا خاندان کے حکمرانوں کے سر ہے۔ اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گپتا خاندان کے تعلق سے بھی چند ضروری باتیں بتلادی جائیں تاکہ مسکوکات کی دنیا میں اس حیرت انگیز اور دلچسپ پیش رفت کا ایک پس منظر سامنے آجائے۔

گپتا خاندان کا بانی سری گپتا (۶۲۰ تا ۶۲۹) تھا جس کی حیثیت مگدھ کے ایک اوسط درجے کے جاگیردار سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے بعد گھٹوٹ کا چا (۶۲۹ تا ۶۳۰) اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن وہ بھی اپنی حیثیت میں کوئی نمایاں اضافہ نہ کر سکا۔ البتہ گھٹوٹ کا چا کے بعد اس کے بیٹے چندرا گپتا اول (۶۳۰ تا ۶۳۲) نے بڑا نام پیدا کیا۔ اُس نے تربہت کے علاقے میں واقع ویسالی کے لچھاوی خاندان کی راجکماری سے شادی کی اور اس رشتے سے اس کی حیثیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور بالآخر ان دونوں خاندانوں کی حکومتوں کے انضمام کے نتیجے میں اودھ، پریاگ اور بہار تک گنگا کی پوری وادی میں چندرا گپتا کی بالادستی تسلیم کر لی گئی۔ دراصل چندرا گپتا اول کو ہی گپتا خاندان کا حقیقی بانی قرار دیا جاسکتا ہے اس کے پیش رو اپنی بے بضاعتی کے پیش نظر اس موقف میں نہ تھے کہ اپنے نام کے سکے مضروب کرواتے یہ اہم کارنامہ چندرا گپتا نے انجام دیا۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ لچھاوی خاندان سے رشتہ ازدواج کے قیام پر بھی چندرا گپتا کو بڑا ناز تھا چنانچہ اس کے تمام سکوں پر اس کے نام کے ساتھ ساتھ اس کی رانی کمارا دیوی کا نام بھی مضروب پایا جاتا ہے۔

چندرا گپتا اول کے عہد کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے دور میں ایک نئے سنہ کا بھی آغاز کیا جس کا رواج ہندوستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں تیرہویں صدی

عیسوی تک پایا گیا ہے۔ چندرا گپتا سے قبل ہندوستان کے بیرونی نثراد حکمرانوں جیسے یونانیوں یا کشانوں کے علاوہ کسی اور حکمران نے اپنے نام کے سونے کے سکے اجرا نہیں کروائے تھے حتیٰ کہ موریہ خاندان کے نامور حکمران اشوک اعظم کے بھی سونے کے دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ بقایا حکمرانوں میں یہ امتیاز بھی چندرا گپتا اول ہی کو حاصل ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ چندرا گپتا کے ایسے سکے کشان خاندان کے حکمرانوں کے سکوں کے نمونے پر ہی بنائے گئے تھے لیکن اپنی وضع قطع اور ساخت کے اعتبار سے یہ سکے کشان خاندان کے سکوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ان سکوں پر حکمران کا نام اور دیگر عبارتیں نہایت خوبصورتی سے درج کی جاتی تھیں اور وہ اس کثرت سے مضروب کروائے جاتے تھے کہ ایک ہمعصر شاعر نے چندرا گپتا کے عہد کو ”سونے کی بارش“ کے عہد سے تعبیر کیا ہے۔

چندرا گپتا کی جانشینی کے بارے میں کسی قدر اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ۶۳۳۰ سے ۶۳۲۵ تک کے عرصے میں یعنی چندرا گپتا کی وفات سے پانچ سال تک جو سکے اجرا ہوئے ہیں ان پر حکمران کا نام کاچا گپتا پایا جاتا ہے اور ۶۳۳۰ سے ۶۳۲۰ تک مضروب شدہ سکوں پر سمدرا گپتا کا نام درج ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ چندرا گپتا کی وفات کے بعد کاچا گپتا اس کا جانشین ہوا جس نے پانچ سال تک حکومت کی اور اپنے نام کے سکے مضروب کروائے لیکن کچھ اور مورخوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ چندرا گپتا کا جانشین سمدرا گپتا ہی ہوا جس کا ابتدائی نام کاچا گپتا تھا اور پانچ سال حکومت کرنے کے بعد جب اس نے بنگال کا علاقہ فتح کر لیا اور اس کے حدود مملکت سمندر کے کناروں تک پھیل گئے تب اس نے اپنا نام سمدرا گپتا رکھ لیا۔ مورخین کے اس طبقے کی رائے قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔

جہاں تک موضوع کتاب کا تعلق ہے کاچا گپتا کے نام سے اجرا شدہ سکوں پر بھی سنسکرت اشعار پائے جاتے ہیں جنہیں شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔

سمدرا گپتا علم و ادب کا دلدادہ اور شعر و موسیقی کا شیدائی تھا۔ وہ ادب، شعرا اور حکماء کا سرپرست ہونے کے ساتھ ساتھ خود ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا۔ اس حکمران نے سنسکرت زبان

۱۔ کوائٹس مصنفہ پریشوری لال گپتا شایع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی ۱۹۶۹ء صفحہ ۵۲

۲۔ کارپس آف انڈین کوائٹس جلد چہارم دی کوائٹس آف گپتا ایمپائر مصنفہ اے۔ ایس۔ الٹیکر شایع کردہ نیو مسیامک سوسائٹی آف انڈیا بنارس یونیورسٹی ۱۹۵۷ء صفحہ ۸۰۔

اور اس کے ادب و شعر میں نئی روح پھونکی۔ ان مخصوص صفات کے ساتھ ساتھ سمدر اگپتا ایک عظیم فاتح ہونے کے علاوہ ایک زبردست ماہر نظم و نسق بھی تھا۔ اس نے ضرور ایک عظیم تر ہندوستان کی مملکت کے قیام کا خواب دیکھا ہوگا لیکن اپنی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس نے ابتداءً اپنی سلطنت کے اطراف و اکناف کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اس کی حدود میں توسیع کا آغاز کر دیا۔ ان توسیعی مہمات کے دائرے میں وادی گنگا کی نوریاستیں آگئیں جن کی تفصیل الہ آباد کے تاریخی ستون پر کندہ عبارات میں ملتی ہے نیز جان ایلن نے بھی اپنی مرتبہ فہرست مسکوکات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح چمبل ندی تک کا علاقہ سمدر اگپتا کے زیرِ اقتدار آگیا۔ پھر اس نے مشرق کا رخ کرتے ہوئے کالنگا کے صحرائی علاقوں کے قبائلی سرداروں کو اپنا تابع فرمان بنالیا۔

متذکرہ مہمات کو سر کرنے کے بعد سمدر اگپتا نے اپنی افواج کو دکن کی طرف بڑھایا اور اس پیش قدمی کے دوران کم و بیش ایک درجن حکمرانوں کو اپنا زیرِ نگیں کر کے تاملناڈو کے علاقے سے گزرتے ہوئے پلو اوں کے صدر مقام کنبی (موجودہ کنبی ورم) تک جا پہنچا۔ پھر وہ مغرب کی طرف مڑ کر جزیرہ نما کو عبور کرتے ہوئے ملابار میں داخل ہوا جہاں سے مغربی دکن کی سطح مرتفع کے راستے اپنی مہمات کی آخری منزلیں طے کرتے ہوئے اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس پہنچ گیا۔

جنوبی ہند کی ان کامرائیوں میں پورے تین سال لگ گئے۔ اس پورے عرصے میں کہیں بھی اس کو ہزیمت کا مونہہ دیکھنا نہ پڑا اس بات کو سمدر اگپتا کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیے کہ جنوبی ہند کے کسی بھی مفتوحہ علاقے کو اس نے اپنی مملکت میں ضم نہیں کیا بلکہ اس نے اس پورے علاقے کے حکمرانوں کے تابع فرمان بنے رہنے پر ہی اکتفا کیا۔ اس عرض مدت میں سمدر اگپتا کی سلطنت اور شوکت کی داستانیں سارے ہندوستان میں پھیل چکی تھیں اور آسام، مالوہ، گجرات، پنجاب اور ہمالیائی علاقوں کے حکمرانوں نے اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ اس کی بالادستی کو تسلیم کر لیں۔

دکن کی فتوحات کے نتیجے میں سونے اور جواہرات کے بیش بہا ذخائر سمدر اگپتا کے ہاتھ

لے برٹش میوزیم کیٹلاگ آف گپتا گولڈ کوئنس مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء تمہید۔

لے دی پیمنٹ آف انڈیا زہری مصنفہ ٹریوڈ ایمرسن۔ سین شایع کردہ ڈیوڈ میک کے کمپنی نیویارک۔ ری اشومئی ۱۹۶۴ء

آئے۔ اجمودھیا واپس ہو کر سمدراگپتا نے قدیم ویدک رسم کے مطابق اشوہ میدھ جشن منانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انہی تقاریب کے سلسلے میں اس نے سونے کے وہ عہد آفریں سکے مضروب کروائے جن پر ایک جانب تو روایتی گھوڑے کی تصویر تھی اور دوسری جانب سنسکرت زبان کے اشعار درج تھے۔ اس انکشاف کا سہرا انگلستان کے مشہور ماہر مسکوکات جے۔ ایلن کے سر ہے جس نے اپنی تحقیق سے پہلی بار یہ ثابت کیا کہ سمدراگپتا کے سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار درج ہیں۔^{۱۵}

سطور بالا میں سمدراگپتا کی شعر و موسیقی سے دلچسپی کا ذکر تو آہی چکا ہے۔ لیکن الہ آباد کے مشہور زمانہ ستون پر سمدراگپتا کی فتوحات کی کندہ کاری کے انچارج ہرشینا کے اس بیان سے کہ سمدراگپتا خود ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا، اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ اشوہ میدھ جشن کے موقع پر جاری کردہ تاریخ ساز اشرافیوں پر مندرجہ سنسکرت اشعار کے منجملہ کچھ تو سمدراگپتا ہی کا نتیجہ فکر ہوں گے۔^{۱۶}

سمدراگپتا کے بعد رامگپتا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے صرف پانچ سال یعنی ۳۷۰ سے ۳۷۵ء تک حکومت کی۔ اس دور میں مغربی پنجاب کے کیداراکشان خاندان کے حکمران پیرو نے سر اٹھایا تھا۔ رامگپتا کی خواہش تھی کہ پیرو کی سرکوبی کر کے اپنے حدود مملکت میں توسیع کرے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا بلکہ ایک معرکہ میں تو اسے شکست کھا کر صلح پر رضامند ہونا پڑا تھا، مگر اسی مرحلے پر رامگپتا کے بھائی چندراگپتا کے حسن تدبیر سے وہ شکست فتح میں بدل گئی۔ رامگپتا کے جو سکے دستیاب ہوئے ہیں ان پر تاحال اشعار کا اندراج نہیں پایا گیا ہے۔

رامگپتا کے بعد اس کا بھائی چندراگپتا ثانی مسند آرا ہوا اس کا طویل دور حکومت ۳۷۵ء تا ۳۷۸ء نہایت شاندار رہا۔ اس نے بنگال کے علاقے میں بعض شورشوں کا قلع قمع کر کے شمال مغرب کا رخ کیا۔ اور کیداراکشان خاندان کے حکمرانوں کو مغربی پنجاب سے کھڈیڑ کر انھیں وادی سندھ کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ اس کے بعد چندراگپتا ثانی نے مغربی ہندوستان کی طرف اپنی فوجیں بڑھائیں اور شترپاؤں کو پے درپے شکستیں دے کر بالآخر مالوہ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کو اپنے حدود مملکت

^{۱۵} جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (نیوسیریز) جلد دہم شمارہ ۶ بابہ ۶۱۹۱۲ صفحات ۲۵۵ تا ۲۵۶۔
^{۱۶} دی گپتا گولڈ کوئنس ان دی بیانہ ہوڈ مرتبہ اے۔ ایس۔ الٹیکر شایع کردہ نیو سمسائٹک سوسائٹی

آف انڈیا ۱۹۵۲ء تمہید صفحہ ۱۷

میں شامل کر لیا۔

مالوہ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کے ساحلی علاقوں کے انضمام کے نتیجے میں گپتا سلطنت کے آگے سمندری تجارت کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور چینی سیاح فاہیان کے بقول اس ذریعے سے خزانے کی دولت میں بیش بہا اضافے سے مملکت کی خوشحالی کا ایک سنہرا دور شروع ہو گیا۔ اس مرفہ الحالی کے زمانے میں چندرا گپتا نے بھی اپنے پیش رو سمدر گپتا کے نقش قدم پر چل کر ادب، ثقافت اور فنون لطیفہ کے میدانوں میں اپنی سرپرستی کے ذریعہ گپتا دور حکومت کا نام اور زیادہ روشن کیا۔ کہا جاتا ہے کہ شہرہ آفاق شاعر کالی داس بھی چندرا گپتا کے دربار سے منسلک تھا۔ گجرات اور کاٹھیاواڑ کے فتح ہونے کے بعد چندرا گپتا ثانی نے ان علاقوں میں سونے کے سکوں کے علاوہ چاندی کے سکے بھی مضر و بکروائے کیونکہ وہاں کے عوام تین صدیوں سے چاندی کے سکوں ہی میں کاروبار انجام دینے کے عادی تھے۔ چندرا گپتا ثانی کے سکے اپنی خوبصورتی اور نزاکت کے لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل ہیں اور ان پر سنسکرت زبان کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔

چندرا گپتا ثانی کے بعد کمارا گپتا (۶۴۱ تا ۶۵۵ء) تخت نشین ہوا۔ اس حکمران کا طویل عہد حکومت امن و سکون اور صلح و آشتی کا دور تھا۔ اس نے فوجی پیشقدمیوں سے احتراز کیا اور اور اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں پائی ہوئی سلطنت پر قانع رہ کر فلاحی امور کی انجام دہی میں اپنی عمر گزار دی۔ کمارا گپتا کے سکوں پر بھی سنسکرت زبان کے اشعار ملتے ہیں۔

کمارا گپتا کا جانشین اسکندرا گپتا ہوا۔ اس نے بھی اپنے عہد (۶۴۵ تا ۶۴۸ء) میں فوجی اقدامات نہیں کئے البتہ کمارا گپتا کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے شمال مغربی علاقوں میں ہنوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو کامیابی کے ساتھ روکا اور انھیں وسطی اور مغربی پنجاب میں دریائے ستلج کے کناروں سے آگے بڑھنے نہ دیا۔ کمارا گپتا کا یہ کارنامہ غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا کیوں کہ اس وقت تک ہنوں نے اپنی طاقت کے نقطہ عروج پر پہنچ کر ایشیا اور یورپ کی متعدد سلطنتوں کو روند ڈالا تھا اور اب دو آبہ گنگ و جمن میں داخل ہونے کے لیے پرتول رہے تھے۔ ایسے میں جمن کے کناروں سے ہنوں کو ستلج پار تک پسپا کر دینا

ملہ دی ونڈر ڈٹ واز انڈیا مصنف اے۔ اہل۔ باشم شایع کردہ روپا اینڈ کمپنی نئی دہلی ۱۹۸۷ء صفحہ ۶۶۔

اسکذا گپتا کی جرارت و ہمت کا ایک عظیم مظاہرہ تھا اور اس شاندار کامیابی پر گپتا سلطنت کے کونے کونے میں بجا طور پر اس کی تعریف و توصیف کے گیت گائے جانے لگے۔

اسکذا گپتا نے بھی اپنے سکوں پر اشعار درج کروائے تھے۔ لیکن اس کے جانشینوں کے سکوں پر اشعار کا اندراج نہیں پایا جاتا۔ دراصل اسکذا گپتا کے بعد اس خاندان کی تاریخ غیر واضح روایات اور ناکافی مواد کے اندھیرے میں گم سی ہو گئی ہے۔ ارکان خاندان کی آپسی رقابتوں اور سیاسی تور جوڑ نے مملکت کے استحکام کو پارہ پارہ کر دیا تھا اور پھر چند کمزور حکمرانوں کی طوائف الملوکی کے بعد گپتا خاندان کے اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ ان آخری حکمرانوں کے جو سکے دستیاب ہوئے ہیں ان پر اشعار نہیں پائے گئے۔

گپتا خاندان کے سہرے دور میں جہاں ہم سکوں پر اشعار کے اندراج جیسے عہد آفریں اقدام سے روشناس ہوتے ہیں وہیں ہمیں ان حکمرانوں کے سکوں پر بعض ایسی دلچسپ جزئیات بھی نظر آتی ہیں جن کا تعلق اس عہد کی معاشرتی اور ثقافتی زندگی سے بھی ہے۔ مثال کے طور پر ان کے سکوں پر تاج و تخت، زیورات، مردانہ اور زنانہ بلبوسات، فرنیچر نیز آلات شکار کے مختلف اوضاع و اقطاع کی تصویریں پائی جاتی ہیں جن کی مثال کہیں اور مشکل ہی سے ملے گی۔

گپتا خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر جو اشعار پائے گئے ہیں انہیں شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔ اس موقع پر یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنسکرت زبان کے محولہ بالا اشعار کے اردو ورژن کے لئے میں پروفیسر ایم گوپال ریڈی صاحب صدر شعبہ سنسکرت عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد آندھرا پردیش کا رہیں منت ہوں جنہوں نے ازراہ کرم ان تمام اشعار کو اردو کا جامہ پہنا کر میری مشکل آسان کر دیا۔

سکوں پر عربی زبان کے اشعار

سکوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی اہم پیش رفت کی تفصیل بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان و ادب کی تاریخ پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ عربوں میں ادبی مذاق خصوصاً شاعری اور خطابت کا سراغ زمانہ قدیم سے ملتا ہے۔ سامی الاصل زبانوں میں عربی زبان ایک اہم مقام کی حامل ہے۔ ان سامی زبانوں میں نبطی، یمن کے قبیلے سبا کی زبان تھی اور حمیری قبیلے حمیر کی۔ ان باتوں کا ثبوت ماہرین آثار قدیمہ نے ان علاقوں میں کھدائی کے دوران دستیاب شدہ کتبات سے فراہم کیا ہے۔ آخری دور میں عربی حجاز کے قبیلے قریش کی ترقی یافتہ زبان رہی ہے۔

طلوع اسلام سے قبل عربی زبان میں شاعری اپنے اوج کمال پر پہنچ چکی تھی۔ عربوں کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں اپنے حافظے پر بڑا ناز تھا اور نسل بعد نسل شاعری کے نادر نمونے قومی افسانے اور خطابت کے شاہکار سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ عہد اسلام میں علمائے بصرہ اور کوفہ نے ان نوادرات کو مرتب کیا اور اس طرح یہ ذخیرہ دست برد زمانہ کے ہاتھوں تلف ہونے سے بچ گیا۔

زمانہ قبل اسلام کے، جس کو عام طور پر دور جاہلیت کہا جاتا ہے، مشاہیر شعرا میں امرار القیس زہیر، طرفہ، لبید، عمرو بن کلثوم، عنترہ، نابغہ اور عبید بن الابریص وغیرہ کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔

اسلامی دور کے ممتاز شعراء کی فہرست بھی کافی طویل ہے لیکن یہاں صرف چند ناموں کے ذکر پر

۱۔ البراکہ مصنفہ محمد عبدالرزاق کانپوری شایع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۱۲
۲۔ تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد صفحات ۲۸ تا ۳۱۲۔

اکتفا کیا جاتا ہے جن میں جریر، حسان بن ثابت، فرزدق، الطراح اور اخطل زیادہ شہرت کے حامل تھے۔

اسلام نے دیگر زبانوں کے حصول میں بھی کوئی تعصب نہیں برتا اور بڑی فراخ دلی کے ساتھ ایسے علوم و فنون کی تحصیل کی اجازت دے دی جو خلاف مذہب نہ تھے۔ عہد رسالت میں۔ زید بن ثابت کو عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بعض صحابہ نے فارسی زبان بھی سیکھی تھی۔ خلافت راشدہ کے دور میں جو فتوحات اور استحکامِ نظم و نسق کا زمانہ تھا، ملکی انتظام کے لیے اشاعتِ تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔ عہد فاروقی میں جب عمرو ابن العاص نے مصر فتح کیا تو انھوں نے مشہور عیسائی فلسفی جان کو جس کا ذکر عربی تواریخ میں یحییٰ کے نام سے کیا جاتا ہے۔ دربار میں باریاب کیا۔ اسی زمانے میں عربوں نے حکمائے یونان کے خیالات سے واقفیت حاصل کی۔

بنی امیہ کے دور میں شام مرکزِ حکومت رہا۔ وہاں یہودی اور عیسائی علماء کا زور تھا اور عرب امراء ان سے مذاکراتِ علمیہ کے دوران ان کے فلسفیانہ افکار سے آشنا ہوتے گئے۔ انہیں حکماء کو دفتر انشا میں ممتاز عہدوں پر مامور کیا گیا تھا اور شیفاخانوں کی نگرانی بھی انہیں کے سپرد کی گئی تھی۔

جہاں تک مسکوکات کا تعلق ہے یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ طلوعِ اسلام تک عربوں کی کوئی منظم حکومت قائم نہیں ہوئی تھی، اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد عربوں میں اجتماعیت اور مرکزیت کا تصور پیدا ہوا۔ اس سے قبل عرب کی معاشرت قبیلہ واری نظام پر مشتمل تھی۔ ان کا اپنا کوئی الگ سکہ نہ تھا۔ کاروبارِ تجارت میں یا تو تبادلہ اجناس سے کام لیا جاتا تھا یا ایران اور روم کے درہم و دینار استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ مروان کے بیٹے عبدالملک کے عہد تک جاری رہا۔ عبدالملک کے علم میں جب یہ بات لائی گئی کہ روم کے سکوں پر عیسائی عقیدے کے مطابق اقامتِ ثلاثہ (باپ، بیٹا، روح القدس) کا ٹھپہ ہوتا ہے تو اسے بڑی تشویش ہوتی ہے کہ یہ امر اسلامی عقاید کے سراسر مغائر تھا۔ عبدالملک نے قیصر روم کو اپنے تردد سے مطلع کیا۔ قیصر روم نے جواب دیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ

۱۔ تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد دکن صفحات ۲۸ تا ۵۵
۲۔ البرامکہ مصنفہ محمد عبدالرزاق کانپوری شایع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۹۷ء

ہمارے ایسے سکے اسلامی علاقوں میں پیغمبر اسلام نیز خلفائے اربعہ کے زمانے سے زیرِ دراز ہے ہیں اور ان اصحاب نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عبدالملک قیصر روم کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ پھر اس نے امرائے دربار کے مشورے سے امام محمد باقر سے رجوع کیا۔ حضرت نے عبدالملک کو ہدایت کی کہ ایک نیا اسلامی سکہ رائج کیا جائے جس پر کلمہ طیبہ، مقامِ ضرب اور سنہ تسلیک کا اندراج ہو۔ اس طرح ایک نئے اسلامی سکہ کا آغاز ہوا۔ آہستہ آہستہ اسلامی سکوں کی ساخت اور وضع و قطع میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔ اور درہموں اور دیناروں پر کلمہ شہادت اور سورہ اخلاص بھی درج کیے جانے لگے۔

بنی امیہ کے زوال کے بعد بنی عباس نے عمان اقدار سنہالی اور مرکز حکومت دمشق سے بغداد منتقل ہو گیا۔ مختلف علوم و فنون کی خاص خاص کتابوں کے ترجمے کا کام تو پہلے ہی سے شروع ہو گیا تھا لیکن بنی عباس کے دور میں اس کام میں وسعت، باقاعدگی اور سرعت پیدا ہوئی بغداد میں ایک دارالحکمہ قائم کیا گیا جس میں اقطارِ عالم کے علماء و حکماء اپنی اپنی زبانوں کے شاہکاروں کے ترجمے کے کام میں مصروف ہو گئے۔ اسی زمانے میں عرب، ہندوستان کے علم و حکمت سے بھی روشناس ہوئے۔ تہذیبی اور ثقافتی میدان میں اس اہم پیش رفت کا سہرا برمکی خاندان کے سر ہے۔ برمکی خاندان کی زاد بوم کے تعلق سے مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ وہ ایرانی النسل تھے اور کوئی انہیں ہندی الاصل بتاتا ہے بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ وہ بلخ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے مورثِ اعلیٰ نے نامساعد حالات کی بنا پر کشمیر میں پناہ لی تھی جہاں سے ان کا خاندان ایران آ گیا تھا لیکن سید سلیمان ندوی اس بات پر مصر ہیں کہ برمکی خاندان کا تعلق ہندوستان ہی سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس خاندان کے ارکان اسلام قبول کرنے کے بعد جب خلفائے عباسیہ کے دربار میں اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے تو ان کی دلچسپیاں ہندوستان سے نہ صرف برقرار رہیں بلکہ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر تہذیبی داد و ستد کے ایک خوشگوار سلسلے کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے دید اور پنڈت بغداد جانے لگے اور عرب علماء و حکماء ہندوستان آنے لگے۔

بنی عباس کے دربار میں علماء و حکماء کی پذیرائی کے ساتھ ساتھ شعراء کو بھی ایک خاص

۱۔ گنج شایعہاں مصنف محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحات ۷ تا ۱۱
۲۔ عرب و ہند کے تعلقات مصنف سید سلیمان ندوی مطبع معارف اعظم گڑھ طبع جدید ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۱۳۔

مقام حاصل تھا اور وہ اپنی تخلیقات پیش کر کے گراں قدر انعام و اکرام سے نوازے جاتے تھے۔ عباسی دور کے ان شعراء میں بشار بن برد، ابو نواس، ابو العتاهیہ، مسلم بن الولید المعروف بہ صریح الغوانی اور ابو تمام قبولیت عام کا امتیاز حاصل کر چکے تھے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ برمکی خاندان کے ایک گوہر نایاب جعفر بن یحییٰ برمکی نے جو خود ایک بہت اچھا شاعر تھا ہندوستان سے آئے ہوئے اہل فکر و دانش سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ ہندوستان کے گپتا راجاؤں کے سکوں پر چوتھی صدی عیسوی سے ہی سنسکرت زبان کے اشعار کے اندراج کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہارون الرشید (۷۸۶ء تا ۶۸۰ء) کے دربار میں جعفر برمکی کے جاہ و منزلت میں دن دوئی رات چوگنی ترقی ہوتی جا رہی تھی چنانچہ ۷۹۲ء میں اُس کو صوبہ مغرب (افریقہ) کا والی مقرر کرنے کے بعد بھی خلیفہ نے اس کو اپنی مصاحبت سے دور کرنا نہ چاہا بلکہ جعفر برمکی کے قائم مقام کی حیثیت سے ایک دوسرے شخص کو افریقہ بھیج دیا۔ اسی زمانے میں برید (ڈاک) اور دار الضرب (ٹکسال) کے محکمے بھی جعفر برمکی کے سپرد کر دیے گئے۔

ہارون الرشید کے عہد تک اسلامی دراہم و دنانیر کی تسلیک میں کافی حُسن پیدا ہو گیا تھا لیکن ابھی تک کسی کو یہ خیال نہ آیا تھا کہ سکوں پر اشعار بھی درج کیے جاسکتے ہیں۔ یہ امتیاز جعفر برمکی کی قسمت میں تھا چنانچہ اُس نے ہندی علماء و حکماء کے ساتھ اپنے ربط و ضبط کے ذہنی پس منظر میں خلافت عباسیہ کے مسکوکات کو ایک عہد آفریں جہت سے روشناس کرایا۔ ہندوستان کے سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار کے اندراج کے نتیجے میں عباسی سکوں پر عربی اشعار درج کروانے کے ساتھ ساتھ جعفر برمکی نے عربوں کی بلند وصلگی اور اُن کے حیرت انگیز تمول کے پیش نظر دیناروں کو ان کے راج الوقت عام وزن اور سائز کے علاوہ سو سو دیناروں اور اُسی کی مناسبت سے غیر معمولی سائز میں مضروب کروایا۔

متذکرہ صدر عظیم دیناروں پر جعفر برمکی کے حکم سے ان کے ہر ایک جانب ایک ایک شعر درج کروایا گیا تھا۔ اخبار الخلفاء کا مصنف حارث بن ابی اسامہ راوی ہے کہ اُس نے بہ چشم خود ایسے

۱۔ تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد دکن صفحات ۷۰ تا ۷۳
 ۲۔ الذخائر والتحف مصنفہ قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی مطبوعہ کویت ۶۱۹۵۹ صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۵
 ۳۔ کتاب الوزراء والکتاب مولفہ ابو عبد اللہ محمد ابن عبدوس الجھشیاری۔ قلمی۔ کتب خانہ اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن۔ ورق ۱۵۱ الف۔

چار ہزار دینار جعفر برمکی کے مکان میں دیکھے تھے۔ یہ بھی قدرت کی ستم ظریفی تھی کہ یا تو جعفر برمکی کا آفتاب اقبال اپنی پوری تابانی کے ساتھ مملکت عباسیہ میں درخشاں تھا یا یکایک اُس کو گہن لگ گیا اور وہ ہارون رشید کا معتوب ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ جہاں تک موضوع کتاب کا تعلق ہے اس عظیم سانحہ سے مملکت عباسیہ کے سکوں پر عربی اشعار کے اندراج کی روایت کو شدید دھکا پہنچا۔ جعفر برمکی کی موت کے بعد تا حال دستیاب شدہ مواد کی روشنی میں ہمیں پھر کسی عباسی سکے پر اشعار نہیں ملتے اور یہ روایت بہ مصداق

عِ نَوْشِ دَرخِیدِ دَلِّ شَعَلَةٍ مُسْتَعِجِلٍ بُوَد
خود بہ خود ختم ہو گئی۔

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عباسی مملکت کا مرکز بغداد کمزور پڑتا گیا اور دور دراز کے صوبوں کے حکمران اپنے اپنے زیرِ اقتدار علاقوں میں علم بغاوت بلند کرنے لگے۔ اور آہستہ آہستہ اپنی باختیار سلطنتیں قائم کر لیں لیکن بہر حال انھوں نے مرکزِ خلافت سے کلیتہً انقطاع اختیار نہیں کیا بلکہ رسماً ہی سہی اپنے علیحدہ اجرا کردہ درہموں اور دیناروں پر اپنے نام کے ساتھ خلیفہ وقت کا بھی نام درج کرتے رہے اور خطبات میں بھی اس کے نام کو شامل رکھا۔ ایسی ہی نوزائیدہ سلطنتوں میں سے ایک سلطنت افریقہ میں بحیرہ روم کے جنوبی سواحل پر قائم ہوئی۔ یہ وہ علاقہ تھا جو آج کل تیونس کہلاتا ہے۔ اس سلطنت کا بانی ابراہیم بن الاغلب (سنہ ۸۰۰ تا ۸۱۳ء) تھا۔ وہ اور اس کے جانشین نہایت اولوالعزم اور بڑے روشن خیال تھے۔ انھوں نے اپنی بری و بحری قوتوں کو کافی ترقی دی۔ بحیرہ روم میں ان کے بیڑے دُور دُور تک چھاپے مارتے تھے۔ ایطالیہ، فرانس، کورسیکا، سارڈینیا کے سواحل اُن کے حملوں سے زح نہ سکے۔ انھوں نے صقلیہ (سیسیلی) اور مالٹا کو فتح کر لیا تھا۔

اس اعلیٰ خاندان کی حکومت کم و بیش سو سال تک قائم رہی اور پھر ایسی رقابتوں اور آنے والے حکمرانوں کی نااہلی اور فاطمیتین مصر کے حملے کے بعد ۹۰۹-۶۹ میں اس کا چراغ گل ہو گیا۔ اس خاندان کا آخری حکمران زیادۃ اللہ ثالث (سنہ ۹۰۳ء تا ۹۰۹ء) تھا اس زمانے میں جب فاطمیتین مصر کے خاندان کے بانی المہدی ابو محمد عبید اللہ نے اعلیٰ حکومت پر حملہ کیا تو زیادۃ اللہ نے تابِ مقاومت نہ پا کر

بغداد کے خلیفہ المکتفی باللہ کے پاس استمداد کے لئے اپنے قاصد بھیجے۔ ان قاصدوں کے ساتھ زیادۃ اللہ نے خلیفہ کی خدمت میں منجملہ دیگر بیش بہا تحائف کے ایسے ایک لاکھ دینار بھی تھے جن میں سے ہر ایک دینار کا وزن دس دینار کے مساوی تھا اور جن پر عربی زبان کے اشعار درج تھے۔ اعلیٰ خاندان کے آخری حکمران زیادۃ اللہ ثالث کے متذکرہ صدر تحائف کے بغداد پہنچتے پہنچتے قاہرہ کی فاطمی افواج نے اعلیٰ خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ کر اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اعلیٰ خاندان کے ان عظیم دیناروں کے بعد ایک اور عظیم الشان مثال بویہی خاندان کے حکمران فخرالدولہ ابوالحسن علی (۹۷۶ء تا ۹۹۹ء) کے دور میں نظر آتی ہے۔ جس کی حکومت رے ہمدان اور اصفہان کے علاقوں پر تھی۔ مشہور مورخ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ بویہی خاندان کے ایک نہایت با اختیار وزیر صاحب ابن عباد نے یکم محرم ۳۷۸ھ ۹۸۸ء کو ایک عظیم الشان دینار جو ایک ہزار دیناروں کے مساوی تھا اور جس کا وزن ایک ہزار مثقال تھا فخرالدولہ کے حضور بطور نذر پیش کیا۔ سکوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی آخری مثال ایران کے صفوی خاندان کے بانی اسمعیل اول (۱۵۰۲ء تا ۱۵۲۴ء) کے سکوے میں ملتی ہے جن پر مشہور دعائے ناد علی درج تھی۔ مگر یہ سکہ عام سائز اور وزن ہی کے تھے۔

۱۔ الذیل مصنف ابو محمد قرغانی

۲۔ ابن الاثیر۔ کامل۔ جلد نہم صفحہ ۴۱

سکوں پر فارسی زبان کے اشعار کا پس منظر

پچھلے ابواب میں سکوں پر سنسکرت اور عربی زبانوں کے اشعار کے اندراج کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ اب سکوں پر فارسی زبان کے اشعار کے اندراج کے پس منظر کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک نیز یورپ کے بھی کچھ حصے اقتدار اسلامی کے زیر نگیں آتے گئے لیکن مرکز اقتدار ابتداءً دمشق اور پھر بغداد ہی میں رہا۔ اس طرح اس سارے علاقے پر عربی زبان 'ادب' تہذیب اور ثقافت کی چھاپ نمایاں رہی عرب حکمرانوں نے یونانی 'رومی اور ہندی فلاسفہ کی تخلیقات کے عربی تراجم کے ذریعہ ان افکار تک رسائی کے لئے تمام دروازے عامۃ الناس کی خاطر پہلے ہی کھول دیئے تھے۔ مملکت اسلامی کی روز افزوں وسعت سے خود عرب مختلف ملکوں اور قومیتوں کے تہذیبی سرمائے سے روشناس ہوتے جا رہے تھے اور نتیجتاً اندر ہی اندر ایک ایسی ثقافت پرورش پاتی رہی جو عربی اور عجمی تہذیبوں کا ایک خوشگوار امتزاج تھی۔ عربوں کی رواداری اور حسن سلوک سے مختلف علاقائی عناصر میں خود اعتمادی اور آزادی رائے جیسے صحتمند رجحانات پروان چڑھنے لگے۔

عرب حکمرانوں کے اس مثبت ذہنی رویے کے نتیجے کے طور پر جہاں اسلامی یک جہتی کا ایک مخصوص رنگ نمایاں ہو رہا تھا وہیں اس کے بعض منفی اثرات بھی نمودار ہونے لگے، مختلف قومیتیں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں، اب اپنی ماقبل اسلام تاریخ، تہذیب، ثقافت اور ادب پر نظر ڈالنے لگیں۔ ادھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ عرب مرکز اقتدار میں کمزوری پیدا ہوتی جا رہی تھی تو ادھر قلمروئے اسلامی کے دور دراز علاقوں میں مرکز گریز تصورات جنم لے رہے تھے، چنانچہ دوسری صدی ہجری کے وسط سے پہلے ہی مغرب میں اسپین کی آزاد مسلم ریاست

قائم ہو چکی تھی۔ پھر مراکش میں ادریسیوں نے اپنی الگ حکومت کی بنا ڈالی جن کا جانشین تیونس کا اعلیٰ خاندان ہوا۔ مصر میں تیسری صدی ہجری کے اواخر میں فاطمین نے اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا ادرہ مشرق میں کردستان میں ذلفی، آذربائیجان میں ساجی، طبرستان میں علوی، خراسان میں طاہری، ایران میں صفاری، ماورالنہر میں سامانی اور ترکستان میں ایلمک خانی حکومتیں قائم ہوتی گئیں۔ سامانیوں کے بعد ان کے غلاموں نے غزنوی خاندان کی بنا ڈالی اور افغانستان نیز پنجاب کے بعض علاقوں تک اپنی سلطنت کو وسعت دیدی۔

خلافت عباسیہ کے انقراض و انتشار کے جس دور میں متذکرہ بالا چھوٹی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں ان سبھوں نے مرکز خلافت سے برائے نام ہی سہی یہ رشتہ قائم رکھا کہ اپنے اپنے سکوں پر خلیفہ وقت کے نام کا اندراج بھی جاری رہنے دیا اور خطبہ میں بھی برابر اس کا نام لیتے رہے۔ ان کا یہ عمل اس مصلحت پر مبنی تھا کہ اپنے اپنے حدود مملکت میں بسنے والے لاکھوں مسلم عوام میں ایک احساس اطمینان قائم رکھیں جن کی عقیدتیں جذباتی طور پر ادارہ خلافت سے وابستہ تھیں۔ اسی مصلحت اندیشی کی ایک عجیب و غریب مثال ہمیں چنگیز خاں (۱۲۰۶ء تا ۱۲۲۷ء) کے سکوں میں ملتی ہے۔ چنگیز خاں نے اپنی فتوحات کے دوران جن اسلامی علاقوں پر قبضہ کیا تھا وہاں اس نے اپنے ایسے سکے رائج کروائے تھے جن پر ایک جانب اس کا نام اور دوسری جانب عباسی خلیفہ وقت الناصر کا نام درج تھا۔ علاوہ ازیں ہلاکو خاں نے جو چنگیز خاں کا پوتا تھا اور جس کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کا چراغ گل ہو گیا، عباسیوں کے دارالخلافہ بغداد کو فتح کرنے کے بعد جو سکے جاری کئے ان پر آخری عباسی خلیفہ المستعصم کے نام کا اندراج جاری رکھا۔ مخفی مباد کہ یہ دونوں منگول حکمران مسلمان نہ تھے، انہوں نے مسکوکات پر اس احتیاط کو اس لئے ملحوظ رکھا کہ ان کی فتوحات سے جو زخم مسلم رعایا کے دلوں پر لگے تھے ان کا کچھ نہ کچھ مداوا ہو جائے۔

سطور بالا میں جن متفرق ریاستوں کے قیام کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا تعلق خلافت عباسیہ کی کمزوری اور عجمیوں کی سیاسی بیداری سے تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ عجم میں ایک ادبی نشاۃ ثانیہ کی تحریک بھی زور پکڑ رہی تھی جس کا ظہور فارسی اور ترکی زبان و ادب کی نشرو اشاعت کی کوششوں سے ہوا، فتوحات اسلامی کے بعد ویسے تو عجمیوں نے عربی رسم الخط اختیار کر لیا تھا لیکن

اندر ہی اندر ان کے دلوں میں اپنی قدیم زبانوں کے احیا کی آرزو انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ فارسی زبان میں ادب و شعر نے کافی ترقی حاصل کی اور قبول عام پایا۔ بعض مذہبی اور اخلاقی کتابیں بھی فارسی میں لکھی گئیں۔ گیارھویں صدی عیسوی یا پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں تو یہ دبی چنگاریاں شعلہ بن کر بھڑکنے لگیں۔ چنانچہ عربوں سے عناد اور نفرت کے انبار کی شدید ترین مثال کے طور پر فردوسی کے مندرجہ ذیل دو شعر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو
تغوی بر تو اے چرخ گرداں تغوی

اس دور میں جب کہ عربی شعر و ادب اپنی آن بان کھوتا جا رہا تھا، افق عجم پر عمر خیام، خاقانی، انوری، سعدی اور رومی جیسے درخشاں ستارے طلوع ہو رہے تھے لیکن مقام حیرت ہے کہ اس عہد میں بھی کسی حکمران کو اس بات کا خیال نہ آیا کہ سکوں پر فارسی اشعار درج کروائے اور بالآخر شہاب الدین محمد غوری کی فتوحات کے نتیجے میں دہلی میں خاندان غلاماں کی ایک مستحکم اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں آگیا، ان فاتحین کی زبانیں ترکی اور فارسی تھیں۔ علاوہ ازیں مذہبی پیشواؤں اور اولیاء اللہ کی ہندوستان میں آمد سے ان کا ایک مخصوص مگر وسیع حلقہ اثر بھی پیدا ہوتا گیا، فارسی شعر و ادب کے میدان میں بھی مسعود سعد سلمان اور امیر خسرو جیسی قد آور شخصیتیں نمودار ہو چکی تھیں، امیر خسرو نے تو دہلی کے دربار میں اپنے اعلیٰ مناصب پر فائز رہتے ہوئے کم و بیش سات بادشاہوں کا زمانہ پایا، مگر اس دور میں بھی نہ تو کسی حکمران کو یہ خیال آیا کہ سکوں پر فارسی شعر درج کروائے اور نہ ہی کسی بار سونخ شاعر نے اس طرف حکمرانوں کی توجہ مبذول کروائی۔ ان تمام بادشاہوں کے سکوں پر عربی زبان ہی میں ان کے نام، القاب، مقام ضرب اور سنہ تسلیک کا اندراج ہوا کرتا تھا تا آنکہ محمد تغلق کا دور آگیا۔

محمد تغلق (۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء) نے اپنی فتوحات کے ذریعہ سلطنت دہلی کو کافی

وسعت دی۔ اس نے دکن کے بہت بڑے علاقہ کو فتح کر لیا۔ اس بادشاہ کے سکوں پر بھی، عموماً عربی عبارات کا اندراج پایا جاتا ہے، لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس کے بعض سکوں پر فارسی عبارتیں بھی نظر آتی ہیں۔ اسلامی مسکوکات کی تاریخ میں یہ ایک خوش آئند اقدام تھا جس نے آگے چل کر سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی راہیں کھول دیں۔ محمد تغلق کے ان موخرالذکر سکوں پر فارسی زبان کی جو عبارتیں ملتی ہیں وہ نثری جملے ہیں۔ محمد تغلق کی جدت طرازیوں کے کئی واقعات مشہور ہیں جن میں سے پائے تخت سلطنت کی دہلی سے دولت آباد کو منتقلی سرفہرست ہے۔ محمد تغلق کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے چرمی سکے بھی رائج کئے تھے لیکن اب تک اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ محمد تغلق خود ایک بلند پایہ شاعر تھا جس کے بعض شعر سید محمد ہاشمی فرید آبادی نے اپنی تاریخ ہند میں نقل کئے ہیں مگر حیرت ہے کہ ایسی جدت طراز طبیعت رکھنے کے باوجود اسے یہ خیال نہ آیا کہ سکوں پر فارسی شعر درج کروائے۔

بہر حال یہ وہ پس منظر ہے جس میں فارسی ادب و شعر دنیا کے اسلام کے ایک بڑے حصے میں اپنی اہمیت منواتا جا رہا تھا اور وہ فضا تیار ہو رہی تھی جس میں فارسی شعر نے دنیا کے مسکوکات کی رونق دوبالا کر دی۔ ۷

سلاطین گجرات کے سکوں پر فارسی اشعار

سلاطین گجرات کے مورث اعلیٰ تاتار خاں نے جو فیروز شاہ تغلق کی طرف سے گجرات کا صوبہ دار تھا ۱۲۰۳ء میں علم بغاوت بلند کر کے اعلان خود مختاری کر دیا۔

سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کا فخر سب سے پہلے سلاطین گجرات کے ایک فرد محمد شاہ ثانی کو حاصل ہوا۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کی تاریخ کا بھی ایک مختصر جائزہ لیا جائے تاکہ وہ پس منظر سامنے آجائے جس میں اس حیرت انگیز روایت نے جنم لیا۔ سلطنت گجرات کے بانی تاتار خاں کے آباؤ اجداد ہندو راجپوت تھے بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان فیروز تغلق ایام شاہزادگی میں راجپوتانے کے علاقہ میں شکار کھیلنے آیا تھا۔ اسی دوران کسی مقام پر اسے دو نوجوان راجپوت بھائی نظر آئے جن کی صورت و سیرت سے متاثر ہو کر فیروز تغلق انہیں اپنے ساتھ دہلی لے گیا۔ ان دو بھائیوں میں جوہر قابل تو تھا ہی بادشاہ کی قربت اور شاہی محل میں پرورش اور تربیت سے ان کی شائستگی میں اور نکھار پیدا ہوا۔ فیروز تغلق کے حسن سلوک کے زیر اثر ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بلند سے بلند تر مناصب پر فائز ہوتے جا رہے تھے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی جس کا راجپوتی نام سہارن تھا وجیبہ الملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ وجیبہ الملک کا بیٹا تاتار خاں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس نے محمد شاہ کے لقب سے سلطنت گجرات کی بنا ڈالی ہے

نفسِ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ مطالعہ باعث دلچسپی ہے کہ تاتار خاں

کے مسلم مانیوٹس آف احمد آباد مولفہ ایم۔ اے۔ چغتائی مطبوعہ پونا ۱۹۴۹ء صفر ۲۷۔

کے آباد اجداد ہندو راجپوت تھے اور حسن اتفاق سے تانار خاں کو راجپوتانے سے متصل علاقہ گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا۔ راجپوتانہ اور گجرات ایسے علاقے ہیں جو کسی زمانہ میں عظیم گپتا مملکت میں شامل تھے اور گپتا راجاؤں کو ہی یہ امتیاز حاصل ہو چکا تھا کہ انہوں نے دنیا کے مسکوکات میں سب سے پہلے اپنے سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار درج کرائے تھے۔ گپتا مملکت اپنی وسعت دولت اور ثروت کی فراوانی نیز بیرونی ممالک سے تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے مشرق سے مغرب تک شہرت پا چکی تھی۔ گپتا راجاؤں کے خزانے زر و جواہر سے معمور تھے اسی لئے وہ اپنے سونے کے سکے جن پر اشعار بھی درج ہوا کرتے تھے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مضروب کر داتے رہے۔ چنانچہ آج تک دینوں کی صورت میں ان کے بے شمار سکے برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ ان دینوں میں سے کالی گھاٹ، بھرسار، جسور، الہ آباد، ہلی، تانڈہ، کوٹا، بستی حاجی پور اور بیانہ کے دینے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بیانہ کا آخر الذکر دینہ تو اپنی نظیر آپ ہے کیونکہ اس دینہ میں صرف گپتا راجاؤں کے دو ہزار سے زیادہ سونے کے سکے دستیاب ہوئے۔ اس دینے کی دریافت ۱۷ فروری ۱۹۲۶ء کو بمقام ناگلہ چھیلہ تعلقہ بیانہ سابق ریاست بھرت پور میں عمل میں آئی۔ ماضی قریب میں بھی دینوں کی اس بہ کثرت دریافت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ گپتا مملکت کے خاتمے کے بعد اس ڈیڑھ ہزار سال کے طویل عرصے میں ایسے کتنے ہی دینے برآمد ہوئے ہوں گے یہ ناممکن ہے کہ سابقہ گپتا مملکت کے حدود میں پروان چڑھنے والی نسلیں ان سکوں اور ان کے مندرجات سے نا آشنا رہیں ہوں، بالخصوص اعلیٰ متوسط طبقے کے راجپوت گھرانوں کا ان عظیم روایتوں سے ایک ذہنی ورثے کے طور پر واقف رہنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ سلاطین گجرات اور ان کے آباد اجداد نے گپتا راجاؤں کے ایسے سکے بحشم خود دیکھے ہوں۔ یہ تو تھا سلاطین گجرات کے سکوں پر اشعار کے اندراج کے ایک اندرونی محرک کا تذکرہ۔ لیکن اس نوبت پر ایک بیرونی محرک کا ذکر بھی از حد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پچھلے صفحات میں عرب و ہند کے صدیوں پرانے تعلقات کی مختصر تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ یہ تعلقات بالخصوص ہندوستان کے مغربی سواحل اور بلاد عرب کے درمیان بہت زیادہ گہرے تھے۔ گجرات میں مسلمان حکمرانوں کے آزادانہ اقتدار کے قیام کے بعد تو ان میں اور زیادہ ہم آہنگی پیدا ہو چکی تھی۔ ایران اور

بلاد عرب کے دانشور، علماء، حکماء اور فضلاً بڑی تعداد میں ہندوستان آ رہے تھے۔ ظاہر ہے ان کے تہذیبی ورثے کے نوادرات اور بیش بہا نمونے ان کے زاد سفر میں ضرور شامل رہے ہوں گے جن میں عربی فارسی اور ترکی ادب پاروں کی تعداد نمایاں مقام رکھتی ہوگی۔ اس دور تک عربی زبان کی بعض مستند تواریخ مثلاً ابو عبد اللہ محمد بن عبدوس الجھشیاری کی کتاب الوزراء والکتاب اور ابن الاثیر کی الکامل فی التاریخ اسلامی ممالک میں عام ہو چکی تھیں۔ ان کتابوں میں عباسی، اعلیٰ اور بویہ حکمرانوں کے دنیاروں پر مندرجہ اشعار کی تفصیلات مذکور ہیں۔ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کے دارالسلطنت ان کتابوں سے معمور تھے جیسا کہ سلاطین دہلی، سلاطین گجرات، سلاطین بہمنی وغیرہ کی علمی و ادبی سرپرستیوں کے تذکروں سے مبرہن ہوتا ہے۔ اس طرح سلاطین گجرات کا دنیا کے مسکوکات میں سکوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی روایت کے آغاز سے بخوبی واقف رہنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ لہذا گجرات کے حکمرانوں نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی جس حسین روایت کی بنا ڈالی اس کے ایک اور محرک کے طور پر عربی اثرات کو قبول کرنے میں ہم حق بجانب ہوں گے۔

سلاطین گجرات میں سے ابتدائی دو بادشاہوں محمد شاہ اور مظفر شاہ کا دور حکومت آپسی سازشوں کی نذر ہو گیا۔ تیسرے بادشاہ احمد شاہ (۱۲۱۰ء تا ۱۲۴۲ء م ۱۱۳۳ء تا ۱۱۶۶ء) کا عہد حکومت کافی طویل رہا اور اسی کے زمانے میں سلطنت گجرات کے حدود میں وسعت پیدا ہوئی اور دارالسلطنت احمد آباد کی بنیاد ڈالی گئی۔ مخفی مباد کہ احمد شاہ نہ صرف شعر کا ایک سٹھرا مذاق رکھتا تھا بلکہ وہ خود ایک اچھا شاعر تھا۔

احمد شاہ کے بعد محمد شاہ ثانی (۱۲۴۲ء تا ۱۲۵۱ء م ۱۱۶۶ء تا ۱۱۷۵ء) نے عنان اقتدار سنبھالی۔ اگرچہ اس بادشاہ کا زمانہ زیادہ طویل نہ رہا تاہم یہ ایک پرسکون دور تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کو مسکوکات سے زیادہ دلچسپی رہی ہوگی ذوق شعر تو اس کو اپنے باپ احمد شاہ سے ورثے میں ہی چکا تھا، چنانچہ اس حکمران نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج سے وہ عہد آفریں کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر دنیا کے مسکوکات میں اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔

محمد شاہ ثانی نے جو فارسی شعر اپنے سکوں پر درج کروایا تھا وہ حسب ذیل ہے

تابدار الضرب گردوں قرص مہر و ماہ بادی
سکہ سلطان غیاث الدین محمد شاہ بادی

اسی خاندان کے ایک اور بادشاہ بہادر شاہ (۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۶ء م ۹۳۲ء تا ۹۴۳ء م)
کے سکوں پر بھی فارسی شعر پایا جاتا ہے جس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ہر کراروی و رواجے بست بر سطح زمین
سکہ اقبال شاہ ہند دارو بر جسبیں

اس شعر کو کم و بیش تمام محققین نے صحیح طور پر پڑھا ہے البتہ ان کی آراء میں اس
شعر کے انتساب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر نے نیومسمیٹک سپلنٹ شمارہ XXXI
میں شائع شدہ اپنے آرٹیکل میں اس سکے کو شہنشاہ بابر سے منسوب کیا ہے۔ لیکن پروفیسر ہوڈی والا نے
اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سکے شہنشاہ بابر کا نہیں بلکہ بہادر شاہ والی گجرات کا ہے۔ پروفیسر ڈو
نے نیومسمیٹک سپلنٹ کے شمارہ XL میں شائع شدہ اپنے آرٹیکل میں یہ استدلال پیش کیا ہے کہ
ایسے سکے جن پر دارالضرب شہر مکرم محمد آباد (چمپانیہ) اور تاریخ تسلیک ۹۳۲ء تا ۹۴۰ء کا اندراج ہے
بہادر شاہ والی گجرات ہی کے ہیں اور کسی طرح بھی شہنشاہ بابر سے منسوب نہیں کئے جاسکتے کیونکہ بابر نے
گجرات میں قدم ہی نہیں رکھا۔ پروفیسر ہوڈی والا کا یہ استدلال نہایت قوی ہے اور اس سے اختلاف
کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بہادر شاہ کا آخری دور بڑی افراتفری میں گذرا شہنشاہ بابر یہ چاہتا تھا کہ بنگال گجرات
اور مالوہ کی ریاستوں کو مغلوب کر کے دکن میں داخل ہو لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی۔ بابر کے بعد
ہمایوں اس کا جانشین ہوا اور اس نے اپنے باپ کی خواہش کے مطابق گجرات پر حملہ کیا۔ گجرات کا بادشاہ
بہادر شاہ مغلوں کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور سراسیمگی کے عالم میں مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر پرتگیزیوں نے
جن کے جہاز پر اس نے پناہ لی تھی اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵۳۶ء کا ہے۔ گجرات کی سلطنت کا
چراغ وہیں گل ہو چکا ہوتا مگر ہمایوں کو یہ خبر ملی کہ شیر خاں افغان بغاوت کر کے دہلی کی طرف بڑھ رہا
ہے۔ ہمایوں نے سلطنت گجرات کی بیخ کنی کا ارادہ ترک کر کے شیر خاں افغان کی سرکوبی کے لئے
اپنی فوجوں کے ساتھ بہار کا رخ کیا اور اس طرح گجرات کی دم توڑتی ہوئی سلطنت کو سانس لینے کیلئے

کچھ اور موقع مل گیا۔ لیکن بہادر شاہ کے جانشینوں کی نااہلی اور آپسی رقابتوں کی وجہ سے اس عرصے میں حالات اور ابتر ہو گئے تا آنکہ ۱۵۷۲ء م ۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر نے اس خاندان کے آخری بادشاہ مظفر شاہ ثالث کو شکست دے کر گجرات کو سلطنت مغلیہ میں ضم کر لیا۔
 گجرات کے آخری بادشاہوں میں سے کسی کو نہ اتنا وقت ملا اور نہ یہ توفیق ہوئی کہ وہ اپنے پیشروں کی تقلید کر کے سکوں پر اشعار کے اندراج کی حسین روایت کو تازہ رکھتے۔

••

فاتحانہ داخلے کے موقع پر خود کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔

شاہ میر اور چک خاندانوں کے ادوار حکومت میں شاہ میر خاندان کا ابتدائی عہد نسبتاً شاندار اور مستحکم رہا ہے۔ شاہ میری حکمرانوں کو زائد از دو صدی حکومت کرنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں اس خاندان کے دوران حکومت میں محمد تغلق کے بعد دہلی میں بھی کوئی مستحکم حکومت قائم نہ رہی تھی جس سے کسی مداخلت کا خطرہ لاحق ہوتا۔ چنانچہ اس عہد میں شاہ میری حکمرانوں نے اپنی پوری توجہ سلطنت کے استحکام، اصلاح نظم و نسق کی طرف مبذول کر دی۔ ان حکمرانوں میں سلطان زین العابدین سرفہرست ہے جس کے زمانے میں زراعت، صنعت و حرفت اور اشاعت تعلیم کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی۔

جہاں تک علم و ادب کی سرپرستی اور شعرو سخن کی قدردانی کا تعلق ہے، یہ امر لائق توجہ ہے کہ شاہ میری اور چک خاندانوں کے حکمرانوں نے اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے بعض حکمران خود اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے کشمیر میں فارسی ادب و شعر کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا سلطان زین العابدین ایک اچھا شاعر تھا۔ اس کا لڑکا حیدر شاہ بھی شاعر تھا۔ زین العابدین علم و ادب کا بڑا سرپرست تھا اور پڑھے لکھے آدمیوں کی صحبت پسند کرتا تھا۔ نیران سے بحث و مباحثہ کرنے کا مشتاق رہتا تھا۔ زین العابدین کے دربار میں مشہور مصور ملا جمیل اپنے کمال فن کا مظاہرہ کر رہا تھا اور تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے دربار میں بھی پانچ کشمیری مصور موجود تھے۔ سلاطین کشمیر نے فن خطاطی کی بھی بڑی سرپرستی کی۔ کشمیر کی بعض مساجد اور مقبروں میں دیدہ زیب خط نسخ اور نستعلیق میں فارسی اور عربی کتبے پائے گئے ہیں۔

جہاں تک تجارتی سرگرمیوں کا تعلق ہے عہد وسطیٰ میں بھی کشمیر کی معاشی زندگی میں تجارت کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور اس سے حکومت کے مالیہ میں گراں قدر اضافہ ہوتا تھا

۱۵ کشمیر سلاطین کے عہد میں مرتبہ محسن، مترجمہ علی حاد عباسی مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۶۷ء

کشمیری مصنوعات اندرون ہند وادی کے علاوہ بنگال اور جنوبی ہند کے سوا اعلیٰ تبت میں لہاسہ چین میں پکنگ نیز ایران اور وسط ایشیا کے بازاروں میں مقبولیت حاصل کر چکی تھیں۔ خلافت عباسیہ کے دور میں بھی خاندان براہمہ کے تعلق سے کشمیر کے حوالے ملتے ہیں۔

موضوع کتاب کے تعلق سے یہ امر خالی از دہی نہیں کہ سلاطین کشمیر کے معاصر سلاطین گجرات نے پندرھویں صدی عیسوی کے وسط ہی سے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی ابتدا کر دی تھی۔ کشمیری تاجروں نے علاقہ گجرات میں ضرور ایسے سکے دیکھے بلکہ اپنے ساتھ کشمیر لے گئے ہوں گے جن پر فارسی شعر کا اندراج تھا اور سلاطین کشمیر نے ان سے ضرور واقفیت حاصل کی ہوگی اس کا بھی امکان ہے کہ مشرق وسطیٰ سے ثقافتی تعلقات کی بنا پر انہیں یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ہارون الرشید نیز اعلیٰ اور بویہ خاندانوں کے سکوں پر عربی اشعار درج کئے جاتے تھے۔ ان تمام عوامل کے پس منظر میں کشمیر کے شاہ میری خاندان کے حکمرانوں حسن شاہ اور فتح شاہ کے سکوں پر فارسی اشعار کا اندراج ایک منطقی بنیاد رکھتا ہے۔

حسن شاہ (۱۲۷۲ء تا ۱۲۸۶ء) کے اشرفیوں پر جو فارسی شعر درج ہے اس کو آر بی واٹ ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے جو درست نہیں ہے۔

نگین ملک خاتم سلیمان

حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطان

اس شعر کا تذکرہ علی حاد عباسی نے بھی کیا ہے مگر یہاں بھی اس شعر کا صرف پہلا مصرعہ غیر صحیح طور پر درج کیا گیا ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعہ کا تو انہوں نے ذکر ہی نہیں کیا۔ صحیح شعریوں ہے

نگین خاتم سلیمان

حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطان

۱۔ نیومسماٹک کرائیکل XIII سلسلہ پنجم دی گولڈ کرائیس آف دی سلطانی آف کشمیر صفحہ ۲۶۳، تحریر آر بی۔ واٹ ہیڈ
تذکرہ ڈاکٹر محمد ضیا الدین احمد شکیب، مقیم لندن نیز بامتان ڈبلیو ایچ صدیقی صاحب، ڈاکٹر آر کیا لوجیکل سروے آف انڈیا۔
۲۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں مترجم علی حاد عباسی صفحہ ۴۲۹۔ اعظم گڑھ ۱۹۶۷ء

فتح شاہ نامی شاہ میری خاندان ہی کے ایک اور حکمران کی اشرفیوں پر مندرجہ فارسی شعر کو بھی آر۔ بی
وائٹ ہیڈ نے یوں پڑھا ہے^{۱۶}

کبر مملکت کہ مہر دولت است
سکہ فتح شاہ سلطان است

یہاں وائٹ ہیڈ نے شعر کے پہلے مصرعے کو پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ خوشی کی بات
ہے کہ اس نے اشرفی پر مندرجہ شعر کے الفاظ جوں کے توں نقل کر دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں

ک ر کہ ل ت

س ت و

مملکت مھر د

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے وائٹ ہیڈ نے مندرجہ صدر الفاظ کو

کبر مملکت کہ مھر دولت است

پڑھا ہے۔ اس خواندگی سے نہ صرف یہ کہ مصرعہ ناموزوں ہو جاتا ہے بلکہ اس کے
کوئی معنی بھی برآمد نہیں ہوتے۔ اس اشرفی پر مندرجہ الفاظ کو بغیر کسی کمی بیشی کے صحیح طریقہ سے اس طرح
پڑھا جاسکتا ہے اور پورا شعر یوں ہوگا۔

مھر دولت کہ مملکت گیر است

سکہ فتح شاہ کشر است^{۱۷}

وائٹ ہیڈ کی ساری غلطی لفظ ”کشر“ کو ”کبر“ پڑھنے کا نتیجہ ہے جو اصل میں ”کبر“
نہیں بلکہ ”گیر“ ہے۔ مخفی مباد کہ سکوں کی ڈائی بناتے وقت مہر کن شوشوں اور مراکز کا خاص اہتمام ملحوظ
نہیں رکھتے۔ الفاظ کو حسن کارانہ انداز میں جہاں چاہتے تھے ڈائی پر کندہ کر دیتے تھے۔ اس لئے سیاق
و سباق کی موزونیت کے پیش نظر الفاظ کی صحیح نشست تک پہنچنے کی کوشش ضروری ہے۔

ان دونوں اشرفیوں پر مندرجہ اشعار کی تصحیح کے بعد انہیں شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

^{۱۶} نیو میا لک کرائیکل XIII سلسلہ پنجم دی گولڈ کوائنس آف دی سلطانس آف کشمیر صفحہ ۲۶۲ تحریر آر بی وائٹ ہیڈ
^{۱۷} فتح شاہ کے دور حکومت کے لئے ملاحظہ ہو کشمیر سلاطین کے عہد میں ”منزجہ علی حاد عباسی صفحہ ۲۵۴

عادل شاہی حکمرانوں کے سکوں پر اشعار

محمد تغلق کے آخری ایام حیات میں سلطنت دہلی کے مختلف علاقوں میں باغی امراء سر اٹھا لگے تھے اور اس طرح کئی صوبوں میں آزاد حکومتوں کے قیام کی داغ بیل پڑ رہی تھی۔ ان عناصر میں سب سے پہلے ابو الفتح ناصر الدین نے اسمعیل شاہ کا لقب اختیار کر کے دولت آباد میں اپنی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کیا لیکن تھوڑے ہی دن بعد ناصر الدین اسمعیل شاہ کو اس کے اپنے ساتھیوں میں ایک ابھرتے ہوئے نو عمر سردار حسن خاں الملقب بہ ظفر خاں کے حق میں اقتدار سے دست کش ہونا پڑا اور ظفر خاں نے علاء الدین بھمنشاہ کا لقب اختیار کر کے ۷۲۸ھ م ۱۳۲۷ء میں دولت آباد ہی میں بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو ۹۲۵ھ م ۱۵۳۸ء تک قائم رہی۔^۱

بہمنی سلطنت کا پہلا صدر مقام دولت آباد الملقب بہ فتح آباد تھا۔ بعد میں صدر مقام کو تبدیل کر کے گلبرگہ الملقب بہ احسن آباد کو مستقر بنایا گیا اور پھر گلبرگہ سے پایہ تخت بیدر کو منتقل کیا گیا جس کا نام محمد آباد رکھا گیا۔ شاہان بہمنیہ ابتداء ہی سے علم دوست رہے اور ان کے دربار میں بزرگان دین، علماء، فضلاء، حکماء، ادبا اور شعراء کی قدر افزائی ہوتی رہی چنانچہ بہمنیوں کے عہد ہی میں مشہور بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز دہلی سے دکن آئے۔ اسی زمانے میں شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر اسکندریہ سے ہندوستان آئے اور پھر گجرات سے ہوتے ہوئے گلبرگہ آکر یہیں کے ہو رہے۔ دربار تیموریہ کے ملک الشعراء شیخ آذری نے سلاطین بہمنیہ کی ادب نوازی اور فیاضی کی شہرت سُن کر دکن کا رخ کیا اور یہیں انہوں نے سلاطین بہمنیہ کے حالات ”بہمن نامہ دکنی“ کے نام سے نظم کئے۔

۱۔ ہسٹری آف میڈی ایل دکن مرتبہ پرونیس ہارون خاں شردانی جلد اول (شجرہ سلاطین بہمنیہ) شائع کردہ

حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء

علاوہ ازیں فارسی کے دو مایہ ناز شعراء خواجہ حافظ شیرازی اور ملا عبدالرحمن جامی کو بھی دربارِ بہمنیہ سے دعوت نامے بھیجے گئے تھے اور زبور بھی گزرائی گئی تھیں لیکن بوجہ چذیہ دونوں مشاہیر دکن نہ آسکے مختصراً یہ کہ بہمنی دربار میں زہد و ورع، علم و حکمت اور شعر و ادب کی خوب سرپرستی ہوتی رہی مگر موضوع کتاب کے تعلق سے یہ لکھتے ہوئے بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ بہمنی بادشاہوں کے سکولوں پر فارسی اشعار پائے نہیں جاتے حالانکہ ان کے معاصر سلاطینِ گجرات نے ۸۴۶ھ سے ۱۲۴۲ء سے ہی سکولوں پر فارسی شعر کے اندراج کی حسین روایت کی بنیاد ڈالی تھی۔

کم و بیش دو سو سال تک دکن میں حکومت کرنے کے بعد بہمنی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا اور ان کے قصر اقتدار کے کھنڈروں پر چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے محل تعمیر ہونے لگے۔ یہ حکومتیں سلطنتِ بہمنیہ کے حسب ذیل علاقوں میں قائم ہوئیں۔

۱۔ احمد نگر میں نظام شاہی

۲۔ گاولگرٹھ میں عماد شاہی

۳۔ بیدر میں برید شاہی

۴۔ بیجاپور میں عادل شاہی

۵۔ گولکنڈہ میں قطب شاہی

متذکرہ صدر حکومتوں کے منجملہ صرف عادل شاہی اور قطب شاہی حکمرانوں کے سکولوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں لہذا ان ہی کے تذکرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عادل شاہی سلطنت کا بانی یوسف عادل خاں تھا جو ایران سے ترک وطن کر کے سمندری راستہ سے دکن کے مغربی ساحل پر واقع بندرگاہ ڈابھول پر اتر آئے اور پھر وہاں سے بیدر جا کر بہمنی دربار میں رسائی حاصل کی۔ یوسف عادل خاں بہمنی سلطنت کے مشہور وزیر محمود گادان کے زیر سرپرستی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں جرات، ہمت اور فراست کے جوہر دکھا کر رفتہ رفتہ بیجاپور کے طرفدار (صوبہ دار) کے جلیل القدر عہدہ تک پہنچ گیا۔ محمود گادان کے قتل کے بعد بہمنی سلطنت کے زوال کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ اور امرا سے دربار کے دکنی گروپ اور ایران اور ترکستان سے آئے ہوئے آفاقیوں میں باہمی کشمکش تیز ہو گئی تھی۔ آفاقیوں کے سرخیل

یوسف عادل خاں اور سلطان قلی تھے اور دکنی عناصر کی رہنمائی ملک حسن طرفدار ضمیر (احمد نگر) کر رہا تھا۔ بظاہر یوسف عادل خاں اور سلطان قلی نے اس کشمکش میں نمایاں حصہ لینے سے احتراز کرتے ہوئے ایک طرح کا سکوت اختیار کر لیا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ اپنے اپنے علاقوں بیجا پور اور گول کنڈہ میں اپنے اثر و نفوذ کو استحکام بخشنے کی تیاریوں میں لگے رہے۔

بالآخر یوسف عادل خاں نے ۱۸۹۵ء م ۱۲۸۹ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ مسلم حکمرانوں کی روایات کے مطابق یوسف عادل خاں نے یوسف عادل شاہ کا لقب اختیار کر کے اپنے علاقہ بیجا پور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کے احکام تو صادر کر دیئے لیکن نہ جانے کیوں اس نے اپنے نام کے سکے جاری نہیں کئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ضروریات اور تجارتی لین دین میں ہمہنی بادشاہ کے سکوں کا چلن برقرار رہا اور یہ صورت حال نہ صرف یوسف عادل شاہ بلکہ اس کے بعد آنے والے تین جانشینوں اسمعیل عادل شاہ، ملو عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ اول کے زمانے تک قائم رہی البتہ اس سلسلہ کے پانچویں بادشاہ علی عادل شاہ اول نے اپنے نام کے سکے جاری کئے اور اس کے بعد اس کے جانشینوں ابراہیم عادل شاہ ثانی، محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ نے اپنے اپنے ناموں کے سکوں کی اجرائی کا سلسلہ قائم رکھا۔

جہاں تک سکوں پر شعر کے اندراج کا تعلق ہے، ہمیں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے سکوں پر ایک شعر ملتا ہے۔ جو اپنی نوعیت کا واحد شعر ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد تک دکن میں ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ ادھر بیجا پور میں نصرتی اور ہاشمی جیسے باکمال شعرا اس نئی زبان میں جو عربی، فارسی اور دکن کی کنڑی، مرٹی اور تیلگو زبانوں کے حسین امتزاج سے پروان چڑھ رہی تھی اپنے کمال فن کا مظاہر کر رہے تھے تو ادھر عن اسی زمانے میں گولکنڈے کے قطب شاہوں کی سرپرستی میں اسی زبان کا ایک نیاروپ ابھر رہا تھا۔ یہ زبان دکنی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس میں جو شاہکار تخلیق ہوئے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی خود دکنی کا ایک بلند پایہ شاعر تھا اور اس کو شعر و ادب، موسیقی اور مصوری کا خاص ذوق و دیعت ہوا تھا، اس بادشاہ کو لفظ ”نورس“ سے خاص دلچسپی تھی چنانچہ اس نے اپنی ایک تصنیف کا نام جو فن موسیقی کے بارے میں ہے ”نورس“ رکھا تھا، بیجا پور کے نواح میں ابراہیم عادل شاہ نے ایک نیا شہر بسایا تھا جس کا نام بھی ”نورس“ رکھا گیا تھا۔ موضوع کتاب کے تعلق سے یہ امر

باعث دلچسپی ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنی تین تین تولے کی سونے کی اشرفیوں کا نام نہ صرف ”نورس“ رکھا تھا بلکہ ان اشرفیوں پر حسب ذیل شعر درج کروایا تھا۔

نورس مھر عادل شاہی
جگت گرو داد الھی

شہنشاہ اکبر کے ایلچی اسد بیگ نے جب بیجاپور کا دورہ کیا تھا تو اپنی دلچسپی پر اس نے دیگر تحایف کے علاوہ ایسی چند اشرفیاں بھی اپنے ساتھ رکھیں اور انہیں اکبر کے حضور میں پیش کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے بعد اس کے جانشین محمد عادل شاہ نے بھی سکوں پر شعر کے اندراج کی روایت برقرار رکھی لیکن اس کے سکوں پر مندرجہ شعر فارسی زبان کا ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے

جہاں زایں دو محمد گرفتہ زینت و جاہ
یکے محمد مرسل دوم محمد شاہ

مندرجہ بالا شعر محمد عادل شاہ کی سونے کی چھوٹی اشرفیوں نیز اس کے تانبے کے سکوں پر پایا جاتا ہے۔ محمد عادل شاہ کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی اپنے سکوں پر اشعار درج نہیں کروائے

لے ہسٹری آف میڈی اول دکن مرتبہ پروفیسر بارون خاں شروانی جلد دوم صفحات ۴۴۲۔۴۴۳ شائع کردہ حکومت

آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء

قطب شاہی حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی ترکوں کے "قراویونلو" قبیلے سے تعلق رکھتا تھا جس کی حکومت ترکستان (آرمینیا، اذربائیجان) میں قائم تھی۔ قراویونلو قبیلے پر جب آق قویونلو قبیلہ غالب آگیا تو مفتوح قبیلے کے ارکان منتشر ہو گئے۔ انہی میں سے سلطان قلی اور اس کے چچا اللہ قلی نے ہندوستان کا رخ کیا اور پھر بیدر میں بہمنی دربار تک رسائی حاصل کر لی، وہیں آٹا ترکستان میں قسمت نے پھر اس قبیلے کی یاوری کی اور وہاں دوبارہ قراویونلو برسرِ اقدام آگئے۔ اللہ قلی اپنے بھتیجے کے ساتھ وطن مالوف کو لوٹ جانا چاہتا تھا لیکن سلطان قلی نے جس کو محمد شاہ ثالث بہمنی کا بھرپور اعتماد حاصل ہو چکا تھا اپنے چچا کی تجویز نہ مانی اور دکن ہی میں رہنا پسند کیا سلطان قلی رفتہ رفتہ ترقی کر کے محمود شاہ بہمنی کے دور میں تلنگانہ بشمول گول کنڈے کا طرفدار (صوبہ دار) بن چکا تھا۔

اگرچہ سلطان قلی کو قطب شاہی سلطنت کا بانی قرار دیا جاتا ہے اور عملاً وہ اس سلطنت کا بانی ہے بھی لیکن اس کی رگ و پے میں سلاطین بہمنیہ کی وفاداری اس قدر رچ بس گئی تھی کہ اس نے اپنے آخر دم تک رسمی طور پر اپنی خود مختاری کا اعلان نہیں کیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کے بعد جمشید سبجان اور ابراہیم قطب شاہ اس کے جانشین ہوئے۔ چونکہ ان حکمرانوں کے آباؤ اجداد کا تعلق آرمینیا، اذربائیجان اور ایران سے تھا اس لئے ان کو فارسی شعر و ادب سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ نیز دکن میں بہمنی سلطنت نے علم و حکمت، ادب و شعر کی جو سرپرستی کی تھی ان روایات سے

لے ہسٹری آف میڈی ایول دکن مرتبہ پروفیسر بارون خاں شروانی جلد اول صفحات ۲۱۵-۲۱۶ شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش
۱۹۶۳ء

بھی قطب شاہی حکمرانوں کی ادب نوازی کا تانا بانا تیار ہونے میں بڑی مدد ملی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ جمشید قلی قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ اور محمد قطب شاہ نہ صرف شعر و ادب کے سرپرست بلکہ خود بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

بیجاپور کی طرح گول کنڈے میں بھی قطب شاہوں کے زمانے میں عربی، فارسی، ترکی، جیسی بیرونی زبانوں اور تیلگو، مرہٹی، کنڑی جیسی مقامی زبانوں کے امتزاج سے دکنی زبان کا ایک اور روپ ابھر رہا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اس نومولود زبان کا نمایندہ شاعر قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ قلی قطب شاہ کا مندرجہ ذیل شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

پیاباج پیالہ پیاجائے نا
پیاباج اک پل جیاجائے نا

محمد قلی قطب شاہ کے دور ہی میں گول کنڈے میں وہ پہلا سکہ مضروب ہوا جس پر مندرجہ ذیل فارسی شعر درج ہے

تعمیر وہ فلوس شاہی
پیوستہ بلغنت الہی

سلطان محمد شاہ ثانی والی گجرات (۱۸۲۶ء تا ۱۸۵۵ء م ۱۸۲۲ء تا ۱۸۵۱ء) نے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی حسین روایت کا آغاز تو کر ہی دیا تھا لیکن کم و بیش ایک صدی تک کسی اور خاندان سے میں اس روایت کی تجدید عمل میں نہیں آئی تھی۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانے میں محمد قلی قطب شاہ نے اپنے سکوں پر فارسی شعر درج کروایا عین اسی زمانے میں دہلی کے سلاطین مغلیہ میں شہنشاہ اکبر اور ایران کے صفویوں میں اسمعیل دوم اور محمد خدا بندہ کے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی ابتدا ہو چکی تھی۔ شاہان قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کے سکوں پر فارسی شعر درج ہے لیکن اس کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی اس روایت کو برقرار نہیں رکھا۔

۱۔ تاریخ گول کنڈہ معتمد عبدالہدی مدنی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد صفحات ۲۸۳ — شاخ کردہ سلسلہ
مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ ۲۹۶ طبع دوم ۱۹۶۳ء

سلاطین مغلیہ کے سکوں پر فارسی اشعار

شہنشاہ اکبر | اس کتاب کی تمہید میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شہنشاہ اکبر اپنے باپ شہنشاہ ہمایوں کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء م ۹۶۳ تا ۱۰۱۲ھ رہا۔ اس نے باپ اور دادا ہمایوں اور بابر سے ایک مستحکم سلطنت پائی، نیز اُسے شہنشاہ سوری جیسے مُدبّر حکمران کا قلم کردہ ایک مضبوط انتظامی ڈھانچہ اور ٹوڈرل جیسا ایک باصلاحیت وزیر بھی ملا تھا۔ اکبر سے پہلے ہمایوں اور بابر کے سکے وضع قطع نیز سائز اور وزن میں ماوراء النہر کے شاہِ رُفعی سکوں سے مماثلت رکھتے تھے۔ ان پر ایک جانب کلمہ طیبہ اور چاروں خلفائے راشدین کے نام اور دوسری جانب بادشاہ کا نام، اس کے القاب، سنہ ضرب اور دارالضرب کے نام کا اندراج ہوا کرتا تھا۔ اپنے دور حکومت کے ابتدائی چند سال تک اکبر نے اپنے سکوں پر وہی اندراجات جاری رکھے، البتہ ان میں جو نمایاں تبدیلی ہوئی وہ سکوں کے وزن سے تعلق رکھتی ہے۔ بابر اور ہمایوں کے سکوں کا سائز کم و بیش ایک انچ اور ان کا وزن تقریباً دس گرین ہوا کرتا تھا۔ اکبر نے اپنے سکوں کا سائز تو وہی رکھا مگر ان کے وزن میں تقریباً ڈھائی گنا اضافہ کر دیا۔ اکبر کے سکے بابر اور ہمایوں کے پتلے سکوں کے مقابلے میں کافی دبیز ہیں۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ اکبر نے اپنے مسکوکات میں یہ تبدیلی شہنشاہ کے سکوں کے پیش نظر کی ہوگی۔

ابوالفضل کا بیان ہے کہ اکبر نے ایسے بڑے سکے بھی مضروب کروائے جن کا وزن ایک سو تو لے، پچاس تو لے اور پچیس تو لے تھا۔ محمد ہاشم خانی خاں بیاں ہے کہ اکبر نے سو تو لے سے لے کر پانچ سو تو لے تک وزن کی اشرفیاں مضروب کروائی تھیں۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق ان بڑے سکوں پر ایک جانب کلمہ طیبہ اور اس کے نیچے ”وإن اللہ ینزق من یشاء“

بغیر حساب“ درج تھا اور اس کے گرداگرد خلفائے راشدین کے اسماء لکھے تھے۔ اور دوسری جانب بادشاہ کا نام اس کے القاب اور دارالضرب کا نام تھا۔ ابو الفضل یہ بھی کہتا ہے کہ ان سکوں کی ڈائی مقصود جہر کن نے تیار کی تھی وہ آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ بعد میں جب یہ کام علی احمد جہر کن کے سپرد ہوا تو اس نے کلمہ طیبہ کے نیچے افضل دینا ینفقہ الرجل دینا ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ کا اضافہ کیا اور دوسری جانب بھی بادشاہ کے القاب میں مزید ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ ابو الفضل یہ بھی لکھتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ سب عبارتیں موقوف کر دی گئیں اور ان کے بجائے ہر دو جانب فیضی کی ایک ایک رباعی درج کی جانے لگی اور رباعی کے وسط میں ایک جانب ”اللہ اکبر جل جلالہ“ اور دوسری جانب کے وسط میں الہی ماہ و سال کا اندراج کیا جانے لگا۔ ابو الفضل کے بیان کے مطابق سو تولے کے سکے کا نام ’سہنسہ‘ پچاس تولے کے سکے کا نام ’رہس‘ اور پچیس تولے کے سکے کا نام ’آتمہ‘ تھا۔ خانی خاں نے اپنے بیان کردہ سو تولے سے پانچ سو تولے تک وزن کے سکوں کے نام نہیں بتائے ہیں۔

ان عظیم الشان سکوں کی جو تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں وہ ان بلند پایہ مورخین کی فراہم کردہ ہیں جنہوں نے ہجرت خود ان سکوں کو دیکھا اور بتا تھا۔ خانی خاں مورخین کی صف میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور ابو الفضل تو مورخ کی حیثیت سے بہت بلند مرتبے کا حامل اور ایک دانشور مفکر عالم مدبّر اور سیاست داں تھا۔ آئین اکبری میں نظم و نسق سلطنت اور دروبست مملکت کے تعلق سے اس کی ہبیا کردہ تفصیلات آج بھی ماہرین شماریات سے خراج تحسین حاصل کرتی ہیں لیکن مقام حیرت ہے کہ مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ ایٹلی لین پول کی نظر میں ”ابو الفضل کا کام مشرقی مورخین کی نااہلی کی ایک اور مثال ہے“ ایٹلی لین پول نے اپنے اس ناشائستہ ریمارک کے ذریعہ نہ صرف ابو الفضل بلکہ مشرق کے ایسے تمام مورخین کی توہین کی ہے جن کے کارنامے آج بھی مشرق و مغرب میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں

۱۔ النقود الاسلامیہ سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن صفحہ ۱۸۱۔ بحوالہ آئین اکبری۔

ابوالفضل پر اسٹیلی لین پول کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس نے اکبری عہد کے سکوں کی ایک طویل فہرست تو دے دی ہے مگر ان سکوں کی امتیازی خصوصیات کا ذکر نہیں کیا جن کے بغیر ان سکوں کی شناخت نہیں کی جاسکتی۔ اس ماہر مسکوکات نے یہ نشان دہی بھی کی ہے کہ ابوالفضل کے بیان کردہ بیشتر اقسام کے سکے کسی بھی میوزیم میں نہیں پائے جاتے نیز یہ کہ بہت سے ایسے سکے جو عجائب خانوں میں دستیاب ہیں ان کا ذکر ابوالفضل نے نہیں کیا ہے۔

جہاں تک اسٹیلی لین پول کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ ابوالفضل کے بیان کردہ بہت سے سکے اس وقت کسی میوزیم میں نہیں پائے جاتے، اپنے اندر کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا کیونکہ تین چار صدیوں کے اس طویل عرصہ میں ان تمام طلائی و نقرہ سکوں کا بحفاظت عجائب خانوں تک پہنچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ بالعموم ایسے سکے گلا کر زیورات میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ محض بخت و اتفاق کی بات ہے کہ کسی خاندان کے ذخیرہ نوادرات میں ان کے کچھ نمونے محفوظ رہ جائیں۔ اس لئے محض اس بنا پر کہ ابوالفضل کی دی ہوئی فہرست کے بیشتر سکے آج دستیاب نہیں ہوتے اس کے بیان کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنا اور اس پر غیر صحیح ہونے کا الزام عائد کرنا قرین انصاف نہیں ہو سکتا۔ ابوالفضل کی دی ہوئی فہرست پر اسٹیلی لین پول کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ”بعض ایسے سکے بھی عجائب خانوں میں پائے جاتے ہیں جن کا تذکرہ ابوالفضل نے نہیں کیا ہے۔ اپنے اس اعتراض کے ثبوت میں اس نے برٹش میوزیم لندن میں محفوظ پانچ تولے کی ایک اشرفی کا ذکر کیا ہے جو بقول اس کے ابوالفضل کی فہرست میں درج نہیں ہے یہ امر تعجب خیز ہے کہ اسی اسٹیلی لین پول نے جس نے مشرق کے مورخین پر علی العموم اور ابوالفضل پر علی الخصوص بانگ دہل نا اہلی کا الزام عائد کیا ہے اپنے اس اعتراض کے ذریعہ خود اپنی بے بضاعتی کا ثبوت پیش کر دیا ہے، چونکہ ہمارے مشرقی آداب علمی تحقیق کے میدان میں کسی کی لغزش کو اس کی نااہلی پر محمول کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس لئے ہم جملہ مغربی محققین کو کجا خود اسٹیلی لین پول پر اس کی فروگزاشتوں کو اس کی نااہلی قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال اس خصوص میں اسٹیلی لین

۱۷ دی کوئٹس آف دی مغل ایمپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹیلی لین پول انٹروڈکشن صفحہ XXXII

۱۷ ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۱۱ سکے نمبر ۲۳

پول نے جو غلطی کی ہے اُس کی بصراحت صحیح از بس ضروری ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابو الفضل نے بصراحت سو تو لے کی اشرفی "سہنہ" کا ذکر کرتے ہوئے اس کی ذیلی تقسیم کی تفصیلات بھی بتلائی ہیں۔ ابو الفضل کہتا ہے کہ سہنہ کے آٹھویں حصے، دسویں حصے، بیسویں حصے اور چھبیسویں حصے کے مماثل بھی اشرفیا بنوائی گئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ سو تو لے کا بیسواں حصہ پانچ تو لے ہی ہوگا، اور یہی وہ اشرفی ہے جو اسٹیلی لین پول نے برٹش میوزیم میں دیکھی اور جس کو اپنے مرتب کردہ کیٹلاگ میں تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ اسٹیلی لین پول نے اگر آئین اکبری کا بنظرِ فائز مطالعہ کیا ہوتا تو اُسے ابو الفضل پر اس بے بنیاد الزام تراشی کی جسارت نہ ہوتی۔

اسٹیلی لین پول کے پہلے اعتراض کے اس حصے کو جس میں ابو الفضل پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ابو الفضل نے سکوں کی ایک طویل فہرست تو دے دی لیکن ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر نہیں کیا جن سے سکوں کی شناخت میں سہولت ہو سکتی ایک خاص زاویہ نگاہ سے غور کرنے کے قابل ہے۔ اس سلسلہ میں اسٹیلی لین پول اور ابو الفضل دونوں کی حیثیتوں کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ اسٹیلی لین پول ایک ماہر مسکوکات قدیمہ ہے اس نے برٹش میوزیم اور دیگر عجائب خانوں میں محفوظ سینکڑوں حکمران خاندانوں کے لاکھوں سکوں کا معائنہ کر کے ان کے درجنوں کیٹلاگ مرتب کئے ہیں۔ اسٹیلی لین پول کے عہد تک مسکوکات قدیمہ کی تحقیق ایک سائنٹیفک علم کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اور اس علم کی پیشرفت کے لئے نئے نئے معیارات قائم کئے جا چکے تھے۔ سکوں کی نہایت باریک بینی سے پیمائش کی جاتی تھی، ان کی ضخامت اور ان کا وزن معلوم کیا جاتا تھا۔ سکوں میں استعمال شدہ دھاتوں کی لطافت اور کثافت کا تعین کیا جانے لگا تھا۔ الغرض مسکوکات قدیمہ کی تحقیق و تفتیش میں اٹھائے جانے والے تمام ممکنہ سوالات کو حل کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ اس کے بالمقابل ابو الفضل جس کا عہد اسٹیلی لین پول سے کم و بیش تین صدی پیشتر کا ہے کوئی ماہر مسکوکات قدیمہ نہ تھا اور اس کے ذمے کسی میوزیم میں محفوظ سکوں کے کیٹلاگ کی ترتیب نہ تھی۔ وہ تو ایک مدبّر، مُفکر، دانشور اور مورخ تھا۔ اُسے تو شہنشاہ اکبر کی وسیع و عظیم مملکت کی تاریخ لکھنی تھی۔ ابو الفضل کا کینویس کسی عجائب خانہ کے کینیٹ میں محفوظ سکوں تک محدود نہ تھا بلکہ

لے آئین اکبری مصنفہ ابو الفضل مرتبہ سید احمد خاں جلد اول صفحہ ۱۔

اس کی پنہائیوں میں تو سلطنت مغلیہ کے نظم و نسق، اس کے موارد و مصادر، انتظامیہ و عدلیہ، افواج و عمل اور دیگر امور داخلہ کے علاوہ بیرونی ممالک سے مخصوص روابط بشمول تجارت، صنعت و حرفت وغیرہ جیسے اہم شعبہ جات شامل تھے۔ وہ تو ابو الفضل کا احسان ہے کہ اس نے اکبری عہد میں راج ان سکوں کی بھی کچھ تفصیلات مہیا کر دی ہیں جو اس نے خود دیکھے اور برتے تھے۔ اس طرح ابو الفضل کی دی ہوئی فہرست مسکوکات پر اسٹیلی لین پول کے اعتراضات بے وزن ہو جاتے ہیں۔

شہنشاہ اکبر کے عہد میں اجراء شدہ سکوں میں جو تدریجی تبدیلیاں آتی گئیں ان پر بھی ایک طاثرانہ نظر دھسی سے خالی نہ ہوگی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتداءً اکبر اپنے سکوں پر اپنے باپ دادا کی تقلید میں ایک جانب کلمہ طیبہ اور خلفائے راشدین کے اسماء اور دوسری جانب اپنا نام لقب سنہ تسلیک اور مقام ضرب درج کر داتا رہا اور یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ بالآخر ۱۵۸۲ء م ۹۹۲ھ میں اکبر نے اپنے سکوں پر ہجری سنہ کے بجائے الہی سنہ کے اندراج کا حکم صادر کیا جو اس کی تخت نشینی کی تاریخ سے حساب لگا کر شمسی سال کے مطابق انتیسواں سنہ الہی قرار پایا۔ اس کے بعد سکوں کے ہر دو جانب کی عبارتوں میں بھی رد و بدل کیا گیا۔ اب سکوں کی ایک جانب ”اللہ اکبر“ اور دوسری جانب ”جل جلالہ“ یا ایک جانب ”اللہ اکبر جل جلالہ“ اور دوسری جانب الہی مہینہ اور سنہ درج ہونے لگے۔

سکوں پر روایتی عبارتوں کے اندراج میں متذکرہ صدر تبدیلی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کم و بیش پچیس تیس سال تک سلاطین ماسبق کی تقلید میں جس انداز کے سکے اجراء ہوتے رہے ان میں تغیر اچانک نہیں ہو سکتا۔ اس کا پس منظر معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شہنشاہ اکبر کے خیالات میں جو آہستہ آہستہ تبدیلی رونما ہوتی گئی اس کا جائزہ لیا جائے۔ مغل سلاطین میں اکبر ایک متنازعہ شخصیت رہا ہے۔ کسی نے اکبر کو خلیفۃ اللہ، خلیفۃ الزماں، مفترض الطاعت اور امام عادل لکھا ہے تو کسی نے اس کو مرتد قرار دیا ہے۔ اکبر جس وقت اپنے باپ صہابیوں کا جانشین بنا، اس کی عمر صرف چودہ سال تھی لیکن اس کی خوش بختی تھی کہ اس کو بیرم خاں جیسا سرپرست ملا جو مغل فوجوں کا سالار اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ سلطنت مغلیہ کا وزیر اعظم بھی تھا۔ اکبر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہندو باغی جنرل ہمیو کو پانی پت کے میدان میں شکست دینے کا سہرا بیرم خاں ہی سر ہے

ہمایوں کی جلاوطنی کے بارہ سال کے عرصے میں باپ سے دور رہنے کی وجہ سے اکبر باقاعدہ تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ اُس کے چچاؤں نے اس کو بجاظمت تو رکھا مگر اس کی ذہنی نشوونما کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا لیکن چونکہ اکبر کو مبدار فیاض ذہن و ساعطا ہوا تھا اسی لئے وہ اپنی تمام کوتاہیوں پر بہ آسانی قابو پاتا گیا اور تعلیم سے محرومی کی تلافی کر دی۔ اکبر کے بیٹے جہانگیر نے لکھا ہے کہ اگرچہ اکبر نے کبھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا لیکن کانوں سے سُن کر اس نے دینی اور دنیوی علوم میں وہ ملکہ حاصل کر لیا تھا کہ اکبر کے سخت ترین مخالف بھی تلاش و تحقیق کے میدان میں اس کے جوش و جذبے نیز مذاہب کے تقابلی مطالعے سے اس کی دلچسپی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اکبر نے بیرم خاں کی سرپرستی میں مملکت کے مہمات امور میں کافی درجہ حاصل کر لیا تھا اور اس کی عسکری صلاحیتیں بھی منظر عام پر آنے لگی تھیں۔ اب اکبر نے عنانِ اقتدار خود ہی سنبھال لی تھی۔ اور اس کے بعد اس کی فتوحات کا ایک شاندار سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اکبر نے ۱۵۵۸ء میں گوالیار ۱۵۵۹ء میں جون پور اور رتھمبور ۱۵۶۱ء میں مالوہ ۱۵۶۲ء میں برہان پور اور ۱۵۶۷ء میں چتوڑ پر اپنی کامرانی کے علم لہرا دیئے تھے۔ بیرم خاں مسلکاً شیعہ تھا جس کا نہ صرف مغل دربار میں اچھا خاصہ حلقہ (لابی) تھا بلکہ ایران کے حکمران صفوی خاندان سے بھی اس کے خاص روابط تھے۔ ایران شہ دہلی کا تخت دوبارہ حاصل کرنے کی مہم میں ہمایوں کی جو مدد کی تھی اس کی وجہ سے مغل نہ صرف صفوی خاندان کے منت پذیر تھے بلکہ اس تعلق سے ایران کو مغلوں پر ایک طرح کی بالادستی حاصل تھی چنانچہ ۱۵۵۶ء میں جب اکبر بیرم خاں کی سرپرستی میں اپنے باپ ہمایوں کا جانشین ہوا تو ایران کے حکمران وقت شاہ طہماسپ اول نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ اکبر کی جانشینی کی توثیق کی۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ اکبر اپنے موقف کے استحکام کی راہ میں بیرم خاں کو حایل سمجھ کر اس سے گلو خلاصی چاہتا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیرم خاں حالات کا بدلتا ہوا رخ دیکھ کر ہی ۱۵۶۰ء میں حج بیت اللہ کے ارادے سے روانگی کی اجازت چاہی ہو۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دارالسلطنت سے روانہ ہونے کے بعد اٹانے راہ میں علاقہ گجرات میں بیرم خاں کو قتل کر دیا گیا

اکبر کے دربار میں سب سے طاقتور حلقہ سُنی علماء کا تھا کیونکہ مغلیہ سلطنت میں مسلمانوں کی اکثریت سُنی العقیدہ تھی۔ ان کے بعد شیعہ مجتہدین کا ایک مخصوص مقام تھا۔ جنہیں ایران

کی سرپرستی حاصل تھی۔ تیسرا حلقہ ہندوؤں کا تھا جو بظاہر بے ضرر لیکن مملکت کی عظیم اکثریت کا نمایندہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا۔ اکبر ایک ہوش مند اور دور اندیش حکمران تھا اور اس کی نظر بساط سلطنت کے ہر گوشے پر نہایت گہری تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کہ عالم اسلام کی بالادستی حاصل کرنے کے لئے دو بڑی طاقتیں اٹری چونی کا زور لگا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک تھے ترک اور دوسرے ایران کے صفوی۔ ایران کے مقابلہ میں ترکوں کا پلہ بھاری تھا۔ اور انہوں نے بلاد عرب اور بعض آفریقی علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ ایران میں صفوی خاندان بھی اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا تھا، لیکن بالآخر ترک اپنے سنی العقیدہ ہونے کی وجہ سے مسند خلافت پر متمکن ہو گئے اور خلیفۃ المسلمین کہلانے لگے۔ ترکوں کے اثر و رسوخ میں اضافے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت خلافت کے ادارے سے ایک گہرا نفسیاتی لگاؤ رکھتی تھی۔

جہاں تک ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کا تعلق ہے انہوں نے ابتدا ہی سے خلیفہ وقت کی بالادستی کو تسلیم کر لیا تھا چنانچہ سلطان شمس الدین التمش کے سکوں پر عباسی خلفاء الناصر اور المستنصر کے نام پائے جاتے ہیں۔ رکن الدین فیروز شاہ اور سلطان رضیہ کے سکوں پر بھی خلیفہ المستنصر کا نام ملتا ہے۔ علاء الدین مسعود ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن کے سکوں پر آخری عباسی خلیفہ المستعصم کا نام پایا جاتا ہے۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ ۶۵۶ھ م ۱۲۵۸ء میں خلافت عباسیہ کا چراغ گل ہو جانے کے باوجود ہندوستان کے مسلم حکمران اپنے سکوں پر خلفائے فاطمیین مصر کے نام اولاً درج کرواتے رہے اور خلافت سے ذہنی وابستگی کا یہ سلسلہ علمی، تعلق، سادات اور لودھی حکمرانوں کے عہد تک بھی جاری رہا، اس کا ثبوت ان سلاطین کے سکوں پر ”خلدت خلافتہ“ جیسے اندراجات سے ملتا ہے۔

اس پس منظر میں شہنشاہ اکبر کے روبرو اپنے مستقبل کے تحفظ کے واسطے

تین راستے تھے۔

۱۔ ترکوں کو خلیفہ المسلمین مان کر ان کی بالادستی کو تسلیم کر لینا

۲۔ ایران کے صفوی خاندان سے تعلقات استوار کر لینا کیونکہ بابر کے ابتدائی ایام

پریشانی میں ایران نے اس کی مدد کی تھی اور بابر نے شاہ اسماعیل صفوی کے لئے اپنے اظہارِ تشکر

کے طور پر ایسے سکے بھی مضروب کروائے تھے جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ علی ولی اللہ بھی درج تھا۔ اور پھر صہابیوں کے دوبارہ دہلی کا تخت حاصل کرنے کی بہم میں اُس کی غیر معمولی امداد و اعانتا ایران نے ہی کی تھی۔

۳۔ ترکوں اور ایرانیوں ہر دو طاقتوں سے دامن چھڑا کر اپنی مکمل آزادانہ شناخت

کا اعلان کر دینا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نے تیسری صورت کو پسند کیا لیکن اس پر عمل آوری کے لئے اُس نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا کہ کسی بھی طاقت سے ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے۔ ہندوستان کی عظیم اکثریت ہندوؤں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اکبر نے ان سے میل ملاپ بڑھانے اور خوشگوار تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک صلح کل مسلک کو اپنایا۔ اُن سے ازدواجی تعلقات قائم کئے اور ان کی مذہبی کتابوں کے ترجمے کروائے۔ علاوہ ازیں اکبر نے عیسائیوں سے بھی ربط پیدا کیا۔ سنی اور شیعہ علماء تو دربار میں تھے ہی۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکبر نے ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب خیال کے علمبرداروں کو بیجا کرنے کی تدبیر کی اور عبادت خانہ کے نام سے ایک دارالمباحثہ قائم کیا۔ اس عبادت خانے میں مختلف مذہبی موضوعات پر کھل کر مباحثے ہوا کرتے تھے ابتدائی دور میں سنی علماء کا پلہ بھاری رہا اور وہ روایتی انداز میں اپنے اصولوں کی فاتحانہ مدافعت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اکبر نے مسلمان نوجوان دانشوروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر لیا جس میں ابوالفضل فیضی اور عبدالقادر بدایونی کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔ شروع شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدایونی اس ابھرتے ہوئے گروہ کا سرخیل ہو گا لیکن بعد میں ابوالفضل اور فیضی کی طباعی فطانت اور درباری سیاست سے اُن کی کما حقہ آگاہی کے آئے بدایونی کو سپر ڈال دینی پڑی۔ مباحثوں کے دوران شیخ عبدالنبی اور عبداللہ سلطان پوری کو بھی بسا اوقات بے بس ہونا پڑتا تھا۔ دراصل یہ سب اکبر کے اشارے پر ہوتا تھا۔ اکبر چاہتا تھا کہ کوئی بھی فریق اس کے قابو سے باہر نہ ہونے پائے۔ ہندو اور عیسائی مذاہب کے تعلق سے مباحثوں میں عمداً ایک نرم رویہ اپنایا جاتا تھا جو بعض اوقات قدامت پسند

علماء کو گراں گزرتا تھا۔ توازن قوت کے تحفظ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی اور بالآخر ۱۵۷۹ء میں سب نے اکبر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور ایک محضر کے ذریعہ اکبر کو "عدل، عقل، عالم باللہ" مان کر اس کو معصوم عن الخطا قرار دے دیا۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے حصول کے بعد اکبر نے نئی نئی بدعات پیدا کیں۔ درباری سلام "السلام علیکم" کے بجائے "اللہ اکبر" قرار پایا۔ سکوں پر سے کلمہ طیبہ اور خلفائے اربعہ کے اسماء ہٹا دیے گئے۔ ہجری سنہ کے بجائے ایک الہی سنہ ایجاد کیا گیا اور جہینوں کے نام بھی شمسی تقویم کے مطابق رکھے گئے۔ جہاں تک سکوں کا تعلق ہے تجدید کی اس روش کا نقطہ عروج اکبر کی وہ اشرفیاں ہیں جن پر ایک جانب رام اور سیٹا کی تصاویر اور دوسری جانب ماہ فروردین سنہ ۱۵۰۰ الہی درج ہے۔

شہنشاہ اکبر کے متذکرہ صدر اقدامات کی وجہ سے اس کی شخصیت کے بارے میں متضاد رجحانات پائے جاتے ہیں۔ قدامت پسند علماء دل ہی دل میں اس کو منحرف بلکہ مرتد سمجھتے تھے۔ تجدید کے علم برداروں کا تو اکبر ہیرو بن گیا تھا۔ ہندو اس کی وسیع المشرقی سے خوش تھے اور اسے جہاں پکارتے تھے۔ محولہ بالا محضر کے بعد ترکی خلافت اور ایرانی امامت دونوں سے خود کو اکبر نے آزاد کر لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑی سمجھ بوجھ سے کام لے کر اپنی شخصیت کے تحفظ کا منصوبہ بنایا تھا۔ قدرت نے جہاں اکبر کو بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہیں اس نے اکبر کو ایک طویل دور حکومت بھی عطا کیا تھا اور اکبر نے ان تمام نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے نصب العین کی تکمیل کی۔ دراصل اکبر کو نہ تو مذہب سے کوئی لاگ تھی اور نہ کفر سے کوئی لگاؤ اس کو تو بس اپنی ذات سے دلچسپی تھی اور اس کی راہ میں جو بھی حائل ہوتا اس کو وہ باحسن اخیل ہٹا دیتا تھا۔ اکبر کے تعلق سے اس کی مجددانہ سرگرمیوں کے بارے میں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ اس سلسلے میں اکبر کے نام والی ترکستان عبداللہ خاں ازبک کا مکتوب اور اکبر کا جواب توجہ طلب ہے۔ عبداللہ خاں ازبک نے اکبر کو لکھا تھا کہ

۱۷ دی کوئٹہ آف دی مغل ایمپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول صفحہ ۳۴
کوئٹہ نمبر ۱۷۲ نیز لوم نمبر ۵ کوئٹہ نمبر ۱۷۲

۱۷ دین الہی اور اس کا پس منظر مولفہ مہر محمد خاں شہاب شائع کردہ مکتبہ جامعہ لیبڈ نیو دہلی ۱۹۷۲ء

” آپ کی نسبت پیغمبری بلکہ خدائی کے دعوے سننے میں آتے ہیں“
اکبر نے اس خط کا جو طویل جواب عبداللہ خاں ازبک کے پاس بھیجا اس کا ایک اقتباس
درج ذیل ہے۔

” فرمان آسمانی و نامہ جاودانی را کہ فرستادہ خدا و رسالیدہ پیغمبر است
از شاہراہ گردایندہ برنگ دیگر و امی نمایندہ و مجملاتِ نصوصِ راتاوایات
و تسویلاتِ نمودہ می خواہند در فرمانِ روانی و کارگزاری شریک بادشاهی
باشند“

” جب ان باتوں کی تحقیق اور اختلافی امور کی تفتیش کے دوران
میں ظاہر بینوں کا پول کھلا اور پایہ اعتبار سے گر گئے تو
انہوں نے حد اور عداوت سے غلط افواہیں پھیلانی شروع کیں
اور ہماری (اکبر کی) نسبت نبوت و الوہیت کے دعوے منسوب
کئے ورنہ کہاں بندہ عاجز اور کہاں یہ دعویٰ لے

اکبر کے مندرجہ بالا جواب سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا اصل مقصد علما کی سازشوں
اور ان کی ریشہ دوانیوں کے اثرات سے اقتدار سلطنت کو محفوظ رکھنا تھا۔ اور بس چنانچہ اکبر
نے عبادت خانے کی بھٹوں میں معتزلہ اور سوسفطائیہ کے انداز میں قدامت پسندوں پر اپنے جواں عمر
دانشوروں سے ایسے ایسے اعتراضات کروائے جن کے جواب سے بسا اوقات وہ عاجز آجاتے اور
ان کی حیثیت عرفی میں کافی گراؤٹ پیدا ہو جاتی تھی اور وہ اکبر کے اندیشوں کے مطابق اپنی چالوں
میں ناکام ہو جاتے تھے۔ بس یہی وہ پس منظر ہے جس سے اکبری عہد کے مسکوکات کا نیا روپ ابھرتا
شہنشاہ اکبر کے مسکوکات کے تذکرے کے بعد اسی عہد کے ایک باغی کے اجرا کردہ سکوں
کا ذکر بھی خالی از دہی نہ ہوگا۔ مخفی مباد کہ یہ باغی کوئی راہ یا امیر یا فوجی سردار نہیں تھا بلکہ وہ شہنشاہ
اکبر کا بھائی مرزا محمد حکیم تھا جس نے بغاوت کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اپنے نام کے

۱۱۱ رود کوثر مصنف عہد اکرام طبع چہارم صفحہ ۱۱۱

سکے جاری کئے۔ مرزا محمد حکیم کے ان سکوں پر بھی فارسی کے اس شعر کا اندراج پایا جاتا ہے جو غزالی مشہدی کا نتیجہ فکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَارِثِ مَلِكِ اسْتِ مُحَمَّدِ حَکِیْمِ

لیکن اکبر نے اپنی عالی ظرفی سے کام لے کر مرزا محمد حکیم کی بغاوت فرو ہونے کے بعد اس کو معافی دے دی۔

عجیب اتفاق ہے کہ اکبری کے عہد میں ایک اور باغی نے اپنے نام کے سکے چلانے کی جسارت کی۔ یہ واقعہ ۹۸۹ھ کا ہے جب کہ کوہستان تبت کے علاقے میں بہادر خاں نامی ایک سردار نے جو سفید بدخشی کے بیٹے کے نام سے مشہور تھا بغاوت کر کے اپنے نام کی اشرفیاں اور روپے چلائے جن پر خود اس کا کہا ہوا حسب ذیل شعر درج تھا۔

بہادر دین سلطان آنکہ بن اسفید شہ سلطان

پدر سلطان پسر سلطان نہ ہے سلطان بن سلطان

شہنشاہ اکبر نے اس باغی سردار کی سرکوبی کے لئے قاضی نظام بدخشی مخاطب بہ

غازی خاں کو مامور کیا۔ چونکہ باغی سردار کا تعلق بدخشاں سے تھا اور غازی خاں بھی بدخشی

تھا اس لئے دربار کے لوگ گوگو کے عالم میں یہ کہہ رہے تھے کہ

آہن بہ آہن کو فتن چہ رنگ پیدا می شود

لیکن غازی خاں بدخشی نے اپنی بہترین صلاحیت کا مظاہرہ کر کے بہادر خاں

بدخشی کی بغاوت کو بہ آسانی فرو کر دیا۔

۱۔ اکبر نامہ قلمی جلد سوم صفحہ ۳۰۴، مخزنہ اے پی گورنمنٹ اور نیشنل مینوسکریپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد

نیز ملاحظہ ہو منتخب اللباب حصہ اول مصنفہ خانی خاں مترجمہ محمود احمد فاروقی، مطبوعہ نفس اکیڈمی کراچی، پاکستان ۱۹۳۳ء

۲۔ دربار اکبری مصنفہ محمد حسین آزاد، شائع کردہ شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور، پانچواں ایڈیشن ۱۹۳۹ء

صفحہ ۸۱۷

شہنشاہ جہانگیر | لقب سے ۱۶۰۵ء م ۱۲۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ ایام شہزادگی پر

وہ شہزادہ سلیم کے نام سے مشہور تھا اور اس نے ورثے میں اپنے باپ اکبر اعظم سے ایک عظیم اور مستحکم سلطنت نیز مسکوکات کی ایک شاندار روایت پائی تھی۔ اکبر نے شہزادہ سلیم کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ خود سلیم ایک ذہین طباع اور باذوق شہزادہ تھا۔ اُسے فارسی اور ترکی زبانوں پر کامل عبور حاصل تھا۔ اور وہ عربی زبان کا بھی اچھا درک رکھتا تھا۔ سلیم خود ایک اچھا شاعر بھی تھا۔ نورجہاں کے ساتھ اس کے رشتہ ازدواج نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ نورجہاں بھی جو اس وقت تک مہر النساء تھی شعروادب کا بہت ستھرا مذاق رکھتی تھی۔ اور بدیہہ گوئی میں اسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کشمیر میں بدوران تفریح ایک ابر آلود شام کو جہانگیر نے جب یہ مصرعہ کہا کہ

ع ابر بسیار است مے بیاری باید کشید

تو نورجہاں نے برجستہ اس مصرعہ پر مندرجہ ذیل گره لگائی

ع ساغر مے بر رخ گلزاری باید کشید

تو جہانگیر نے اس کو بہت پسند کیا۔ یہاں اس امر کا فیصلہ کرنا کسی قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر اور نورجہاں کے رشتہ ازدواج سے کس فریق کو زیادہ فائدہ پہنچا لیکن اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ اگر یہ رشتہ وقوع پذیر نہ ہوتا تو جہانگیر بہر حال شہنشاہ جہانگیر ہی رہتا مگر نورجہاں مہر النساء سے آگے نہ بڑھ سکتی۔ ملکہ نورجہاں کا بھائی آصف خاں بھی جو ہر وقت جہانگیر کے ساتھ ساتھ رہتا تھا ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ ایسے ماحول میں جہانگیر نے عظیم الشان سکون کی اجرائی کے تعلق سے نہ صرف اپنے باپ اکبر کی روایت کو برقرار رکھا بلکہ ان کی شان و شوکت میں مزید اضافہ کیا جس کا ثبوت حال ہی میں دریافت شدہ جہانگیر کی ایک عظیم الشان اشرفی سے ملتا ہے جس کا وزن ایک ہزار تولے سے زیادہ ہے۔ اس اشرفی کے ہر دو جانب فارسی اشعار درج ہیں۔ ایسی اشرفیوں

۱۔ دی کیٹلاگ فار دی سیل آف ٹومینٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں، مینوا سویٹزرلینڈ، بابۃ نمبر

۱۹۸۷ء صفحات ۹۶۔

کا حوالہ ہمیں تو زک جہانگیری میں بھی یوں ملتا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر نے شاہ ایران کے سفیر زنبیل بیگ کو اس کی بازیابی کے موقع پر ہزار تولے کی ایک اشرفی سے سرفراز کیا۔ شہنشاہ اکبر نے عام وزن کی اشرفیوں کے علاوہ چار تولے، پانچ تولے، دس تولے، پچیس تولے، پچاس تولے، سو تولے، اور پانچ سو تولے کی اشرفیاں بھی مقرر کروائی تھیں۔ لیکن جہانگیر نے اپنی جدت طراز اور تنوع پسند طبیعت سے کام لے کر کئی اور مختلف اوزان کے حسب ذیل سکوں کی اجرائی کا فرمان صادر کیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

” بساعت سعید فرمودم کہ سکہ بر زر زودہ از طلا و نقرہ بوزنہائے

مختلف مسکوک ساختند و ہر یک را جداگانہ نام نہادم، چنانچہ
 ہر صد تولہ را نور شاہی و پنجاہ تولہ را نور سلطانی و بست تولہ را
 نور دوست و دہ تولہ را نور کرم و پنج تولہ را نور ہر ویک تولہ را
 نور جہانی و نصف تولہ را نورانی و ربع الٰہ را رواجی نام کردم۔
 و آنچه از جنس نقرہ سکہ شد صد تولہ را کوب طالع و پنجاہ تولہ
 را کوب اقبال و بست تولہ را کوب مراد و دہ تولہ را کوب بخت
 و پنج تولہ را کوب سعید و یک تولہ را جہانگیری و نصف سلطانی
 و ربع را نشاری و دہم حصہ را خیر قبول نام زد کردم و بر ہر ہائے
 صد تولہ و پنجاہ تولہ و بست تولہ و دہ تولہ ابیات آصف خاں
 را فرمودم کہ نقش نمودند“

جہانگیر کا دور حکومت (۱۰۱۳ھ تا ۱۰۳۴ھ م ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) چھوٹی چھوٹی
 مہات سے قطع نظر عظیم فتوحات سے خالی نظر آتا ہے۔ حدود مملکت کم و بیش وہی رہیں جو اکبر کے
 عہد میں تھیں بلکہ کن کے امراتو کچھ زیادہ ہی سرحد گئے تھے اور مرہٹوں کی آوازیں بھی پہلی بار بلند
 ہونے لگی تھیں۔ بنگالہ اودے پور باغیانہ سرگرمیوں کی آماجگاہ بن رہے تھے۔ قندھار ۱۶۲۲ء

۱۔ تو زک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۳۲۶

۲۔ تو زک جہانگیری طبع لکھنؤ صفحہ ۶۔

میں مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ۱۶۳۷ء تک ایران کے صفویوں کے قبضہ میں رہا۔ کاروبارِ سلطنتِ کلینتِ اکبر کی بنائی ہوئی راہوں پر چل رہا تھا اور یہ کیفیت سکون سے زیادہ جمود کی سی تھی جہانگیر غرقِ مئے ناب ہو کر رہ گیا تھا لیکن اس کی خوش بختی تھی کہ اُسے قدرت نے نور جہاں جیسی ملکہِ مہابتِ خاں اور آصف خاں جیسے وزراء اور خرم جیسا شہزادہ عطا کیا تھا جن کی صلاحیتوں نے سلطنت کا شیرازہ بکھرنے نہ دیا۔ حیرت ہے کہ اس زمانے میں پھر کوئی شیرشاہ پیدا نہ ہوا اور نہ سلطنتِ مغلیہ کا چراغِ جہانگیر کے عہد ہی میں گل ہو چکا ہوتا۔

موضوع کتاب کی طرف لوٹتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ جہانگیر نے فنونِ لطیفہ کے اپنے ذوق سے کام لیتے ہوئے دنیا کے مسکوکات کو ایسے ایسے نوادرات سے مالا مال کر دیا ہے کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ سب سے اہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہانگیر نے اپنے سکوں پر از سر نو کلمہ طیبہ اور سنہ ہجری کے اندراج کا حکم صادر کیا، البتہ سکوں پر شمسی ہینوں کے درج کرنے کا طریقہ اکبر کی تقلید میں جاری رکھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہانگیر خود ایک اچھا شاعر تھا اور نور جہاں کے بھائی آصف کی مصاحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ عظیم سکوں کی جو روایت جہانگیر کو اکبر سے ورثے میں ملی تھی اس کو جہانگیر نے چار چاند لگا دیے۔ اکبر نے پانچ سو تونے وزن تک کی اشرفیاں مضروب کروائی تھیں تو جہانگیر نے ایک ہزار تونے وزن تک کی اشرفیاں بنوائیں۔ اکبر کے مختلف سکوں پر تا حال جو اشعار پائے گئے ہیں ان کی تعداد پندرہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن جہانگیر کے سکوں پر تقریباً ساٹھ شعر دریافت ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں جہانگیر نے بارہ برجی سکوں کے اجراء کا حکم صادر کرتے مسکوکات کی دنیا میں ایک اور نادر روایت بھی قائم کی یہ سکہ نہایت خوبصورت تھے اور ہر ماہ اجراء شدہ ایسے سکوں پر شمسی تقویم کی مطابقت میں ان پر اس برج کی تصویر بنائی جاتی تھی جس برج میں اس ماہ سورج داخل ہوتا تھا۔ جہانگیر کے بعض سکوں پر اس کی اپنی تصویر بھی پائی گئی ہے لیکن نور جہاں کی تصویر والا کوئی سکہ اب تک دریافت نہیں ہوا ہے۔

جہانگیر کے سکوں کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان پر مندرجہ بعض اشعار میں فنِ تاریخ گوئی کا کمال بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جہانگیر کے پہلے سنہ جلوس میں جاری بعض سکوں پر حسب ذیل شعر درج ہے۔

شد چو خورزیں سکہ نورانی جہاں
آفتابِ مملکت تاریخِ آل

مندرجہ بالا شعر میں ”آفتابِ مملکت“ کے حروف سے بحساب ابجد ۱۲۰۱۲۰۰ برآمد ہوتا ہے جو جہانگیر کا سالِ تخت نشینی ہے۔ جہانگیر کے ایک اور سکے پر مندرجہ ذیل شعر پایا جاتا ہے:

ز روز ازل در عدد شد برابر
حروفِ جہانگیر واللہ اکبر

مذکورہ بالا شعر میں یہ صنعت ہے کہ بحساب ابجد ”جہانگیر“ اور ”اللہ اکبر“ کے

اعداد کا مجموعہ مساوی القدر ہیں۔

جہانگیر کے سکوں کی اس بہتات کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بابر، ہمایوں اور بالخصوص اکبر کی فتوحات کے نتیجے میں بیش قیمت جواہرات اور سونے چاندی کے عظیم ذخائر مغلوں کے خزانے میں جمع ہو چکے تھے۔ اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سابقہ راجاؤں اور سلاطین کے دو سکوں پر مشتمل متعدد دینے بھی برآمد ہو رہے تھے چنانچہ امیر الامراء آصف خاں کو ایک مہم کے سلسلے میں ”گرھا کاٹنگا“ کے مقام پر دو سو دیگوں کا ایک بہت بڑا دینہ دستیاب ہوا جس کی ہر ایک دیگ میں علائی اشرفیاں بھری ہوئی تھیں اور اس دینے کو آصف خاں نے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں پیش کر دیا۔ علائی اشرفیوں کا تعلق سلطان علاء الدین خلجی سے ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ ان دیگوں میں سلطان علاء الدین خلجی کی سوسو تو لے کی وہ اشرفیاں ہوں جن کا ذکر اُس کے ناظم دارالضرب ٹھا کر پھیرنے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ بعض مستشرقین نے اکبر اور جہانگیر کی عظیم الشان اشرفیوں کو سکجات تسلیم کرنے سے بھرا نکار کر دیا ہے۔ انہیں ہندوستان کے محیر العقول سونے چاندی کے ذخائر سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو وہ ہرگز ایسی رائے ظاہر نہ کرتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں گپتا راجاؤں اور ان کے جانشینوں نیز مسلم حکمرانوں نے اس کثرت سے سونے کے مضروب کروائے کہ ماضی قریب تک برآمد شدہ ایک ایک دینے سے ہزاروں اشرفیاں

دستیاب ہوتی رہی ہیں۔ مستشرقین کے متذکرہ صدر اعتراض کا جواب پچھلے اوراق میں بالتفصیل دیا چکا ہے۔

شہنشاہ جہانگیر کی اجراء کردہ ایک ہزار تولے کی جس اشرفی کا قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں کسی قدر تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کہ جنیوا... (سوئٹزرلینڈ) کی مشہور فرم ہیس برگ فیلڈمان نے ایسی ہی ایک اشرفی کا جو کیٹلاگ شائع کیا ہے اس میں اس عظیم الشان اشرفی پر مندرجہ بعض فارسی اشعار کو صحیح طور سے نہیں پڑھا گیا ہے۔ اس کیٹلاگ میں اس اشرفی کے ہر دو جانب کی تصویروں کے ساتھ ساتھ ان پر مندرجہ عبارات اور اشعار کے چربے بھی دیئے گئے ہیں اور پھر انگریزی زبان میں ان اشعار کا تلفظ نیز ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور ترجمے میں بڑی فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جن کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

رُخِ اَوَّل

بالاتی حاشیہ	ہزار گونہ شرف یافت روی سک و زر
بایاں حاشیہ	ز نقش نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر
زیریں حاشیہ	عجب نباشد اگر زاد زواجے سک اور
دایاں حاشیہ	بلکہ خانہ اش افروز اماں احمد

رُخِ دَوَم

بالاتی حاشیہ	ز فیض دیدن ہر ہزار لوح اش
بایاں حاشیہ	ہزار بار بیالذ ذوق نور نظر
زیریں حاشیہ	بنام نامی اوباد سک و خطبہ
دایاں حاشیہ	بدہر تابود از سک و ز خطبہ اثر

مندرجہ صدر اشعار کے پڑھنے میں حسب ذیل فروگزاشتیں ہوئی ہیں۔
رُخِ اَوَّل کے زیریں حاشیہ پر مندرجہ مصرعہ دراصل اس طرح ہے۔

عجب نباشد اگر زار زوے سک او

ایسا پڑھنے کے بجائے بعض حروف و الفاظ جو اشرفی پر موجود نہیں ہیں انہیں شریک

کر لیا گیا ہے اور بعض حروف جو اشرفی پر موجود ہیں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مصرعے کے موزوں معنی برآمد نہیں ہو سکے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ الفاظ ”زارزوی“ کو ”زادزو ابے“ پڑھا گیا ہے اور ”سکہ او“ کو ”سکہ اور“ زادزو ابے پڑھ کر ڈالی اور آگ کے مفروضہ ازدواج کا نظریہ قائم کیا گیا ہے جس سے آنے والے اشعار کی مزید غلط خواندگی اور مہمل معنی آفرینی کے ذریعہ ایک مضحکہ خیز صورت حال پیدا کر دی گئی ہے۔

اسی رخ پر دائیں حاشیہ کا مصرعہ یوں پڑھا گیا ہے
بسکہ خانہ اش افزا ماں اجر

اول تو اس خواندگی سے یہ مصرعہ ساقط البحر ہو گیا ہے اور دیگر یہ کہ اس طرح اس کے کوئی معنی بھی برآمد نہیں ہوتے کیونکہ مصرعے کے ایک لفظ کا کچھ حصہ جو تین چار سو سال کا عرصہ گزر جانے کی وجہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا اور اس لفظ کی باقیات ہی کو ملحوظ رکھ کر مصرعہ پڑھنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اس مصرعے کو پڑھنے میں جو غلطیاں صادر ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ”بسکہ خانہ اش“ کے بعد جس لفظ کو ”افز“ پڑھا گیا ہے وہ دراصل ”آمد“

ہے ”افز“ اس سیاق و سباق میں بے محل ہے۔

۲۔ ”اسماں“ کو جس کے حرف ”س“ کے دندانے مٹ گئے ہیں ”اماں“ پڑھا لیا

گیا ہے اور آخری لفظ ”اختر“ کو ”اجو“ پڑھ کر ستم بالائے ستم کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

اگر ان تمام الفاظ کو صحیح طور پر پڑھا جائے اور ”س“ کے مٹے ہوئے دندانوں کو ملحوظ

رکھا جائے تو مصرعہ اس طرح ہوگا۔

بسکہ خانہ اش آمد ز آسماں اختر

رخ دوم کے بالائی حاشیہ پر مندرجہ مصرعہ کو پڑھنے میں بھی بڑی مضحکہ خیز غلطی

کی گئی ہے اور مصرعہ اس طرح پڑھا گیا ہے

ز فیض دیدن مہر ہزار لولحہ اش

اس مصرعے میں آخری الفاظ ”لولحہ اش“ ہیں جن کو ”لولحہ اش“ پڑھ کر اس

اشرفی کو نوزائیدہ بچہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ اس غلطی کا تکملہ ہے جو ”زار زوتے“ کو ”زاد زواجے“ پڑھ کر ڈائی اور آگ کے مفروضہ ازدواج کا نظریہ پیش کرنے سے سرزد ہوئی ہے۔ ظاہر ہے ڈائی اور آگ کے ازدواج کے بعد متوقع اولاد کی پیدائش ناگزیر تھی جو ”تولچہ“ کو ”تو بچہ“ پڑھنے سے اس ایک ہزار تولے کی اشرفی کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ یہ بات صریح طور پر بنا، فاسد علی الفاسد کی ایک واضح مثال ہے، کیٹیلاگ کے مرتبین کو شاید پتہ نہیں کہ ”تولچہ“ فارسی زبان میں ”تولہ“ کا مترادف لفظ ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال ابو الفضل نے بھی اپنی تصنیف آئین اکبری میں کیا ہے۔

جہانگیر کی بعض عام اشرفیوں پر مندرجہ اشعار کو بھی پڑھنے میں محققین نے غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً سی۔ جے براؤن نے اپنی مرتب کردہ پراوینشل میوزیم لکھنؤ کے کیٹیلاگ صفحہ ۲۱ پر ایک شعریوں پڑھا ہے۔

سکہ زد بار دو در راہ دکن شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر
در اصل یہ شعریوں ہونا چاہیے۔

بار دو سکے در راہ دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اسی محقق نے ایک اور اشرفی پر مندرجہ شعرا اس طرح پڑھا ہے کیٹیلاگ محلہ بالا

بمانڈ و سکے زد فتح دکن شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

صحیح شعریوں ہے

۱۷ پرتین، عربک اینڈ انگلش ڈکشنری مرتبہ فرانس جانسن لندن ۱۸۵۲ء صفحہ ۲۹۶

۱۸ آئین اکبری جلد اول، مرتبہ سید احمد خاں صفحہ ۱

بمانڈوسکہ فتح دکن زدشاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اسی کیٹیلاگ کے متذکرہ صفحہ پر ہی براؤن نے ایک اور شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے
سکہ مندو زنام جہانگیر شاہ
بنور جہانی دہد پر تو چو مہروماہ

اصل میں شعریوں ہے

دہد بنور جہانی و مہروماہ پر تو
زنام شاہ جہانگیر سکے مندو

محولہ بالا کیٹیلاگ کے صفحہ ۲۲ پر مندرجہ ذیل شعر بھی براؤن کی غلط خواندگی

کی ایک اور مثال ہے

در بہمن باگرہ سکے زد بر زر ظلّ الہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

صحیح شعر ہے

"ع سکے در بہمن باگرہ زد بر زر ظلّ الہ

شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

ایک اور محقق ادو کوڈرنگٹن نے اپنی کتاب "اے مینول آف مسلمان نیو

مسمیٹکس" صفحہ ۱۰۹ پر ایک شعر اس طرح پڑھا ہے۔

بماہ تیر در لاہور زداں سکے را بر زد

پناہ دیں ملک شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اس شعر کا مصرعہ ثانی یوں ہونا چاہیے۔

پناہ ملک دیں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

ایک دوسرے محقق ڈائٹ ہیڈ نے جہانگیر کی ایک اشرفی پر مندرجہ شعر کو

یوں پڑھا ہے۔

درماہ بہمن چولہ انور شد زر لاہور

بدور شاہ نور الدین جہانگیر ابن شاہ اکبر

یہاں اس شعر کا مصرعہ اولیٰ غلط پڑھا ہے جس کی وجہ سے ایک بے معنی نثر کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل مصرعہ اولیٰ یوں ہونا چاہیے

زر لاہور شد درماہ بہمن چولہ انور

مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول نے بھی جسے اپنی قابلیت پر بڑا ناز ہے اور جس نے ابوالفضل جیسی گراں پایہ شخصیت کی نگارشات پر ناقدانہ خامہ فرسائی کی جسارت کرتے ہوئے تمام مشرقی مورخین پر نااہلی کا الزام لگانے سے گریز نہیں کیا، شہنشاہ جہانگیر کی بعض اشرفیوں پر مندرجہ ذیل فارسی اشعار کو غلط پڑھ کر خود اپنی عملی بے بضاعتی کا ثبوت فراہم کر دیا ہے

۱۔ ایک اشرفی پر مندرجہ مصرعہ اسٹینلی لین پول نے اس طرح پڑھا ہے جو

صحیح نہیں ہے۔

بروئے سکے زر داد چندیں زیب وزیور

اصل میں مصرعہ یوں ہونا چاہیے۔

بروئے سکے زر داد چندیں زینت وزیور

۲۔ جہانگیر ہی کی ایک دوسری اشرفی پر درج شدہ فارسی شعر کے ایک مصرعہ کو

اسٹینلی لین پول نے اس طرح غلط پڑھا ہے۔

جہاں فیروز دراجمیر گشت سکے زر

مصرعہ دراصل یوں ہے

جہاں فرسوز دراجمیر گشت سکے زر

لے دی کو آئین آف دی مغل ایپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹینلی لین پول شائع کردہ

انڈیا پبلیشرز نیو دہلی صفحات ۳۶۸، ۳۶۹،

معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب فارسی لفظ ”فروز“ سے آشنا ہی نہ تھے اور لفظ ”فروز“ چونکہ متعدد بادشاہوں کے ناموں کا جزو ہونے کی وجہ سے ان کی نظروں سے گزر چکا تھا اس لئے بغیر سوچے سمجھے اس مصرعہ میں اسی کو جڑ دیا اور اس بات کا بالکل خیال نہیں کیا کہ ایسا کرنے سے مصرعہ ساقط البحر ہو رہا ہے۔

محققین کی ان فروگزاشتوں کی طرف توجہ دہانی اس لئے ضروری معلوم ہوئی کہ شایقین مسکوکات قدیمہ ان معیاری کتب کا مطالعہ کرتے وقت کہیں ان اسقام کو صحیح سمجھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

شہنشاہ جہانگیر کا انتقال ۱۶۲۸ء م ۱۰۳۷ھ بمقام راجوری کشمیر میں ہوا اور اس کی میت لاہور لے جا کر نور جہاں کے باغ میں دفنائی گئی۔ نور جہاں کی خواہش تھی کہ اس کا داماد شہریار تخت نشین ہو، چنانچہ جہانگیر کی تدفین کے بعد لاہور میں شہریار کی جانشینی کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس انتظام سے امیر الامراء آصف خاں خوش نہ تھا۔ آصف خاں کی خواہش تھی کہ شہزادہ خرم جو ان دنوں دکن میں تھا اپنے باپ جہانگیر کا جانشین ہو۔ آصف خاں نے اپنے معتمد علیہ قاصدوں کے ذریعہ خرم کو جہانگیر کی وفات کی اطلاع دی اور اسے بجلت شمال کی طرف کوچ کرنے کا مشورہ دیا۔ آصف خاں شہزادہ خرم کا طرف دار محض اس لئے نہیں تھا کہ وہ اس کی بیٹی ارجمند کا شوہر تھا بلکہ آصف خاں خرم کی ہمہ جہتی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا اور اسی لئے چاہتا تھا کہ اس عظیم مملکت کی تمام حکومت ایسے مضبوط ہاتھوں میں دی جائے جو اس پر پوری طرح قابو رکھ سکیں۔ چونکہ شہزادہ خرم کے دکن سے آتے آتے کچھ وقت لگ جاتا اس لئے آصف خاں نے درباری امراء کے تعاون سے شہزادہ خسرو مرحوم کے بیٹے داور بخش کو عارضی طور پر گدی پر بٹھا دیا۔

ادھر شہریار کو جب ان مخالفانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو اس نے آصف خاں سے مقابلے کی ٹھانی اور لاہور سے تین میل کے فاصلے پر دونوں فوجیں باہم معرکہ آرا ہوئیں۔ آصف خاں ایک آزمودہ کار جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی توڑ جوڑ کا بھی بڑا ماہر تھا چنانچہ اس نے خفیہ طور پر شہریار کے بہت سے ہمنواؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ نتیجتاً شہریار کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار

کر کے داور بخشش کے سامنے لایا گیا اور یہی اس کی زندگی کا خاتمہ تھا۔

داور بخشش اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ اس کو اپنے دادا شہنشاہ جہانگیر کا تخت وراثت میں مل گیا ہے۔ وہ ان درون پردہ سازشوں سے بالکل بے خبر تھا کہ اس کو شہزادہ خرم کے دکن سے شمال آنے تک جزو وقتی طور پر بادشاہ بنا کر قربانی کا بجا بنایا گیا ہے۔ داور بخشش کے نام سے خطبہ بھی پڑھا گیا اور سکتے بھی جاری کئے گئے لیکن ان سکول پر کوئی شعر درج نہیں ہے۔ اور شہریار کے نام کا کوئی سکہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔

آصف خاں کے ذریعہ جہانگیر کے انتقال کی اطلاع شہزادہ خرم کو ملتی ہی وہ شمال کے لئے روانہ ہو گیا۔ خرم دکن سے گجرات اور پھر راجپوتانہ ہوتے ہوئے آگرہ کے نواح میں فروکش ہوا اور دھارا باغ میں دو تین ہفتے آرام لینے کے بعد آگرہ میں داخل ہوا جہاں اس کا شاہانہ استقبال کیا گیا اور پھر ۲ فروری ۱۶۲۸ء کو شہزادہ خرم نے شہاب الدین شاہ جہاں کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ شہنشاہ شاہ جہاں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کے نام کے سکتے بھی جاری کئے گئے لیکن آگرے میں آصف خاں کی آمد تک تاج پوشی کے جشن کی تقریبات اختتام کو نہ پہنچی تھیں۔ آصف خاں ۲۶ فروری ۱۶۲۸ء کو سکندرہ پہنچا اور دوسرے ہی دن اجازت پا کر شہنشاہ شاہ جہاں کے حضور باریاب ہوا۔ اس کے بعد پیش کشی نذور کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے شہزادوں نے نذریں گزرائیں پھر آصف خاں کی باری آئی اور اس کے بعد جلیل القدر امراء و عمائدین نے نذور پیش کیں اور شہنشاہ کی طرف سے اپنی خدمات اور وفاداری کے صلے میں گراں قدر انعامات اور خطابات سے سرفراز ہوئے۔ آصف خاں کو شہنشاہ نے اپنی بیگم ممتاز محل کی درخواست پر وکیل السلطنت مقرر کیا اور شاہی مہر بھی اس کے حوالے کی جو ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنے دور حکومت (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۷ء م ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ) میں جو سکتے مضروب کروائے ان پر شمسی تقویم کے لحاظ سے سنہ جلوس کے ساتھ ساتھ سنہ ہجری کا

لے تاریخ شاہ جہاں مرتبہ ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکینہ ترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین، شائع کردہ

ترقی اردو بیورو نئی دہلی صفحہ ۸۸

بھی اندراج پایا جاتا ہے۔ نیز سکوں پر کلمہ طیبہ کے اندراج کی روایت جو شہنشاہ بابر اور شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں جاری رہی، لیکن اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بھی خال خال نظر آتی ہے شاہ جہاں کے دور میں پھر سے تازہ ہو گئی۔ شاہ جہاں کے سکوں پر خلفائے اربعہ کے اسماء بھی بالالتزام پائے جاتے ہیں شاہ جہاں نے اکبر اور جہانگیر کی تقلید میں عظیم الشان سکوں کی اجرائی کا سلسلہ بھی جاری رکھا چنانچہ مورخین نے اپنی تصانیف میں ان عظیم مسکوکات کا ذکر کیا ہے۔ پچھلے اوراق میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شاہ جہاں نے اپنی بیٹی جہاں آرا کی علالت کے دوران اس کا کامیاب علاج کرنے کے صلے میں حکیم داؤد کو پانچ سو تونے کی ایک اشرفی عطا کی تھی۔ مرشد قلی خاں علی مردان کو دو سو تونے کی اشرفی عطا کئے جانے کا ذکر بھی تواریخ میں ملتا ہے۔ حسن اتفاق سے شہنشاہ شاہ جہاں کی دو سو تونے اور ایک سو تونے کی دو اشرفیوں کا ذکر دو مستند کیٹیلاگوں میں ملتا ہے جن کے مرتبین نے ان اشرفیوں کی تصویریں بھی شائع کی ہیں شاہ جہاں کے سکوں پر فارسی اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے۔

شاہ جہاں کی زندگی میں ہی اس کی جانشینی کے لئے رستہ کشی شروع ہو چکی تھی۔ اس کے چار بیٹوں داراشکوہ، شجاع، مراد بخش اور

اورنگ زیب اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے لئے حصول اقتدار کی زمین ہموار کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ داراشکوہ شمال میں اپنا موقف مستحکم کرنے کی فکر میں تھا لیکن اس نے غالباً اپنے نام کے سکے جاری نہیں کروائے تھے البتہ بنگال میں شجاع اور گجرات میں مراد بخش نے اپنے اپنے سکے جاری کروا دیئے تھے۔ شجاع کے سکوں پر کوئی شعر نہیں ملتا لیکن مراد بخش کے سکوں پر ایک شعر پایا جاتا ہے جس کو شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔ اس بات کو قسمت کی یاوری سے تعبیر کیا جائے یا ذاتی صلاحیت و استعداد کا منطقی نتیجہ قرار دیا جائے کہ شاہ جہاں کے چاروں لڑکوں میں اورنگ زیب ہی جانشینی کا موزوں ترین امیدوار نظر آتا ہے۔ داراشکوہ کی صلاحیتیں اپنی جگہ مسلم لیکن اس کا رجحان طبع زیادہ تر علمی، مذہبی بلکہ

۱۔ دی کوائنس آف دی مغل ایمپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینی لین پول لومبر نمبر ۲۳

۲۔ دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف ٹوچنٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں۔ جینوا۔ سویٹزرلینڈ

بابہ نومبر ۱۹۸۷ء صفحات ۱۲، ۱۳

تصوف اور گیان دھیان کی طرف تھا۔ اس کے مزاج کے اس پہلو میں اس کے پردادا شہنشاہ اکبر کی نہاد طبع کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ شجاع اور مراد بخش مغل شہزادوں کی روایتی صفات سے متصف تھے۔ اب اورنگ زیب ہی وہ شہزادہ رہ جاتا ہے جس کی ہمہ جہتی صلاحیتیں پکار پکار کر اعلان کر رہی تھیں کہ مغل سلطنت کا تاج و تخت اسی کے انتظار میں ہے۔

اورنگ زیب کے ذاتی کردار کے بارے میں تاریخ کے بعض گوشوں سے اختلافی آوازیں بھی اٹھتی سنائی دیتی ہیں لیکن اس کے شدید معترضین بھی اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ وہ ایک دلیر جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا مدبّر اور ماہر نظم و نسق بھی تھا۔ اورنگ زیب میں ایک روایتی مسلم حکمران کے اوصاف کے علاوہ رواداری اور تحمل جیسی صفات بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ اس نے جسونت سنگھ، بے سنگھ اور کئی دیگر نامور راجپوتوں کو اپنے اعتماد میں لے کر انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز کیا لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اورنگ زیب کی ترجیحات میں مملکت کا استحکام سرفہرست رہا ہے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کی راہ میں حایل کسی بھی رکاوٹ کو ہٹا دینے میں وہ کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا۔ اپنے باپ شاہ جہاں کو مقید کر کے اورنگ زیب نے اپنی بادشاہت کے اعلان اور داراشکوہ، شجاع، مراد بخش اور خود اپنے بیٹے شہزادہ اکبر کے استیصال کے لئے جو کچھ کیا ان واقعات کو اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے

غزاید اسلامی سے اورنگ زیب کی نمایاں وابستگی کی مثال اس کے نافذ کردہ محصول جزیہ نیز اس کے اجراء کردہ سکوں میں ملتی ہے۔ شہنشاہ اکبر نے بھی اپنے سکوں پر کلمہ طیبہ کا اندراج موقوف کروا دیا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی ایسا ہی کیا لیکن اکبر کا وہ عمل آج کل کی راج اصطلاح میں سیکولرازم کی تعریف میں آسکتا ہے۔ مگر اورنگ زیب کا یہ عمل "لا یتسہ الا المطہرون" کے ذیل میں آتا ہے۔ اورنگ زیب کے خیال میں چونکہ سکے ساری مملکت میں گشت کرتے ہیں اور ان کا بلا تفریق مذہب و ملت مسلم و غیر مسلم رعایا کے ہاتھوں میں جانا ناگزیر تھا اس لئے ان پر کلمہ طیبہ کا اندراج متذکرہ صدر نص قرآنی کے مغائر ہوتا اسی لئے اس نے اپنے سکوں پر ایک سیدھا سادہ فارسی شعر درج کرنے کا حکم دیا جس میں اشرفیوں کو "مہر منیر" اور روپیوں کو "بدر منیر" کہا گیا ہے اشرفیوں پر حسب ذیل شعر درج کیا گیا تھا۔

سکہ زرد درجہاں چو مہر نیر

شاہ اورنگ زیب عالم گیر

اور روپیوں پر یہ شعر درج تھا

سکہ زرد درجہاں چوں بد نیر

شاہ اورنگ زیب عالم گیر

یہ دونوں شعر میر عبد الباقی المتخلص بہ شہابی کا نتیجہ فکر ہیں

اپنے مسلک میں اورنگ زیب کی شدت کی ایک اور شہادت اس کے سکوں

سے ہی ملتی ہے۔ اورنگ زیب نے اپنے آبا و اجداد کی تقلید میں اپنے ہر ایک دارالضرب کے لئے ایک لقب تجویز کیا تھا مثلاً اورنگ آباد کے لئے 'نخستہ بنیاد' بیجاپور کے لئے 'دارالظفر' وغیرہ اس سلسلے میں دارالضرب حیدرآباد کے لئے جہاں شیعوں کی دم توڑتی ہوئی حکومت آخری سانس لے رہی تھی اورنگ زیب نے دارالجمہاد کا لقب تجویز کیا تھا۔ مخفی مباد کہ اورنگ زیب سے چھ صدی قبل محمود غزنوی نے بھی اپنے مفتوحہ ہندوستانی علاقوں میں اجراء کردہ سکوں پر بلاد ہند کے لئے دارالجمہاد ہی کا لقب استعمال کیا تھا۔^۴

عظیم الشان سکوں کی اجرائی کی جو روایت شہنشاہ اکبر کے عہد سے چلی آرہی تھی اور جس کو جہانگیر اور شاہ جہاں نے بھی برقرار رکھا تھا اس کا تسلسل اورنگ زیب کے دور حکومت میں بھی نظر آتا ہے۔ اس تعلق سے تاریخی شواہد کے علاوہ مادی شہادتیں بھی دستیاب ہیں۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے اورنگ زیب نے شریف مکہ کے ایچی کے توسط سے ایک ہزار تولے کی ایک اشرفی بطور نذر حرم کعبہ کے لئے بھجوائی تھی۔^۵ علاوہ ازیں دو سو تولے کی ایک اشرفی اورنگ

۱۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۳۶۷

۲۔ کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن (کوائنس آف دی مغل ایمپریس) جلد اول۔ آکسفورڈ ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۲۲

۳۔ جرنل آف نیومسیالک سوسائٹی آف انڈیا جلد ۱۶ ۱۹۵۲ء جزو اول صفحات ۱۲۳-۱۲۹

۴۔ ماثر عالم گیری صفحہ ۱۰۸

کی طرف سے سبحان قلی خاں کے سفیر کو عطا ہوئی تھی۔ ان تاریخی شواہد کے علاوہ ولیم مارسڈن نے بیان کیا ہے کہ اس کو اورنگ زیب کے ایک ایسے روپے کا علم ہے جو گوتھا (سابقہ مشرقی جرمنی) کے نوابوں کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے۔ مارسڈن نے اس روپے کا قطر ۴-۴ انچ اور اس کا وزن پانچ جرمن پاؤنڈ بیان کیا ہے۔ اورنگ زیب ہی کی ایک سوتولے کی ایک اشرفی کا ذکر جیمس گبس نے بھی کیا ہے۔ جو اس نے مہاراجہ سندھیا کے ذخیرہ نوادرات میں دیکھی تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس اشرفی پر بھی فارسی شعر درج ہیں لیکن رُخ اول پر مندرجہ حسب ذیل اشعار کے چوتھے مصرعے کو مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ سید شمس اللہ قادری نے غلط پڑھا ہے

شاہ اورنگ زیب عالم گیر
آسماں قدرت و قضا تدبیر
روئی زرا از فروغ سکے او
گشت روشن بسان مہر منیر

مندرجہ صدر اشعار میں چوتھا مصرعہ محقق مذکور نے اس طرح پڑھا ہے

گشت روشن بجہاں چو مہر منیر

متذکرہ بالا خواندگی میں ایک تو لفظ 'بسان' بمعنی مانند کو بجہاں پڑھا گیا ہے، دوسرے

لفظ 'چو' کا غیر ضروری اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جو اشرفی کی تصویر پر نہیں پایا جاتا۔ ایسا کرنے سے مصرعہ ساقط البحر اور مطلب گنجلک ہو جاتا ہے۔ اس اشرفی کے رُخ ثانی پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱ عالم گیر نامہ صفحہ ۶۲

۲ نیومسیانا اور نیٹالیا السراطا جلد دوم صفحہ ۶۵۱

۳ رویداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابۃ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲-۵۳

۴ النقود الاسلامیہ۔ سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ تاج پریس

حیدرآباد صفحات ۲۷-۲۸

۵ رویداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابۃ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲-۵۳ اور ان سے منسلک تصاویر

شاہ عالم گیر دریائے کرم اور نگ زیب
آنکھ از قسمت سخایش آب می گیرد سحاب
از فروغ سکہ اش در عرصہ ہندوستان
گشت روشن روے زرچوں روی ماہ آفتاب

ان اشعار کے تیسرے مصرعے میں عرصہ ہندوستان کے الفاظ صحیح معنی میں اور نگ زیب کی حدود مملکت کی وسعتوں پر دلالت کرتے ہیں جو شمال میں کابل اور کشمیر سے جنوب میں چیناٹن (مدراس) تک اور مغرب میں ٹھٹھ اور بھکر سے مشرق میں جہانگیرنگر (ڈھاکہ) اور اسلام آباد (چنگانگ) تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اورنگ زیب نے بڑی دراز عمر اور ایک طویل دور حکومت پایا تھا لیکن ۱۱۱۹ھ میں اپنے انتقال تک اس نے کسی شہزادے کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کی وفات کے ساتھ ہی سلطنت مغلیہ کے انجام کا آغاز ہو چکا تھا۔ صحیح معنی میں یہ عظیم سلطنت بابر سے شروع ہو کر اورنگ زیب پر ختم ہو گئی ویسے تو اس کے بعد متعدد حکمرانوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے لیکن ابتدائی چھ بادشاہوں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے مقابلے میں ان سب کی حیثیت تابع مہل کی سی نظر آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں دو ایک ضرور اس قابل تھے کہ اگر قسمت پوری کی ہوتی اور حالات نامساعد نہ ہوتے تو وہ سلطنت مغلیہ کو مزید ایک آدھ صدی تک اسی آب و تاب کے ساتھ قائم رکھنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور

ع ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

کے بمصداق سلطنت مغلیہ کے تفرق و تشتت کا عمل اورنگ زیب کی وفات کے

بعد ہی شروع ہو گیا۔

اورنگ زیب کا سب سے بڑا بیٹا شہزادہ معظم اپنے باپ کے انتقال

اعظم شاہ

کے وقت کابل میں صوبہ داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ چونکہ

اورنگ زیب کے کسی جانشین کی نامزدگی عمل میں نہیں آئی تھی۔ اس لئے امرائے دربار کی سازشیں

اپنا رنگ جانے لگیں۔ شہزادہ معظم کے کابل سے آتے آتے اسد خاں اور اس کے لڑکے ذوالفقار

نے ہمراے دولت کے ایرانی گروپ کی قیادت کرتے تھے شہزادہ اعظم کی حمایت کر کے اس کو تخت سلطنت پر متمکن کر دیا۔ اسی اثنا میں شہزادہ معظم نے اپنے بیٹوں کے ہمراہ کابل سے مراجعت کر کے پنجاب کے صوبہ دار منعم خاں کی امداد و اعانت سے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ شہزادہ معظم کی فراخ دلی کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے بھائی شہزادہ اعظم کو سلطنت میں برابر کا شریک کر لینے پر رضامندی ظاہر کی لیکن شہزادہ اعظم پر اس پیش کش کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور آگرے کے قریب ایک میدان میں دونوں بھائیوں کی فوجیں ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا ہوئیں۔ تقدیر نے شہزادہ معظم کا ساتھ دیا اور شہزادہ اعظم شکست کھا کر مارا گیا۔ اس مختصر سے عرصے میں شہزادہ اعظم نے اپنے نام کے جو سکے چلائے تھے ان پر فارسی اشعار کا اندراج پایا جاتا ہے۔ جنہیں شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

اس فتح کے بعد شہزادہ معظم چونسٹھ سال کی عمر میں شاہ عالم بہادر شاہ

بہادر شاہ کے لقب سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس موقع

پر شاہ عالم بہادر شاہ کی فراخ دلی کے مظاہرے کی ایک اور مثال پائی جاتی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ شاہ عالم بہادر شاہ نے اسی اسد خاں اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو جنہوں نے شہزادہ اعظم کا ساتھ دے کر اس کے خلاف معرکہ آرائی میں سرگرم حصہ لیا تھا نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اسد خاں کو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کر دیا۔ شاہ عالم طبعاً ایک شریف النفس اور رحم دل انسان تھا اور بلا تفریق مذہب و ملت پوری رعایا پر یکساں مہربان۔ شاہ عالم کے اس روادارانہ رویے کی تشکیل میں اس کی راجپوت ماں کی تربیت کے اثرات بھی کارفرما نظر آتے ہیں چنانچہ شاہ عالم نے اورنگ زیب کے نافذ کردہ محصول جزیہ کو منسوخ قرار دے دیا۔ شاہ عالم کی ان کوششوں کے باوجود عام بے اطمینانی کی جو لہر پیدا ہو گئی تھی وہ زور پکڑتی گئی۔ راجپوت اپنی نشاۃ ثانیہ کے خواہے دیکھ رہے تھے جاٹوں کی شورش پسندی بھی ایک مسئلہ بنتی جا رہی تھی اور سکھوں کی ایک نئی طاقت پنجاب میں ابھر رہی تھی جو سرہند اور ملحقہ علاقوں میں اپنے قدم جما کر لاہور کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ ادھر دکن میں مرہٹوں کا زور بڑھتا جا رہا تھا جو دراصل سلطنت کا ایک نہایت کمزور پہلو بن چکا تھا۔

کام بخش | شاہ عالم نے اپنے پھوٹے بھائی کام بخش کو حیدرآباد اور بیجاپور کا والی

مقرر کیا تھا۔ جس نے خود اپنے بھائی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنے نام کے سکے بھی جاری کر دیئے۔ کام بخش کی اجراء کردہ اشرفیوں اور روپیوں پر فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا ہے۔ اس شعر کو اسٹینلی لین پول نے اس طرح پڑھا ہے جو درست نہیں ہے۔

سکہ زد بر خورشید و ماہ

شاہ دکن کام بخش پادشاہ

دراصل ان سکوں پر مندرجہ عبارت یا شعر کو پڑھنے کے لئے ایک دو سکے دیکھ لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ صحیح عبارت تک پہنچنے کے لئے متعدد سکوں کو بنظر غائر جانچنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ڈائی پر مندرجہ عبارت تمام و کمال کسی ایک سکے پر نہیں اُترتی بلکہ کسی سکے پر اس کا کچھ حصہ آجاتا ہے اور کسی پر کچھ۔ یہاں پر اسٹینلی لین پول نے نہ صرف یہ غلطی کی کہ ان سکوں کے متعدد نمونے نہیں دیکھے بلکہ عبارت کا جو بھی حصہ اس کو کام بخش کی اشرفیوں پر نظر آیا اس کو شعری اور ادبی قواعد کی رو سے ربط دے کر معنی خیز انداز میں لکھنے کی بھی اس نے کوئی کوشش نہیں کی اور نتیجہ معلوم ہے۔ دراصل کام بخش کی اشرفیوں اور روپیوں پر مندرجہ فارسی شعر اس طرح ہے

در دکن زد سکہ بر خورشید و ماہ

بادشاہ کام بخش دین پناہ

کام بخش کی ان باغیانہ سرگرمیوں کی بنا پر شاہ عالم کو ۱۱۲۰ھ میں اس کی سرکوبی کے لئے فوجی اقدام کرنا پڑا۔ اس مہم کے نتیجے میں کام بخش مارا گیا۔ بالآخر تین چار سال ہی کی مدت میں بغیر کوئی خاص کارنامہ انجام دیئے ۱۱۲۴ھ م ۱۱۲۰ھ میں شاہ عالم بہادر شاہ کا انتقال ہو گیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں جنھیں سی۔ جے براؤن نے غلط پڑھا ہے۔

شاہ عالم بہادر شاہ کی ایک اشرفی پر مندرجہ شعر کو سی۔ جے براؤن نے

لہ دی کو اینس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹیلی لین پول

صفحہ ۳۷۱ شائع کردہ انٹرنیٹ پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء

اس طرح پڑھا ہے

سکہ زد چو صاحب قرانی
بہادر شاہ عالم گیر ثانی

صحیح شعریوں ہے

بزر زد سکے صاحب قرانی
بہادر شاہ عالم گیر ثانی

اسی حکمران کے ایک روپیہ پر مندرجہ شعر کو کسی جے براؤن نے یوں پڑھا ہے

سکہ مبارک زد در ہفت کشور بر مہر و ماہ

شاہ جہاں ثانی سلطان معظم بادشاہ

اس شعر کے دونوں مصرعے غلط پڑھے گئے ہیں۔ صحیح شعر اس طرح ہے۔

سکہ زد در ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ

ثانی شاہ جہاں سلطان معظم بادشاہ

شاہ عالم ہی کے ایک اور روپیہ پر درج شدہ شعر کو بھی سی جے براؤن نے

اس طرح غلط پڑھا ہے

سکہ زد بر زر چو صاحب قرانی

معظم شاہ عالم گیر ثانی

صحیح شعریوں ہوگا

بزر زد سکے صاحب قرانی

معظم شاہ عالم گیر ثانی

ان تینوں اشعار کا حوالہ صفحہ ہذا کے فٹ نوٹ میں درج ہے^۱

۱۔ کیٹلاگ آف کوائمن ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن، جلد اول صفحہ ۳۰

شائع کردہ آر سی، سینٹرل لٹریچر ڈیپارٹمنٹ، طبع ثانی ۱۹۸۶ء

عظیم الشان اورنگ زیب کے بعد سلطنت مغلیہ کی تاریخ 'تحت حکومت کے دعویداروں کی کمزوری اور نااہلی کا ایک مرثیہ بن کر رہ گئی ہے سنہ ۱۷۵۷ء سے ۱۷۵۷ء تک کم و بیش سترہ شہزادوں نے ادعائے وراثت پیش کیا جن میں سے کسی نے بھی اس صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا جو ایسے شاندار ماضی کی حامل سلطنت کے ورثا کے شایان شان ہوتی۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑا عظیم الشان تھا جو اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن چند ہی ماہ کے عرصہ میں ذوالفقار خاں کی مخالفت کی وجہ سے نہ صرف اس کو تحت حکومت بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا، عظیم الشان نے اپنی قلیل مدت حکومت میں جو سکے رائج کئے ان پر فارسی شعر پایا جاتا ہے

جہاندار شاہ ریح الشان عظیم الشان کے بعد ذوالفقار خاں نے دو اور شہزادوں کو جہاندار شاہ اور ریح الشان کے القاب سے کٹھ پتلی حکمرانوں کی طرح سلطنت مغلیہ کے تخت پر بٹھایا اور چند ہی ماہ میں انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ جہاندار شاہ کے سکوں پر مندرجہ ایک شعر کو سی۔ جے براؤن نے یوں پڑھا ہے اور غلطی مصرعہ اولیٰ کے پڑھنے میں کی ہے۔ وہ پڑھتا ہے

سکہ زود در آفاق چوں مہر و ماہ

ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

صحیح شعر اس طرح ہو گا۔

در آفاق زود سکے چوں مہر و ماہ

ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

مقام حیرت ہے کہ ایک ایرانی محقق مسکوکات قدیمہ آقائی جمال ترابی طباطبائی نے اپنے مرتب کردہ تبریز میوزیم کے کیٹیلاگ میں اس سکہ کو زند خانان کے دوسرے حکمران ابوالفتح ابن کریم خاں زند سے منسوب کیا ہے، محقق مذکور کو صرف ابوالفتح کی کنیت سے تسامح ہوا ہے جو اس غلط انتساب

نے کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۱ شائع کردہ

آر بی سینر لٹیٹڈ، دہلی، طبع ثانی ۱۹۸۶ء

پر منتج ہوا۔ اگر موصوف نے سکے کی ہندوستانی ساخت، وضع و قطع اور پوری عبارت کو پیش نظر رکھا تو تا تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔

فرخ سیر ذوالفقار خاں کے پیدا کردہ عالم انتشار نے ایک نئی لہر کو جنم دیا۔ ہوا یوں کہ سید عبداللہ اور سید حسین جو سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہیں اور علی المرتبہ آباد اور بہار کے صوبہ دار تھے ذوالفقار خاں کے خلاف اپنی طاقت آزمائی کی کوششوں میں سرگرم ہو گئے اور نتیجتاً انہوں نے ایک ایسے شہزادے کو ڈھونڈ نکالا جس کے اطراف امراءے دولت کی اکثریت جمع ہو گئی۔ یہ شہزادہ عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر تھا۔ اس طرح سید برادران کی کوششیں بار آور ہوئیں اور انہوں نے ۱۱۲۲ھ میں شاہی افواج کو شکست دے کر جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں کے عبرتناک خاتمہ کے بعد فرخ سیر کو سلطنت مغلیہ کے تخت پر بٹھا دیا۔

فرخ سیر نے کم و بیش سات سال تک حکومت کی لیکن کسی بھی قسم کی صلاحیت کی محرومی کی وجہ سے اپنے عہد حکومت میں کوئی خاص کارنامہ انجام نہ دے سکا۔ رفتہ رفتہ سید برادران سے بھی اس کے تعلقات میں ناخوشگواری پیدا ہوتی گئی۔ اسی دوران سید حسین نے جو دکن کا صوبہ دار ہو گیا تھا مرہٹوں سے ایک اہانت آمیز صلح نامہ طے کر کے انہی کی امداد و اعانت سے دہلی پر چڑھائی کر دی اور مرہٹوں نے مختصر سی مدت کے لئے سلطنت مغلیہ کی راجدھانی میں دھوم مچادی اور انہیں کوئی ٹوکنے والا نہ تھا۔ فرخ سیر کسی مقاومت کے موقف میں نہ تھا وہ بھاگ کھڑا ہوا اور بالآخر گرفتار ہو کر قید کر لیا گیا اور چند ہی دن بعد اوائل ۱۱۳۱ھ میں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ فرخ سیر کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے کہ فرخ سیر نے اپنے سکوں پر خود کو "بادشاہ بحر و بر" ظاہر کیا ہے۔ اس تعلی کا واقعات کی دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا، جس کا اظہار اس حکمران کی بے دست و پائی سے اظہر من الشمس ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس عہد کا ایک دانشور شاعر جعفر زلی جس کی شہرت صرف ایک ہجو گو کی حیثیت سے ہے صورت حال کے اس تفاد کو برداشت نہ کر سکا اور فرخ سیر کے سکے پر مندرجہ شعر کی پیروڈی کہی۔

فرخ سیر کے سکے پر حسب ذیل شعر درج تھا

سکہ زد از فضل حق برسم وزر
 بادشاہ بحر و بر فرخ سیر
 جعفر ز طلی نے اس شعر کی پیروڈی اس طرح کی
 سکہ زد بر گندم و موٹھ و مرٹ
 بادشاہ پشہ کش فرخ سیر

لیکن جعفر ز طلی کو یہ پیروڈی بہت مہنگی پڑی جس کے نتیجے میں اُس کو تختہ دار

پر لٹکا دیا گیا۔^۱

مغلیہ تاریخ کے آخری دور میں ۱۱۳۱ھ - ۱۱۳۲ھ کو

رفیع الدرجات شاہ جہاں ثانی | شاہی خاندان کے زوال کا بدترین مظہر قرار دیا

جاسکتا ہے کیونکہ اس ایک سال کے عرصے میں پے در پے چار شہزادوں نے قسمت آزمائی کی اور سب کے سب ناکام رہے، ان میں سے دو شہزادے رفیع الشان کے بیٹے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ تھے جنہیں سید برادران نے کٹھ پتلیوں کی طرح تخت پر بٹھایا تھا جو یکے بعد دیگرے چار چار ماہ حکومت کرنے کے بعد موت کے آغوش میں پہنچا دیئے گئے۔ رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ واٹ ہیڈ نے رفیع الدرجات کے سکوں پر مندرجہ ایک شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے اور یہ غلطی مصرعہ اولیٰ کے تعلق سے سرزد ہوئی ہے۔^۲

سکہ زد بہند با ہزاراں برکات
 شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

صحیح شعر اس طرح ہے۔

۱۔ دی لیٹر مغلس مصنفہ ڈبلیو۔ اردن۔ جرنل آف نیومسیامک سوسائٹی آف انڈیا جلد LXXIII جزو اول۔
 شماره ۴ تا ۱۹۳۴ء۔ صفحات ۲۸۷ تا ۳۶۱۔ نیز ملاحظہ ہو گنج شایگان مصنفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ
 مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۷۔

۲۔ کوانٹس آف مغل ایمپیرس مرتبہ واٹ ہیڈ سکہ نشان ۲۲۷۳

زد سکہ ہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

رفیع الدرجات کے سکوں پر تو اس کا یہی نام درج ہے البتہ رفیع الدولہ نے اپنا لقب شاہ جہاں اختیار کیا تھا چنانچہ اس کے سکوں پر شاہ جہاں ثانی کا اندراج ہے۔ واٹ ہیڈ نے رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی کے سکے پر مندرجہ شعر بھی اس طرح غلط پڑھا ہے۔

سکہ زد در جہاں با امن و اماں
صاحب قرآن ثانی شاہ جہاں

صحیح شعریوں ہے

سکہ با امن و اماں زد در جہاں
ثانی صاحب قرآن شاہ جہاں

ان دونوں شہزادوں کے بعد ایک اور شہزادے نیکوسیر نے جو اورنگ زیب
نیکوسیر کا پوتا اور اس کے باغی شہزادے اکبر کا بیٹا تھا عنان اقتدار سنبھالی لیکن
قبل اس کے کہ وہ اپنے نام کے سکے رائج کرتا اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

نیکوسیر کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کا پوتا اور خجستہ اختر کا بیٹا محمد شاہ
محمد شاہ سولہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ابتداءً اس کو مجبور ہونا پڑا کہ سید
برادران کے ظلم و ستم اور ان کی چیرہ دستیوں میں ان کی ہمنوائی کرے لیکن تھوڑے ہی عرصے
میں دربار کے ترکی نژاد امراء کے زیر اثر جن کی رہنمائی حسین قلع خاں کے ہاتھوں میں تھی محمد شاہ نے
سید برادران کے غلبہ و استیلاء کا قلع قمع کر دیا۔ سید برادران نے مقاومت پر کمر باندھی
لیکن ان کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ سید حسین مارا گیا۔

محمد ابراہیم اس نوبت پر سید عبداللہ نے ایک اور چال چلی۔ اس نے رفیع الدولہ

لے کیبنٹ آف مسٹر آر بی واٹ ہیڈ بحوالہ کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ۔ مرتبہ سی بی
برادرن جلد اول صفحہ ۳۲، شائع کردہ آر. سی. سینیر لیمیٹڈ ۱۹۸۶ء، دہلی۔

کے ایک بھائی محمد ابراہیم کو ۱۱۳۲ھ میں تخت پر بٹھادیا لیکن چین قلیچ خاں کے تدبیر کے مقابلہ میں سید عبداللہ کی چال کامیاب نہ ہو سکی اور ایک ہی مہینے کے عرصے میں ابراہیم کو تخت سے اتار کر قید کر دیا گیا۔ اس ایک ماہ کی مدت ہی میں محمد ابراہیم نے اپنے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعر کا اندراج ہے۔ مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول نے محمد ابراہیم کے سکوں پر مندرجہ فارسی شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے۔

سکہ برسم زود در جہاں
بفضل محمد ابراہیم شاہ شاہاں

مندرجہ بالا قرأت سے شعر ساقط البحر اور اس کا مفہوم خبط ہو جاتا ہے۔ اصل میں

شعر اس طرح ہے۔

سکہ زود در جہاں بفضل کریم

شاہ شاہاں محمد ابراہیم

سید برادران کے زوال کے بعد محمد شاہ نے چین قلیچ خاں کو جن کا خطاب نظام الملک آصف جاہ تھا وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کیا اور دکن کی صوبہ داری بھی انہی کو دی گئی۔ نظام الملک آصف جاہ کی صلاحیتوں سے سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو ضرور سہارا ملتا لیکن حکمران کی عیش پسندی، نااہلی اور تلون طبع نیز درباری امرا کی سازشوں نے آصف جاہ کی کوششوں کو بار آور ہونے نہ دیا۔ محمد شاہ نے ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ م ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء کم و بیش تیس سال تک حکومت کی۔ یہ اتنا طویل دور تھا کہ کوئی بھی باصلاحیت حکمران فہم و فراست، مستقل مزاجی اور مخلص مشیروں کی اعانت سے سلطنت کے اتر حالات کو استحکام کی منزل تک پہنچا سکتا لیکن یہاں تو ان سب باتوں کا فقدان تھا۔ محمد شاہ سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل شہنشاہ اکبر نے بھی عنفوان شباب میں عمان اقتدار سنبھالی تھی۔ اس کو بھی بیرم خاں کے روپ میں ایک بہادر جرنیل اور مدبّر ماہر

۱۔ دی کوائنس آف دی مغل ایمپیرس آف ہندوستان، ان دی برٹش میوزیم مصنفہ اسٹینلی لین پول

شائع کردہ انڈیا پبلیکیشنز نی، دہلی ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۲

نظم و نسق کی سرپرستی حاصل بھی جس سے اکبر نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کو بروکے کا لاتے ہوئے سلطنت مغلیہ کی بنیادیں مستحکم کر دیں اور پچاس سال تک ایک کامیاب بادشاہ کی طرح حکومت کرتا رہا۔ اس کے برخلاف محمد شاہ نے جو سولہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا اور جس کو صین قلعہ خاں کی صلاحیتوں سے استفادے کا پورا پورا موقع بھی ملا تھا اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور عیش و عشرت کی رنگ رلیوں میں وقت برباد کرتا رہا، مغل سلطنت جو تقریباً پورے برصغیر تک پھیل چکی تھی ایک عالم انتشار سے دوچار ہو گئی۔

سلطنت مغلیہ کے مرکز کی انتشاری کیفیت کے پیش نظر نظام الملک آصف جاہ دہلی سے زیادہ اپنا وقت دکن میں گزارنے لگے تھے۔ انہوں نے بالکل صحیح طریقہ پر یہ سوچا کہ دہلی میں سلطنت کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لئے ان کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں گی اس لئے آصف جاہ نے اپنی پوری توجہ اپنے صوبہ دکن کی طرف مبذول کر دی تاکہ کم از کم اس علاقے کو مرہٹوں کی دستبرد سے بچایا جاسکے۔ بالآخر نظام الملک آصف جاہ نے ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۴ء میں اپنے صوبہ دکن میں خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ یہاں یہ امر بطور خاص لائق ذکر ہے کہ اعلان خود مختاری کے باوجود نظام الملک آصف جاہ نے اپنے نام کے کوئی الگ سکہ اجراء نہیں کئے بلکہ دکن میں بھی مغل حکمرانوں کے سکہ ایک مدت مدید تک رائج رہے تا آنکہ ۱۲۷۵ھ ۱۸۵۷ء میں مغلیہ خاندان کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

محمد شاہ کے عہد حکومت ہی میں ہندوستان پر نادر شاہ کے حملے کا سانحہ پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۷۳۷ء میں نادر شاہ نے دہلی دربار کے ایرانی گروپ کی دعوت پر فوج کشی کر کے پہلے تو قندھار اور کابل پر قبضہ کر لیا اور پھر پنجاب کا رخ کر کے لاہور میں داخل ہو گیا۔ مغل فوجوں نے نادر شاہ کی پیش قدمی کو روکنے کی پوری کوشش کی لیکن کرناں کے قریب ایک گھمسان لڑائی میں انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی صلح کی شرائط طے ہو ہی رہی تھیں کہ محمد شاہ نے نادر شاہ کے کیمپ پہنچ کر خود کو اس کے حوالے کر دیا اور پھر دونوں فوجیں مصالحت کے بعد ۱۹ مارچ ۱۷۳۸ء کو دہلی میں داخل ہو گئیں۔ دونوں فوجوں کے دہلی میں داخلے کے بعد فضا نہایت خوشگوار ہو گئی تھی مگر بد قسمتی سے دہلی کے کسی شہری یا سپاہی کی نادر شاہ کے ایک فوجی سے معمولی سی تکرار نے نادر شاہ کے غیض و غضب کو پھر سے للکارا اور اس نے قتل عام کا حکم

نادری صادر کر دیا جس کے نتیجے میں دلی کے کوچہ و بازار انسانی خون کے سیلاب کی زد میں آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس المناک واقعے میں کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار افراد کی جانیں گئیں۔ شرائط صلح میں نادر شاہ نے کوہ نور، تخت طاوس اور دیگر بیش قیمت اشیاء کے علاوہ سلطنت مغلیہ کا وہ علاقہ بھی حاصل کر لیا جو دریائے سندھ کے مغرب میں واقع تھا۔

محمد شاہ کی زندگی کے آخری چند سال بڑی دل شکستگی کے عالم میں گزرے اور بالآخر ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ محمد شاہ کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں اور حیرت ہے کہ ان اشعار میں بھی وہی تعلی نظر آتی ہے اور حکمران کو ”بادشاہ زماں“ اور سکوں کو ”روشن تراز مہر و ماہ“ بتلایا گیا ہے۔ محمد شاہ کے سکوں پر مندرجہ ایک شعر کو سب سے بے براؤن نے صحیح طریقے پر نہیں پڑھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

سکہ زر زود ز فضل الہ

بادشاہ جہاں محمد شاہ

صحیح شعر یوں ہے

سکہ زود در جہاں ز فضل الہ

بادشاہ زماں محمد شاہ

محمد شاہ کے عہد ہی میں انقراض مملکت کا عملاً آغاز ہو چکا تھا۔ نظام الملک آصف جاہ اول نے ۱۷۴۷ء میں صوبہ دکن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ اور فرانسیزیوں نے دوست علی خاں صوبہ ابرار کاٹ سے ۱۷۴۳ء میں سکے مضروب کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور اسی سال ماہ دسمبر سے پانڈیچری میں سکے مضروب کئے جانے لگے تھے۔ انگلستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی نواب سعادت اللہ خاں صوبہ دار ارکاٹ سے ۱۷۴۲ء میں سکے مضروب

۱۷ کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر۔ سی۔ سینیئر لٹریچر ۱۹۸۶ء دہلی۔

۱۸ دی کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۳۰ مرتبہ جے۔ آر۔ ہنڈرکن

کرنے کی اجازت لے لی تھی مگر ایسے سکوں کی اجرائی ۱۷۵۹ء سے عمل میں آئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس طرح اجراء شدہ سکوں پر برائے نام ہی سہی مغل بادشاہ کے نام کا اندراج پایا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں تو ان پر وہی شعر درج ہے جو محمد شاہ کے عام سکوں پر نظر آتا ہے۔

محمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

احمد شاہ | احمد شاہ نے ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ م ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء چھ سال تک

حکومت کی۔ یہ دور بھی بڑا پر آشوب رہا۔ جس میں دربار کے ایرانی اور ترک نژاد امراء کی باہمی آویزشیں، جاٹوں کی شورشیں اور روہیلوں کی باغیانہ سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ راجپوتانے میں سابق حکمرانوں کی رقابتیں اور دکن میں مرہٹوں کی اُبھرتی ہوئی طاقتیں مملکت کے انتشاری، ماحول میں آگ پر تیل کا کام کر رہی تھیں۔ ایسے میں افغانستان کے ایک اور مہم پسند حکمران احمد شاہ درانی نے ۱۷۴۸ء میں لاہور پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ وقتی طور پر مغل فوجوں نے احمد شاہ درانی کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ لیکن بعد میں احمد شاہ درانی نے اپنی طاقت میں اضافہ کر کے پھر ہندوستان کا رخ کیا اور اب اس کے آگے مغل افواج بے بس ہو گئیں۔ احمد شاہ درانی کو اس کامیابی کے صلے میں لاہور اور ملتان کے علاقے مل گئے۔

اب حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ گجرات پر مرہٹوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ مالوہ اور راجپوتانے نے مرکز کو خراج دینا بند کر دیا تھا کیونکہ مالوے کا الحاق دکن سے ہو چکا تھا اور راجپوتانے میں پرانے راجاؤں کے نام لیوا اپنی طاقتوں کو اکٹھا کر رہے تھے۔ آگرے کے جنوب میں جاٹوں کا زور تھا اور گنگ و جمن کے وسطی دو آبے میں فرخ آباد کے سنگش پٹھانوں کی للکار سنائی دے رہی تھی۔ اودھ اور الہ آباد ایک طرح سے وزرائے اودھ کی سلطنت بن چکے تھے۔ مشرقی صوبوں بہار، بنگال اور اڑیسہ میں اللہ وردی خاں کے خاندان کا زور تھا۔ مرکزی حکومت دہلی اور اس کے مضافات تک سمٹ کر رہ گئی تھی جہاں غازی الدین خاں کا طوطی بول رہا تھا جس نے اپنی دراز دستیوں کو کافی نہ سمجھ کر احمد شاہ کو تخت سے اتار دیا۔

لے دی کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۳۱، مرتبہ جے آر ہنڈرسن

دونوں صحیح اشعار اس طرح ہیں

بزرگدسکہ صاحب قرانی

عزیز الدین عالم گیر ثانی

بیافت رونق ازیں سکے زر جو ہر منیر

ز نام شاہ جہاں بادشاہ عالم گیر

عالم گیر ثانی کے قتل کے بعد غازی الدین خاں
شاہ جہاں ثالث 'شاہ عالم ثانی' نے ایک نئے شکار کی تلاش شروع کر دی چنانچہ

اس نے ۱۷۵۹ء میں کام بخش کے ایک پوتے کو شاہ جہاں ثالث کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔
شاہ جہاں ثالث کا دور حکومت بھی مختصر رہا کیونکہ تخت کا حقیقی وارث عالم گیر ثانی کا بیٹا عالی گہر
تھا جس نے شاہ عالم ثانی کے لقب سے ۱۷۶۳ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔
امرائے سلطنت کی غالب اکثریت شاہ عالم کے ساتھ تھی۔ اور اس کی خوش نصیبی سے ہمسایہ ملک
افغانستان کے طاقتور حکمران احمد شاہ درانی نے ۱۷۶۱ء میں ہندوستان پر پھر حملہ کیا۔ اس
زمانے میں دارالسلطنت دہلی میں مرہٹوں کا بڑا زور تھا۔ احمد شاہ درانی نے پانی پت کے میدان
میں مرہٹوں کو شکست فاش دی اور غازی الدین خاں نیز اس کے کٹھ پتلی حکمران شاہ جہاں
ثالث کو اقتدار سے بے دخل کر کے شاہ عالم ثانی کی حکومت کی بنیادیں وقتی طور پر ہی سہی
متحکم کر دیں۔

شاہ عالم ثانی کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک

شعر کو سی۔ جے براؤن نے اس طرح غلط پڑھا ہے

سکہ زد صاحب قرانی ز تائید الہ

حامی دیں محمد شاہ عالم بادشاہ

۱۷ کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ۔ مرتبہ سی۔ جے براؤن۔ جلد اول صفحہ ۳۴

شائع کردہ آر۔ سی۔ سینیر لمیٹڈ دہلی ۱۹۸۶ء

صحیح شعر اس طرح ہے

سکہ صاحب قرانی زوزناییدالہ

حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

شاہ عالم کے دور حکومت میں ہندوستان میں اُبھرتی ہوئی ایک بیرونی طاقت یعنی برطانوی حکومت حصول اقتدار کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی جن کا آغاز بنگال میں ہو چکا تھا۔ ابتداءً شاہ عالم ثانی تقاضائے وقت کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ چنانچہ اس نے ۱۷۵۷ء میں بنگال پر حملہ کیا اور ناکام رہا۔ پھر ۱۷۶۴ء میں شاہ عالم نے شجاع الدولہ کی مدد لے کر بنگال پر دوبارہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں اس کو بکسر کے میدان میں شکست فاش ہوئی۔ اس ہزیمت کے دوسرے ہی دن شاہ عالم نے برطانوی کیمپ میں حاضری دی اور وہ دن دراصل سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کا دن تھا۔ اس کے بعد سے سلطنت مغلیہ عملاً ایک قصہ پارینہ بن گئی۔ پھر ۱۲ اگست ۱۷۵۷ء کو الہ آباد میں طے شدہ ایک معاہدے کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی اور ان علاقوں کے مالیاتی نظم و نسق کا مختار بنا دیا گیا جس کے معاوضے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے شاہ عالم ثانی کو اس کے اعزاز اور وقار کی بقا کے لئے ایک معقول سالیانہ دینے سے اتفاق کر لیا۔ بالفاظ دیگر شہنشاہ ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار بن گیا

شاہ عالم کے باقی دور حکومت میں کمی نشیب و فراز آتے رہے

بیدار بخت

اور وقتاً فوقتاً اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد ملتی رہی تاہم

۱۷۸۸ء میں ایک اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ انہی دنوں غلام قادر روہیلہ نے قابو پا کر شاہ عالم ثانی کو بے رحمانہ طریقے سے اندھا کر دیا اور اس کی جگہ احمد شاہ کے بیٹے بیدار بخت کو کٹھ پتلی حکمران بنا دیا۔ اس واقعے کے فوراً بعد مرہٹوں نے دہلی پر چڑھائی کر کے مجرموں سے انتقام لیا اور مدعی سلطنت بیدار بخت کو بے دخل کر دیا۔

بیدار بخت کے سکوں پر مندرجہ فارسی شعر کو سی۔ جے۔ راجرس اور سی۔ جے۔

براؤن: دونوں نے اس طرح غلط پڑھا ہے۔ راجرس یوں پڑھتا ہے

بزرگہ زد والی تاج و تخت
شاہ جہاں محمد بیدار بخت^۱

براؤن کی قرأت اس طرح ہے

سکہ زد بزر وارث تاج و تخت
شاہ جہاں محمد بیدار بخت^۲

مندرجہ بالا شعر صحیح طور پر اس طرح پڑھا جائے گا
بزرگہ زد وارث تاج و تخت

محمد جہاں شاہ بیدار بخت

مرہٹوں نے مظلوم شاہ عالم ثانی کو کلیتہً اپنے قابو میں رکھا تا آنکہ ۱۸۰۳ء میں
لارڈ لیک نے اس کو مرہٹوں کی قید سے اور حکومت کو ان کی بالادستی سے نجات دلانی۔ بحیثیت مجموعی
شاہ عالم ثانی نے وقت اور حالات سے صلح کر لی تھی جس کے نتیجہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اس کے
روابطہ خوشگوار ہی رہے۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اجرا کردہ سکوں پر شاہ عالم ثانی کا نام
پایا جاتا ہے۔

شاہ عالم ثانی نے ۱۲۲۱ھ م ۱۸۰۶ء میں وفات پائی اور اس کے
اکبر شاہ ثانی بعد اُس کا بیٹا اکبر شاہ ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا اور
۱۲۵۳ھ م ۱۸۳۷ء تک برائے نام حکومت کرتا رہا۔ یہاں برائے نام کی اصطلاح یوں بھی صادق
آتی ہے کہ دریں اثنا ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں ان
میں راج سکوں پر اکبر شاہ ثانی کا نام بھی پایا جاتا ہے۔

۱۔ دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکٹڈ ہائی چارلس بی۔ راجرس، اینڈ پرنٹڈ ہائی دی پنجاب گورنمنٹ
رتبہ سزیمس لیال اینڈ ایچ سی فائنیوٹس کر دہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء تمہید صفحہ ۲۷۱
۲۔ کیٹیلاگ آف کوائنس اینڈ دی پراوینشل میوزیم ٹکنو مرتبہ سی۔ بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۲، شائع کردہ آر۔ سی سینیر
لیٹیڈ دہلی۔ ۱۹۸۶ء۔

اکبر شاہ ثانی کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ اکبر شاہ ثانی کے
سکے پر مندرجہ ایک شعر کو مصنف گنج شایگان نے اس طرح غلط پڑھا ہے

سکہ مبارک صاحبقران ثانی
محمد اکبر نسل چنگیز خانی

صحیح شعریوں ہے

مبارک سکہ صاحبقرانی
محمد اکبر چنگیز ثانی

اکبر شاہ ثانی کے بعد اس کا بیٹا سراج الدین بہادر شاہ ثانی کا
لقب اختیار کر کے ۱۸۳۷ء میں تخت نشین ہوا ' بہادر شاہ ثانی
بھی اپنے باپ اکبر شاہ ثانی اور دادا شاہ عالم ثانی کی طرح انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ اس کا
دور حکومت بھی اپنے پیشرووں کی طرح کارہائے نمایاں سے خالی رہا ' البتہ بہادر شاہ کے دربار
میں اردو شاعری کا خوب چرچا تھا۔ امور سیاست یا کاروبار سلطنت سے دربار کا تعلق نہ ہونے
کے برابر تھا اور انگریزوں کا اثر و نفوذ پورے ملک میں بڑھتا جا رہا تھا۔ ہندوؤں کے روشن
خیال طبقے اور مسلمانوں کے علماء میں ایک طرح کی انگریز بیزاری اور وطن پرستی کی لہر پیدا ہو چکی تھی
وہی رُوسا بھی غیر مطمئن تھے لیکن انہیں اپنے اپنے علاقوں کے باغی عناصر کی سرکوبی کے لئے انگریزوں
کی پشت پناہی درکار تھی۔ دکن سے وہ جو ایک مجاہد آزادی ٹیپو سلطان کے روپ میں اٹھا تھا
اس کو بھی انگریزوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے نصف صدی قبل زیر کر لیا تھا۔ تاہم ٹیپو سلطان کے
نعرہ آزادی وطن کی گونج ملک کے گوشے گوشے میں پھیل چکی تھی۔ انگریزوں کے پاس "چھوٹ ڈالو اور
حکومت کرو" کا جو ایک حربہ تھا اب انہوں نے اپنے خلاف اٹھتی ہوئی بیزاری کی لہروں کو دبانے
کے لئے اسی حربے سے کام لینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی یہ چال کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی اور لوگوں
کے سینوں میں بیرونی انگریز طاقت کے خلاف ایک جوالا مکھی پک رہا تھا ' دہلی کا دربار خاموش اور

بے بس تھا، لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کے دانشور، دیسی ریاستوں کے وطن دوست عناصر نیز خود برطانوی افواج کے دلیر اور وطن کا درد رکھنے والے سورماندر ہی اندر ایسی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے جن پر عمل کر کے آزادی وطن کا مقصد حاصل ہو سکتا۔

بالآخر یہ آتش فشاں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پھٹ پڑا۔ دہلی مجاہدین آزادی کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ آزادی کے متوالے فوجیوں کی قیادت جنرل بخت خاں کر رہا تھا۔ تحریک آزادی کے علمبرداروں کو بہر حال ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی جس کے گرد جمع ہو کر وہ اپنی جدوجہد کو منظم کر سکتے۔ ایسا مرکز انہیں بہادر شاہ کی ذات میں نظر آیا، جس کے گرد بلا تفریق مذہب و ملت ہندوؤں اور مسلمان جمع ہو گئے۔ بعض دیسی روسا کی دلی ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ تھیں، مگر وہ کھل کر میدان میں اتر نہ سکتے تھے۔ انگریزوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ دہلی کا ریجنٹ مارا گیا اور ہر طرف انگریزوں کے خلاف نفرت کا طوفان اُٹتا نظر آتا تھا۔ اس موقع پر بھی انگریزوں نے ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“ کے اپنے پرانے حربے سے کام لیا اور نتیجتاً چار ماہ سے چل رہی سرفروشیوں کی یہ تحریک ۱۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دم توڑ گئی۔

جدوجہد آزادی کے دوران مجاہدین نے بہادر شاہ کے نام سے مخصوص اشرفیاں مفروب کروائی تھیں۔ جن پر مندرجہ ذیل شعر درج تھا۔

بزر زد سکہ نفرت طسرازی

سراج الدین بہادر شاہ غازی

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شعر مرزا غالب نے کہا تھا اور اس خیال کی تائید خود ان کے خط بنام یوسف مرزا سے ہوتی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ مرزا غالب نے اس شعر سے اپنی لا تعلقی کا اظہار کیا اور مکتوب مذکور میں یہ لکھا کہ

۱۔ چراغ دہلی مصنفہ مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ کرن پریس دہلی، دسمبر ۱۹۰۳ء، صفحہ ۳۳۲ پر اردو تہذیب و تاریخ

۲۔ اردوئے معلیٰ مصنفہ مرزا غالب مطبع اردو گائیڈ کلکتہ ۱۸۸۳ء، صفحہ ۳۷۵

» بادشاہ شاعر، بادشاہ کے بیٹے شاعر، بادشاہ کے

نوکر شاعر، خدا جانے سکد کس نے کہا۔ اخبار نویس

نے میرا نام لکھ دیا۔

نصیب

لیکن جدوجہد آزادی کے ناکام ہو جانے کے بعد جب انگریزوں نے اپنے مخالف

اور بہادر شاہ کے مؤدین کے خلاف تحقیقات کا آغاز کیا تو مرزا غالب سے بھی باز پرس ہوئی اور

دارالضرب سے مرزا غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ شعر مجسٹریٹ نے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اب

مرزا کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور ”نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن“ والی کیفیت پیدا ہوئی

مرزا نے نہایت معصومانہ انداز میں یہ اعتراف کیا کہ

”میں نے سکد کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا۔“

بہادر شاہ ظفر کے سکوں پر فارسی اشعار کے علاوہ مندرجہ ذیل اردو اشعار

بھی پائے گئے ہیں۔

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں
خط شعاع سے ادسپر جو یہ نہ ہو تحریر
ابوظفر شہ والا گھر بہادر شاہ
سراج دین نبی سایہ خدائے قدیر
جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک مؤید و اختر معین و بخت نصیر

۱۔ ماہنامہ ”شاعر“ غالب نمبر، مضمون غالب کی کہانی از ڈاکٹر ظ۔ انصاری صفحہ ۵۹

۲۔ اردوئے معلیٰ مصنف مرزا غالب مطبوعہ اردو گائیڈ کلکتہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۳۷۵

۳۔ گنج شائگان مصنف محمد رفیع موبانی عالی، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۸

ان اشعار کے بارے میں دثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس کا نتیجہ فکر ہیں۔ لیکن ان اشعار کے پس منظر میں جو انداز نظر جھلک رہا ہے وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی مرزا غالب کے سوار کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ تحریک آزادی کی ناکامی کے ساتھ وہ شمع ہمیشہ کے لئے گل ہو گئی جس کو ظہیر الدین بابر نے روشن کیا تھا۔ اور جس کی لو کو تیز کرنے میں ھمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالم گیر نے اپنی بے پناہ صلاحیتیں صرف کر دی تھیں۔

●●

سلطنت خداداد میسور کے سکوں پر فارسی اشعار

سلطنت خداداد میسور کے بانی حیدر علی کے اقتدار پر آنے سے قبل ریاست میسور کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ میسور کے ہندو راجا بظاہر دہلی کے مغل حکمرانوں کی نیابت کا دم بھرتے تھے لیکن آخری دور میں وہ مختلف سمتوں سے دباؤ کا شکار ہو چکے تھے۔ کبھی نظام دکن میسور پر چڑھانی کرتے تو کبھی پونا کے مرہٹے پیشوا اپنی فوجیں میسور کی طرف بڑھاتے۔ اسی زمانے میں حیدر علی ایک اونچے اوسط درجے کے مسلم گھرانے میں ریاست میسور کے ضلع کولار کے ایک گاؤں بودی کوٹہ میں ۱۷۲۲ء م ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں حیدر علی کا باپ شیخ فتح محمد ریاست میسور کے علاقہ سرائے کے گورنر عابد خاں کے ماتحت منصب دوہزارہی پر فائز تھا۔

اُس دور کی درباری سازشوں کے نتیجے میں حیدر علی کا باپ فتح محمد مارا گیا۔ اس وقت حیدر علی کی عمر پانچ سال تھی اور اُس کا خاندان آرام و آسائش کی زندگی سے محروم ہو کر عسرت و پریشانی سے دوچار تھا لیکن اُسی دور میں حیدر علی کے ایک نکھیالی عزیز حیدر صاحب نے جو خود میسور کے راجا کی ملازمت میں تھا اس خاندان کی کفالت اپنے ذمے لے لی اور انہیں سرنگا پٹنم بولویا۔ سرنگا پٹنم میں حیدر علی اور اس کے بھائی کی پرورش اور تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ یہ بچے فنون سپہ گری، تیغ زنی، کمند انگنی، اسپ رانی اور تفنگ اندازی میں ایسے مشاق ہو گئے کہ نامور سپاہیوں کی نگاہیں بھی ان پر پڑنے لگیں اور بالآخر ان کے سن شعور تک پہنچتے پہنچتے ان کے مربی حیدر صاحب نے میسور کے وزیر نندراج کے پاس انہیں لے جا کر فوج کے ابتدائی عہدوں پر فائز کروادیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حیدر علی کی اعلیٰ صلاحیتوں کے جوہر نمایاں ہونے لگے تھے یہاں تک

کہ وہ درجہ بدرجہ ترقی کر کے علاقہ ڈنڈی گل کا گورنر مقرر ہو گیا۔ اسی زمانے میں میسور کے اطراف ارکاٹ و ترچیاپلی میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان اپنا اپنا اثر و رسوخ پھیلانے کی کشمکش جاری تھی اور ادھر نظام دکن اور مرہٹے بھی اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کرنالک پر اپنا تسلط قائم کر لیں۔ ارکاٹ کے چندا صاحب کی حمایت صلابت جنگ اور فرانسیسی کر رہے تھے اور ترچیاپلی کے والا جا محمد علی نے میسور کے وزیر نندراج اور انگریزوں سے امداد طلب کی تھی۔ نندراج نے افواج میسور کو ساتھ لے کر ترچیاپلی کی طرف پیش قدمی کی۔ اُس وقت حیدر علی نندراج کا دست راست تھا۔ ان معرکوں میں حیدر علی نے اپنی جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ چندا صاحب اور فرانسیسی عاجز آ گئے تھے۔ فرانسیسیوں کی متعدد توپوں پر بھی حیدر علی نے قبضہ کر لیا تھا لیکن نظام الملک کی فوجوں کا پلہ بھاری تھا چنانچہ انہوں نے سرنگاپٹیم کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر ایک معقول زرتاوان لے کر واپس ہوئیں۔ ابھی نظام دکن کی فوجیں واپس ہو ہی رہی تھیں کہ پونا کے پیشوا بالاجی باجی راؤ نے خراج وصول کرنے کے لئے اپنا لشکر میسور کی طرف بڑھا دیا۔ یہاں خزانے میں رکھا ہی کیا تھا۔ بہر حال راہ نے مرہٹوں کو ایک کروڑ روپیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور بطور ضمانت ملک کا بہت بڑا حصہ ان کی کفالت میں دے دیا۔ چنانچہ مرہٹوں نے اپنی طرف سے بلونت راؤ کو اس علاقے کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور اب میسور کے راہہ کی حکومت صرف سرنگاپٹیم اور اس کے مضافات تک محدود ہو کر رہ گئی۔

حیدر علی کی قسمت نے پھر یاوری کی۔ مرہٹے ابھی میسور کے مکفولہ علاقوں پر اپنا تسلط جما ہی رہے تھے کہ پانی پت کا وہ عظیم سانحہ پیش آیا جس نے مرہٹوں کو ایسی ٹھیس پہنچائی کہ وہ پھر سنبھل نہ سکے۔ یہ احمد شاہ درانی کا ہندوستان پر آخری حملہ تھا۔ اب مرہٹے میسور کے علاقوں میں اپنے قدم جانے کے موقف میں نہ رہے تھے۔ حیدر علی کو اُس کی نمایاں خدمات کے صلے میں میسور کی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا گیا تھا۔ مرہٹوں پر اس نئی افکار کے بعد تو حیدر علی کے لئے میدان صاف تھا اور اُس نے بغیر کسی خاص مزاحمت کے اُن تمام علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا جو مرہٹوں کے زیر کفالت آچکے تھے۔

۱۔ تاریخ سلطنت خداداد میسور مصنفہ محمد خاں محمود بنگلوری شائع کردہ ہالیوڈ ہاؤس۔ دہلی ۱۹۷۰ء صفحہ ۵۳
۲۔ ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً

حیدر علی نے اپنے نام کا پہلا حرف (ح) نمایاں طور پر درج کروایا تھا۔ اب تک حیدر علی کا ایسا کوئی
سکہ نہیں ملا ہے جس پر فارسی شعر کا اندراج ہو۔

حیدر علی کی وفات کے بعد ۲۰ محرم ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء کو فتح علی خاں المعروف برٹیسو سلطان
اپنے باپ کے جانشین کی حیثیت سے تخت پر بیٹھا۔ حیدر علی اگرچہ خود اُن پرٹھ تھا لیکن اس نے اپنے
لڑکے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ چنانچہ برٹیسو سلطان اس وقت کے علوم متداولہ میں
کامل دستگاہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ فرانسیسی فوجی افسروں سے اعلیٰ تربیت بھی حاصل کر چکا
تھا جو اُس کے متعدد معرکہ آرائیوں بالخصوص انگریزوں کے ساتھ اس کے محاربات میں بہت کام آئی
حیدر علی کے آخری ایام میں انگریزوں سے میسور کی افواج برسرا پیکار تھیں اور یہ سلسلہ برٹیسو کی تخت نشینی
کے بعد بھی جاری رہا۔ انگریزی فوج اسٹیوارٹ اور جنرل لانگ کے ماتحت واندی و اش میں پڑاؤ ڈالے
ہوئی تھی۔ برٹیسو سلطان نے ایک سراسر اختیار کر کے انگریزوں کو جالیا۔ اس مہم میں دو ہزار فرانسیسی
سپاہی بھی سلطان کے لشکر میں تھے۔ لیکن یہ مہم بغیر کسی مقابلے کے اس وجہ سے سر ہو گئی کہ برٹیسو سلطان
کی آمد کی اطلاع پر مدراس کے گورنر نے انگریزی فوجوں کو فوراً واپس ہو جانے کا حکم بھجوا دیا۔ انگریزی
فوجوں کی اس پسپائی کے بعد برٹیسو سلطان کو کچھ اندرونی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جن کے منجملہ ایک
سازش ایسی تھی کہ سرنگاپٹنم کے قلعہ دار کو اپنے جال میں پھانس کر حرم سرائے سلطانی کو مقید کر کے
دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے لیکن سلطان کی فراست اور دانائی نے اس سازش کو ناکام بنا دیا اور سازش
کو کفر کردار تک پہنچا دیا گیا اور قلعہ اور محل سرائے کے انتظامات میں تبدیلی کر دی گئی۔ قلعہ کی کمان اسدھاں
رسالدار کو دی گئی اور سید محمد خاں مہدوی کو سرنگاپٹنم کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اسی اثنا میں انگریزی افواج
پیش قدمی کر کے حیدرنگر پر قابض ہو چکی تھیں۔ برٹیسو سلطان نے محمد علی کمندان کی فوج کے سلطانی لشکر سے
آملنے کے بعد حیدرنگر کا رخ کیا اور اٹھارہ دن کی سخت معرکہ آرائی کے بعد انگریزوں کو پسپا ہونے پر مجبور
کر دیا۔ بالآخر انگریزوں نے قلعہ حیدرنگر سلطان کے حوالے کر دیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت برٹیسو سلطان کی نظر میں دو باتیں بڑی اہمیت کی حامل تھیں
ایک تو اپنے حدود مملکت میں توسیع اور ان کا استحکام دوسری اہم بات انگریزوں کی ابھرتی ہوئی استعماری
طاقت کا سدباب بلکہ اس کا استیصال تھی۔ برٹیسو سلطان کی دور رس نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی فتنہ

ایسٹ انڈیا کمپنی کی نقاب اوڑھے آہستہ آہستہ ہندوستان کی آزادی کو گھن کی طرح کھانا چلا جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ سارا ملک برطانوی غلامی کے طوق و سلاسل میں جکڑ جائے گا۔ جہاں تک حدود مملکت میں توسیع اور ان کے استحکام کا تعلق ہے ٹیپو سلطان کی کوششیں کبھی بار آور ہوئیں اور کبھی اُسے ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑتا جس میں کبھی انگریزوں کی ریشہ دو انیاں کار فرما ہوئیں تو کبھی ان کی کھلم کھلا فوجی مداخلت اس کی راہ میں رکاوٹ بنتی۔ ٹیپو سلطان نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ تنہا انگریزوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے موقف میں نہیں ہے اس لئے اس نے مرہٹوں سے بار بار اتحاد کی درخواست کی اور حیدرآباد کے حکمران نظام علی خاں کی طرف بھی کئی بار دوستی کا ہاتھ بڑھایا لیکن ہر طرف سے اُسے مایوسی ہوئی۔ اپنے عہد کی عالمی بساط سیاست پر بھی ٹیپو سلطان کی نظر بہت گہری تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یورپ میں نپولین بونا پارٹ کی ابھرتی ہوئی طاقت کے آگے وہاں کی بڑی بڑی سلطنتیں لرزہ بر اندام ہو رہی تھیں۔ چنانچہ ٹیپو سلطان نے فاتح اعظم نپولین کو ایک مکتوب بھی روانہ کیا تھا جس میں اُس کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔ نپولین نے ٹیپو سلطان کے مکتوب کا امید افزا جواب دیا تھا جس میں اس نے انگریزوں کے خلاف ٹیپو کی کامیابی کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا تھا۔

ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے استیصال کی کوششوں کے دوران بیرون ہند کی معامہ اسلامی طاقتوں سے بھی ربط پیدا کیا تھا اور افغانستان، ایران، ترکی کو اپنی سفارتیں روانہ کی تھیں ٹیپو سلطان کا منشا یہ تھا کہ ان ممالک کے آگے انگریزوں کے مقاصد اصلی کا پردہ فاش کر کے یہ بتلایا جائے کہ وہ ہندوستان پر اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کے لئے بلاد اسلامیہ کے سوا حل پر نظر نہیں دیتے ہوئے ہیں اور وہ ایک نہ ایک دن عراق، ایران اور عرب کے ساحلی شہروں پر اپنا قبضہ جالیں گے انگریزوں کو اس جسارت سے باز رکھنے کے لئے ٹیپو سلطان نے اپنے لائحہ عمل کا ایک خاکہ تیار کر لیا تھا اور اس پر عمل پیرائی کے لئے اس نے سب سے پہلے اپنے سفیر غلام علی کی سرکردگی میں ایک وفد سلیم سوم سلطان روم (ترکی) کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ٹیپو سلطان نے اپنے سفیر کے ذریعہ جو

لے نپولین کا یہ خط اکتوبر ۱۷۹۹ء کے پہلے ہفتہ میں لندن میں منعقدہ ٹیپو سلطان پر ایک شاندار نمائش میں پیش کیا گیا تھا۔ بحوالہ بی بی سی۔

مکتوب سلطان روم پاس بھیجا تھا اس میں منجملہ اور باتوں کے ان امور پر زور دیا گیا تھا کہ بندرگاہ بصرہ سلطنت خداداد کو اجارہ پر دی جائے تاکہ سلطنت خداداد کے بحری جہاز اس کو استعمال کر سکیں۔ اس وقت کے معاوضہ میں ٹیپو سلطان نے سلطنت عثمانی (ترکی) کے جہازوں کے استعمال کے لئے اپنی کسی بھی بندرگاہ کی پیش کش کی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ترکی اور ہندوستان کی بحری طاقتیں اس علاقہ میں ایک نئی قوت بن کر ابھریں اور مغربی دول کو کوس لمن الملک بجانے کا موقع نہ مل سکے تاکہ بلاد اسلامیہ کے سواحل ان کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ ٹیپو سلطان نے سلطان سلیم کی توجہ اس امر کی طرف بھی مبذول کروائی تھی کہ سلطنت خداداد میں بندوقوں اور توپوں کی تیاری کا کام بھی شروع ہو چکا ہے اور مملکت عثمانی میں اس صنعت کو فروغ دینے کے لئے وہ ماہرین کو اپنے پاس سے ترکی بھیجنے آمادہ ہے۔ یہ امر لائق افسوس ہے کہ رومی دربار میں ٹیپو سلطان کی ان تجاویز کو سنی ان سنی کر دیا گیا۔ اس دور میں عثمانی ترکوں کی حالت کم و بیش ویسی ہی ہو گئی تھی جیسی کہ بابر اور ابر کے جانشینوں محمد شاہ اور احمد شاہ کی دہلی میں تھی، اسی لئے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ ان سنجیدہ تجاویز پر غور کر کے وہ کسی صحیح فیصلے تک پہنچ سکیں گے۔ پھر ٹیپو سلطان نے ایران کے حکمران کریم خاں زند سے ربط پیدا کیا مگر بد قسمتی سے ایران ان دنوں شیعہ سنی اختلافات کا شکار تھا اور افراتفری کے اس عالم میں ٹیپو سلطان کو مایوسی کا مونہہ دیکھنا پڑا اپنی کوشش کے آخری مرحلے کے طور پر اب ٹیپو سلطان کی نگاہیں افغانستان کی طرف اٹھیں اور اس نے زماں شاہ حاکم افغانستان کی خدمت میں اپنے سفیر بھیجے لیکن وہاں بھی انگریزوں کی سازشوں نے رنگ لایا۔ جن کے نتیجے میں افغانستان اور ایران کی آویزش شروع ہو گئی اور ٹیپو سلطان کی مقصد براری نہ ہو سکی۔

ہندوستان میں انگریز اپنی ہمہ جہتی صلاحیتوں کی وجہ سے فرانسیسیوں اور پرتگیزیوں پر غالب آتے جا رہے تھے۔ ادھر شمال مشرقی ہندوستان میں اپنے دائرہ اثر کو وسیع سے وسیع تر کر کے صوبہ بنگال سے آگے بڑھ کر دہلی کی طرف پیش قدمی کا منصوبہ بنا رہے تھے اور ادھر دکن اور جنوبی ہندوستان میں اپنی مخصوص حکمت عملی کے ذریعہ نظام دکن اور مرہٹوں کو ساتھ لے کر اپنے حقیقی دشمن

۱۔ تاریخ سلطنت خداداد میور مصنف محمود خاں محمود بھٹوری شائع کردہ بمالیہ بک ہاؤس دہلی ۱۹۷۷ء صفحہ ۵۲۲

ٹیپو سلطان کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ انگریزوں کی نظر میں ٹیپو سلطان ہی ہندوستان میں ان کے لئے سب سے بڑا چیلنج تھا۔ ٹیپو سلطان اپنے جوش حب الوطنی میں سرشار انگریزوں کے قلع قمع کی تجویزیں سوچ رہا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ٹیپو سلطان کی تمام مساعی رائیگاں گئیں، مملکت خداداد میسور کی اندرونی سازشیں انگریزوں کی سرپرستی میں آہستہ آہستہ اپنا رنگ جمانے لگیں اور پھر ان کی فوجوں سے ٹیپو سلطان کی فوجوں کی راست معرکہ آرائیاں شروع ہو گئیں۔ اور بالآخر آزادی وطن کے اس متوالے نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنی آخری سانس تک بذات خود انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام اہل نوش کر لیا۔ اس طرح انگریزوں کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو گئی۔

ٹیپو سلطان نے اپنے سکوں کی اجرائی کے سلسلہ میں اپنی جدت طبع کا غیر معمولی مظاہر کیا ہے۔ ٹیپو سلطان کے سکوں پر فارسی اشعار کا اندراج تو ہے ہی علاوہ ازیں سکوں پر سنین کے اندراج کا بھی اس نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ ٹیپو سلطان کا خیال تھا کہ جب فارسی رسم الخط کا رخ دائیں جانب سے بائیں جانب کی طرف ہے تو پھر اعداد کے لکھنے میں فارسی رسم الخط کے برخلاف بائیں جانب سے دائیں جانب کا رخ کیوں اختیار کیا جائے۔ چنانچہ ٹیپو سلطان نے سنین کے اعداد کو بائیں جانب سے دائیں جانب کو لکھنے کے مروجہ طریقے کے برخلاف اپنے سکوں پر سنین کے اعداد کو دائیں جانب سے بائیں جانب کو لکھنے کا فرمان صادر کیا جیسا کہ اس کے سکوں سے ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر ٹیپو سلطان کے ایک تانبے کے سکے پر ۱۲۲۴ کو ۲۲۲۱ لکھا گیا ہے۔

ٹیپو سلطان کے ابتدائی سکوں پر سنہ ہجری کا اندراج پایا جاتا ہے لیکن بعد میں ٹیپو سلطان نے اپنی رائے بدل دی اور اپنے سکوں کے لئے اس نے ایک نیا سنہ مولودی اختیار کیا۔ اس سنہ کا حساب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم کی ولادت باسعادت کی تاریخ سے لگایا گیا تھا۔ ٹیپو سلطان کی رائے میں آنحضرت صلعم کا میلاد مبارک واقعہ ہجرت سے زیادہ اہم اور عہد آفرین تھا چنانچہ ٹیپو سلطان کے

۱۔ کیٹلاگ آف کوائٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ، جلد چہارم باب دوم، مرتبہ جے آر ہینڈرسن صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔

سکوں پر جا بجا سنہ مولودی کی صراحت پائی جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کی جدت طبع کی ایک اور شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ اس نے اپنے سونے چاندی اور تانبے کے سکوں کے نہ صرف جداگانہ نام رکھے تھے بلکہ ان ناموں کو متعلقہ سکوں پر درج بھی کروایا تھا۔ اگرچہ یہ بات ہمیں کسی حد تک اکبر کے سکوں اور بڑی حد تک جہانگیر کے سکوں میں نظر آتی ہے لیکن اکبر اور جہانگیر نے اپنے سکوں کو جو نام دیئے تھے وہ ان کے سکوں پر کہیں نظر نہیں آتے۔ اس کے بالمقابل ٹیپو سلطان کی اشرفیوں پر ”احمدی“ اور ”محمدی“ نصف اشرفی پر ”صدیقی“ اور ”فاروقی“ درج ہے۔ ٹیپو سلطان کے چاندی کے دو تولے کے سکوں پر ”حیدری“ ایک تولے کے سکے پر ”امامی“ نصف روپے پر ”عابدی“ اور چوتھائی روپے پر ”باقری“، دوانی پر ”حضری“ اور اکتی پر ”کاظمی“ نیز نیم آنہ پر ”حضری“ کا اندراج پایا جاتا ہے۔ اور ٹیپو سلطان کے بڑے پیسے پر ”عثمانی“ درج ہے۔ بعد میں تانبے کے سکوں کے نام تبدیل کر کے بڑے پیسے کو ”مشرقی“ اور عام پیسے کو ”زہرہ“ نصف پیسے کو ”بہرام“ چوتھائی پیسے کو ”اختر“ اور پیسے کے آٹھویں حصے کو ”قطب“ سے موسوم کیا گیا تھا۔ سکجات کی اجرائی کے تعلق سے ٹیپو سلطان نے جس جدت طرازی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر اس کی زندگی جس پر آشوب انداز سے گزری ہے اس کا اثر اس کے سکوں پر مندرجہ اشعار کی قلت سے ملتا ہے۔ ٹیپو سلطان کو یہ مہلت ہی نہ ملی کہ وہ اپنے مسکوکات کو گونا گوں اشعار سے زینت بخشا اور شہنشاہ جہانگیر کے بعد ہندوستان کے حکمرانوں میں ایک اور ممتاز نظیر قائم کرتا۔ بہر حال ہم نے ٹیپو سلطان کے سکوں پر جو بھی شعر درج ہیں انہیں شامل کتاب کر لیا ہے۔

..

نوابان اودھ کے سکوں پر فارسی اشعار

تاریخ شاہد ہے کہ نوابان اودھ کا جد امجد محمد امین المعروف بہ سعادت خاں ایک ایرانی نژاد مہم پسند تھا۔ اس نے دہلی میں محمد شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کر لی اور رفتہ رفتہ وزارت کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ ۱۷۲۰ء میں سید برادران کے زوال کے بعد سعادت خاں نے خود کو صوبہ اودھ میں عملاً خود مختار بنالیا تھا۔ اس صوبہ میں اضلاع غازی پور، بنارس اور گورکھپور شامل تھے۔ سعادت خاں کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ ۱۷۳۹ء میں وزارت کے عہدہ سے سرفراز ہوا۔ اس خاندان کا تیسرا وزیر شجاع الدولہ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۷۵ء) تھا اس کے عہد میں اضلاع الہ آباد، کورائنیر، روہیلکھنڈ کے علاقے کا صوبہ اودھ میں انضمام عمل میں آیا۔ شجاع الدولہ اور اس کے بیٹے آصف الدولہ (۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء) کے زمانہ میں اس خاندان کے ایسٹ انڈیا کمپنی سے گہرے روابط قائم ہو چکے تھے۔ آصف الدولہ نے وزارت اودھ کا عہدہ سنبھالنے کے لیے ہی دنوں بعد اضلاع غازی پور اور بنارس ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیئے اور اپنا مستقر فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کر دیا۔ آصف الدولہ کے جانشین سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۳ء) نے ۱۸۰۱ء میں روہیلکھنڈ کے علاقے کے علاوہ اضلاع گورکھپور، الہ آباد اور کورابھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تحویل میں دیدیئے۔ سعادت علی کے بعد غازی الدین حیدر ان کا جانشین ہوا۔ غازی الدین حیدر نے ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء تک خود کو سلطنت مغلیہ کا وزیر ہی کہلانا پسند کیا۔ دراصل ۱۸۱۸ء کے اواخر میں لارڈ ہسٹنگز نے غازی الدین حیدر کو اس بات پر افسانہ شروع کر دیا تھا کہ وہ نام نہاد سلطنت مغلیہ کا قلابہ بھی اپنی گردن سے اتار چھینے۔ غازی الدین حیدر نے پہلے تو کچھ تامل کیا لیکن بعد میں ۹ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ یہ تھا وہ پس منظر جس سے ہندوستان کی مریضانہ ملکی سیاست کے نقشے پر ایک نئی کٹھ پتلی حکومت ابھری۔

اس عہد تک اس خاندان کے سربراہ نواب وزیر اودھ کہلاتے تھے مگر اعلان آزام کے بعد وہ اودھ کے حکمران کہلائے جانے لگے۔ غازی الدین حیدر کے اعلان خود مختاری تک اودھ میں

مغل بادشاہوں کے سکے رائج رہے لیکن اعلانِ خود مختاری کے بعد اودھ کے حکمران اپنے الگ سکے مضروب کروانے لگے۔ ان سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں اور بعض اشعار سے اس خاندان کے شیعہ مسلک کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ غازی الدین حیدر نے ۱۸۱۹ء کے اعلانِ خود مختاری کے بعد ۱۸۲۷ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد نصیر الدین حیدر اس کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۷ء تک رہا۔ نصیر الدین حیدر کے سکوں پر بھی فارسی اشعار کا اندراج ہے۔ نصیر الدین حیدر کا جانشین محمد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۲ء) ہوا۔ محمد علی شاہ کے بعد امجد علی شاہ (۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۷ء) اور پھر واجد علی شاہ (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) نے عمان اقتدار سنبھالی۔ ان تینوں حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ متذکرہ صدر پانچوں حکمرانوں نے سونے کی اشرفیاں چاندی کے روپے اور تانبے کے فلوس مضروب کروائے۔ سونے کے سکوں میں معمولی اشرفیوں کے علاوہ نصف اشرفی اور ربع اشرفی نیز اشرفی کے آٹھویں اور سوٹھویں حصے کے معادل سکے بھی مضروب کئے جاتے تھے۔ اس طرح انہی اوزان کے چاندی کے سکے بھی مضروب کروائے جاتے تھے۔ اودھ کے حکمرانوں نے سکوں پر مغلوں کی طرح اپنے لئے بھی نہایت شاندار القاب مثلاً شاہِ زمن، عالم پناہ، ظل الہ، شاہِ زماں، شاہِ جہاں سلطانِ عالم، وغیرہ استعمال کئے ہیں۔ دارالضرب لکھنؤ کو بھی دارالامارہ دارالسلطنت اور بیت السلطنت کے القاب سے مفتخر کیا۔ البتہ واجد علی شاہ نے جو خود بھی ایک شاعر تھا لکھنؤ کو اپنے تخلص اختر کی مناسبت سے اختر نگر سے موسوم کیا۔ اگرچہ نوابان اودھ کا سلسلہ واجد علی شاہ پر ختم ہو جاتا ہے لیکن جنگِ آزادی کے دوران واجد علی شاہ کے بیٹے برجیس قدر نے رمضان علی شاہ کا لقب اختیار کر کے حریت کے متوالوں کا ساتھ دے کر حب وطن کی شمع جلائے رکھی۔ اور اپنے نام کے سکے بھی اجراء کئے جن پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ لیکن برجیس قدر کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ اور اودھ پر انگریزی اقتدار قائم ہو گیا۔

۱۔ کیٹلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول مولفہ سی بی برادون صفحات ۹ تا ۱۰ انڈولاجیکل

بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

۲۔ گنج شائگان مصنفہ محمد رفیع موہانی مالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱

متفرقات

کامروپ (رنگپور۔ آسام) کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار

ہندوستان کی شمال مشرقی سرحد پر واقع علاقہ کامروپ کی تاریخ جو کم و بیش صوبہ آسام پر محتوی تھا غیر تشفی بخش مواد کی وجہ سے باقاعدگی کے ساتھ مرتب نہیں کی جاسکتی۔ اس علاقے کے ابتدائی حکمرانوں نے اپنی مسکوکات کے شواہد بھی نہیں چھوڑے ہیں۔ یہاں کی جدید تاریخ کا آغاز آہوم قبائل کے حملے اور ان کی آمد سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ دراصل جنوبی چین کے 'شان' قبائل کے پسماندگان سے تھے۔ اور وہ قریب قریب اسی زمانے میں جب کہ قبلائی خاں ۱۲۲۸ء میں چین میں اپنے اقتدار کو مستحکم کر رہا تھا کامروپ کے بالائی علاقوں میں داخل ہوئے۔ انہیں اس علاقے میں اپنی حیثیت منوانے میں کافی وقت لگا۔ دو تین صدیوں تک یہ لوگ مقامی کچھار قبائل سے دست و گریباں رہے اور بالآخر ۱۵۴۰ء میں انہوں نے کچھاروں کو مار بھگا یا۔ اب ان کی حکومت گواہاٹی کے نزدیک دریائے کلنگ تک پھیل چکی تھی۔ رفتہ رفتہ اطراف و جوانب کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے بھی ان کی بالادستی قبول کر لی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سلطنت مغلیہ کا اقتدار قریب قریب سارے ہندوستان میں قائم ہو چکا تھا اور بہار بنگال بھی ان کے زیر تسلط آچکے تھے۔ مغل فوجوں نے کامروپ کے علاقے پر بھی مہمات بھیجیں لیکن انہیں وہاں کے جغرافیائی حالات کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی تا آنکہ ۱۶۶۳ء میں اورنگزیب

کے عہد حکومت میں میر جملہ نے اپنی فوجیں اس علاقہ میں بڑھا دیں اور آہوم حکمرانوں کی جانب سے کچھ مقاومت کے بعد راجدھانی پر قبضہ کر لیا۔ تاہم مغل اس علاقے میں مستقل طور پر اپنے قدم نہ جما سکے۔ یہاں کا سب سے طاقتور راجہ رُودراسنگھ عرف چک رنگ پھاگڑا ہے جو ۱۶۹۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اس عہد تک آہوم اپنے نام 'شان' اور ہندو دونوں طریقوں سے رکھا کرتے تھے لیکن رُودراسنگھ نے علی الاعلان ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ۱۷۱۴ء میں رُودراسنگھ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سب سنگھ برسرِ اقتدار آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستانی سیاست میں انگریزوں کی مداخلت کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ کسی نہ کسی بہانے نئے نئے علاقوں میں اپنا اثر و نفوذ پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ آہوم حکمرانوں کے علاقے میں بھی انگریزوں کو ایسا موقع مل گیا۔ چنانچہ درباری سازشوں اور بغاوتوں کو کچلنے کے لئے انہوں نے مقامی حکمرانوں کی امداد سے دریغ نہ کیا۔

جہاں تک مسکوکات کا تعلق ہے اب تک دستیاب شدہ مواد کے بموجب آہوم خاندان کے سکوں کی ابتدا راجہ سک لن من (۱۵۳۹ء تا ۱۵۵۲ء) کے ہشت پہلو چاندی کے سکوں سے ہوتی ہے۔ جن پر مندرجہ عبارت آہوم زبان اور اُسی کے رسم الخط میں ہے۔ اسی خاندان کے ایک راجہ پرستھا سمہا (۱۵۴۴ء تا ۱۵۵۲ء) کے سکوں پر سنسکرت زبان کی عبارت بھی پائی جاتی ہے۔ یہاں اس امر کا تذکرہ باعث دلچسپی ہوگا کہ اس عہد تک آہوم حکمران مغل بادشاہوں سے روشناس ہو چکے تھے اس لئے ان کے مسکوکات بھی مغل اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ آہوم خاندان کی ایک حکمران پرستھیشوری کے چاندی کے سکوں پر بھی ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک اور حکمران راجیشورا کے سکوں پر بھی ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ اس خاندان کے ان دونوں حکمرانوں کے سکوں پر مندرجہ اشعار بعینہ مغل بادشاہوں کے سکوں پر مندرجہ اشعار کا چر بہ معلوم ہوتے ہیں۔

سکہ حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار

ہندوستان پر احمد شاہ درانی کے متعدد حملوں کے نتیجے میں پنجاب کے سکھوں میں تحفظ

۱۔ کوانیس آف اینٹینٹ انڈیا ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول معنی وینٹ اے اسمتھ صفحات ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳

شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤس - دہلی ۱۹۴۲ء

۲۔ کوانیس مرتبہ پریشوری لال گپتا شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی ۱۹۶۹ء صفحات ۱۳۵ تا ۱۳۷

ذات کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی تھی اور جب ۱۷۷۱ء میں ایک سکھ سردار باندہ سنگھ المعروف ”سچا پادشاہ“ نے درانیوں سے سرسند کا علاقہ چھین لیا تو اس نے خالصہ کی قیادت حاصل کر کے اسی کامیابی کی یادگار کے طور پر ایک نئے سال کا آغاز کیا اور اپنے صدر مقام لوہ گڑھ سے ایسے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعور درج تھا۔ ۱۷۶۱ء میں جٹا سنگھ کے اجراء کردہ بعض سکوں پر بھی فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا ہے۔ پھر ۱۷۷۱ء میں امرتسر سے بھی فارسی شعروا لے سکے جاری ہوئے تھے لیکن ان پر کسی حکمران کے نام کے بجائے گورو گوبند سنگھ کا نام پایا جاتا ہے۔

کشمیر کے ڈوگرا حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر

کشمیر کے ڈوگرا راجاؤں کا سلسلہ سازنگ دیو سے شروع ہو کر آخری راجہ ہری سنگھ پر ختم ہوتا ہے۔ ان حکمرانوں میں صرف رنجیت دیو کے سکوں پر فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ رنجیت دیو ۱۷۶۳ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۶۲ء میں تخت حکومت پر فائز ہوا۔ اس نے امن و آشتی کے ساتھ ۱۷۸۰ء تک حکومت کی۔

رؤسائے ٹونک کے سکوں پر فارسی شعر

راجپوتانہ (موجودہ راجستھان) میں واقع دیسی ریاست ٹونک کے حکمران مسلمان تھے۔ یہ ریاست حسب ذیل چھ مختلف ڈیویژنوں پر مشتمل تھی جو باہم مربوط بھی نہ تھے بلکہ ایک دوسرے سے بیس میل سے دو سو پچاس میل تک کے فاصلے پر واقع تھے۔

۱۔ ٹونک

۲۔ علی گڑھ

۳۔ رام پورہ

۴۔ نمبھورہ

۵۔ چھپرہ

۶. سروج

ٹونک کے حکمرانوں کا تعلق پٹھانوں کے 'بونر' قبیلے سے تھا۔ اس خاندان کا بانی امیر خاں تھا۔ جس کو مہاراجہ ہولکر نے اُس کی خدمات کے صلے میں ٹونک کا علاقہ عطا کیا تھا اور پھر برطانوی حکومت کی نوازشات سے قلعہ رام پورہ اور علی گڑھ بھی اس خاندان کے زیر نگیں آ گئے۔

امیر محمد خاں کی اولاد میں وزیر محمد خاں نے ۱۸۳۴ء میں اپنے نام کے سکتے راج کئے۔ اس کے بعد محمد علی خاں (۱۸۶۲ء) اور محمد ابراہیم علی خاں (۱۸۶۷ء) کے سکتے بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے صرف ابراہیم علی خاں کے سکوں پر فارسی شعر پایا جاتا ہے۔

راجگان جو دھپور کے سکوں پر فارسی اشعار

مارواڑ کی یہ ریاست جو عام طور سے ریاست جو دھپور کے نام سے مشہور ہے ۱۲۵۹ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کا بانی راؤ جو دھپور تھا اور اسی کے نام سے شہر جو دھپور موسوم ہوا۔ ان حکمرانوں کا تعلق راجپوتوں کے راجپور قبیلے سے تھا۔ ان کا ادعا تھا کہ وہ راست رام چندر جی کی نسل سے ہیں۔ ایک عرصے تک دہلی کے مغل حکمرانوں کے زیر تسلط رہنے کے بعد اس خاندان کے ایک حکمران بجے سنگھ نے ۱۷۷۳ء میں اپنے علیحدہ سکتے جاری کئے لیکن ان سکوں پر مغل بادشاہ شاہ عالم کے نام کا اندراج بھی ہوا کرتا تھا۔ بجے سنگھ کے جانشینوں بھیم سنگھ مان سنگھ اور تخت سنگھ نے بھی اپنے اپنے سکتے جاری کئے لیکن ۱۸۵۸ء کے بعد سکوں پر مغلوں کی بالادستی کی بجائے ملکہ وکٹوریہ کے اقتدار اعلیٰ کا اندراج ہونے لگا تھا۔ تخت سنگھ کے بعد جسونت سنگھ (۱۸۷۳ء) سردار سنگھ (۱۸۹۵ء) اور سومار سنگھ (۱۹۱۱ء) یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے گئے۔ ان حکمرانوں میں سے صرف تخت سنگھ اور جسونت سنگھ کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

لہ کیٹلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحات ۲۷۲، ۲۷۳، مرتبہ ڈبلیو ایچ والنار

شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

۲۷ گنج شایگان مصنف محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۳

اندور کے سکوں پر فارسی شعر

اندور ایک مرہٹہ ریاست تھی۔ اس کا بانی ملہراؤ تھا جو علاقہ دکن کی ایک ندی نیرا کے کنارے آباد ہوں نامی ایک گاؤں کا رہنے والا تھا اور اسی مناسبت سے ملہار راؤ کا خاندان ہو لکر کہلایا جانے لگا۔ ملہار راؤ اکتیس سال کی عمر میں مرہٹوں کے پیشوا کی سلکِ ملازمت میں شامل ہوا اور تین ہی سال کے عرصہ میں اپنی نمایاں خدمات کے صلے میں دریائے نربدا کے شمال میں واقع بارہ پرگنوں کے انعام کا مستحق قرار پایا۔ ملہراؤ کی باقی زندگی ترقی اور کامرانی کا ایک شاندار سلسلہ رہی چنانچہ ریاست اندور کا قیام اس کی یادگار ہے۔

اندور کے ہو لکر خاندان میں متعدد حکمران گزرے ہیں لیکن سب سے اہم دور اہلیا بانی کا رہا ہے۔ جس نے تیس سال تک حکومت کی اور اپنی رعایا کو خوش حالی اور امن و عافیت کی زندگی سے بہرہ مند کیا۔ ہو لکر خاندان کے سکے اہلیا بانی کے دور ہی سے شروع ہو جاتے ہیں۔ اندور کو اہلیا بانی نے اس خاندان کے بانی ملہراؤ کی یادگار کے طور پر ملہارنگر کے نام سے موسوم کیا تھا۔ ابتداءً اس خاندان کے مسکوکات سے دہلی کے مغل سلاطین کی بالادستی کا اظہار ہوتا ہے لیکن بعد میں ہندوستان پر برطانیہ کی گرفت مضبوط ہونے پر ہو لکر خاندان کی وفاداریاں ملکہ وکٹوریہ سے وابستہ ہو گئیں۔ ہندوستان کی آزادی تک اس خاندان میں کئی حکمران گزرے لیکن صرف جسونت راؤ (۱۷۹۷ء تا ۱۸۱۱ء) کے سکوں پر ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر ڈبلیو ایچ والنٹائن نے اپنی مرتب کردہ کیٹلاگ میں محض نثری عبارت کے طور پر کیا ہے حالانکہ جس کے کی تصویر اور تشریح اس نے اپنے کیٹلاگ میں درج کی ہے اس سے شعر کا پڑھنا اور سمجھنا زیادہ دشوار نہیں تھا۔ صرف ذرا سی توجہ کی ضرورت تھی۔ اس کے رُخِ اول پر موجودہ عبارت بعینہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱۔ کیٹلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحات ۳۱۵ تا ۳۱۸، ۳۲۳ مرتبہ ڈبلیو ایچ والنٹائن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

محمد اکبر
قران ثانی سلطان
حب ۱۲۲۲
صا ازارض تاباختر

زوسکہ مبار

مندرجہ صدر الفاظ کوئی بے ربط عبارت نہیں ہیں بلکہ یہ ایک فارسی شعر ہے جو درج ذیل

کیا جاتا ہے۔

زوسکہ مبارک ازارض تاباختر
صاحب قران ثانی سلطان محمد اکبر

اس شعر کو پڑھنے کے لئے سکتے پر مندرجہ ایک ایک لفظ سے کام لیا گیا ہے نہ کسی لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے نہ کسی کو متروک کیا گیا ہے۔ سکتے پڑھتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ان پر مندرجہ عبارت کسی کتابی جملے کی طرح نہیں لکھی جاتی بلکہ ایک مختصر اور محدود جگہ میں پوری عبارت کو مناسب طور پر درج کرنے کے لئے الفاظ کو حسب موقع حسن کارانہ انداز میں ڈالی پر کندہ کیا جاتا تھا جس کی ضرب سے سکتے پر مطلوبہ عبارت ابھر آتی تھی۔ مندرجہ صدر شعر کے الفاظ کو بھی اسی طرح ڈالی پر درج کیا گیا ہے۔ جہاں تک اس شعر کا تعلق ہے اس پر مغل بادشاہ محمد اکبر کا نام درج ہے جس کی بالادستی جسونت سنگھ نے تسلیم کی تھی۔ اس سکتے کے دوسرے رخ پر ہمارا جہ جسونت سنگھ کا نام اور مقام ضرب اندور کا اندراج ہے۔

اس منزل پر ہندوستان کے حکمرانوں کے سکوں پر مندرجہ فارسی اشعار کا تذکرہ اختتام کو پہنچتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کے حکمرانوں کے سکوں پر مندرجہ فارسی اشعار کا ذکر کیا جائیگا۔

ایران

صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار

خلافت عباسیہ کے آخری دور میں مختلف علاقوں کے صوبائی گورنر مرکز کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے علاقوں میں علم بغاوت بلند کرنے لگے تھے۔ لیکن ان سب نے اس بات کا ضرور خیال رکھا کہ برائے نام ہی سہی خلفائگی بالادستی کو اپنے خطبوں اور سکوں میں ظاہر کیا جائے۔ ایسے گورنروں میں کچھ تو عربی النسل تھے اور کچھ عجمی نژاد مگر یہ سب عربی تہذیب و تمدن میں رنگے ہوئے تھے لہذا ان کے سکوں پر جو عبارات درج ہوا کرتی تھیں وہ عربی زبان کی ہوتی تھیں۔

بغداد پر منگولوں کے حملے کے بعد خلافت عباسیہ کا چراغ ہمیشہ کے لئے رگُل ہو گیا مگر منگول خلافت عباسیہ کے پورے حدود مملکت کو اپنے زیر تسلط لانے میں کامیاب نہ ہوتے مصر اور شمالی افریقہ کے ممالک ان کی دسترس سے باہر ہی رہے۔ ادھر عجم میں نئی نئی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ ایشیائے کوچک میں ترک ایک نئی طاقت بن کر سر اٹھا رہے تھے۔ بالآخر ترکوں نے عثمانی خلافت کی صورت میں بلاد اسلامیہ کے اصل مراکز کو اپنے زیر نگیں کر لیا لیکن وہ بھی عجمی علاقوں میں اپنے اثرات دور تک نہ پھیلا سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عثمانی ترک

مسنی العقیدہ تھے اور ایران کے علاقوں میں شیعہ کثرت سے آباد تھے۔ دراصل یہ دور من حیث المجموع اسلامی ممالک کی بالادستی حاصل کرنے کی کوششوں کا آئینہ دار تھا۔ ایک نظر ترک اس کے مدعی تھے تو دوسری طرف ایران میں اُبھرتی ہوئی صفوی خاندان کی ایک نئی طاقت اس کی دعویٰ دار تھی اور ایک تیسرے گوشہ میں ہندوستان کے مغل حکمران جن کی بہتر نمائندگی شہنشاہ اکبر نے کی اس کوشش میں لگے رہے کہ اسلامی ممالک کی بالادستی نہ سہی کم از کم خود کو ترکوں اور ایرانیوں کے روز افزوں اثرات سے آزاد رکھیں۔

بلادعجم میں دسویں صدی ہجری میں اسمعیل اول نے ۹۰۷ء م ۱۵۰۲ء میں صفوی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسمعیل اول کے مورث اعلیٰ شیخ صفی الدین تھے جن کا سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم سے جاملتا ہے اور اسی نسبت سے یہ خاندان صفوی کہلانے لگا، اسمعیل نے تبریز کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس خاندان نے ۹۰۷ء تا ۱۱۷۸ء م ۱۵۰۲ء تا ۱۷۲۲ء پورے ایران پر حکومت کی، جہاں تک سکوں کا تعلق ہے صرف اسمعیل اول کے سکوں پر منظوم عربی وعلیٰ نادعلی کا اندراج پایا جاتا ہے، اسمعیل اول کے بعد صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ فارسی زبان جو صدیوں سے ایران اور اس کے اطراف و جوانب میں نہ صرف رائج تھی بلکہ اس نے ایک کلاسیکی زبان کا درجہ حاصل کر لیا تھا اور جس نے فردوسی، انوری اور سعدی جیسے شہرہ آفاق شاعر پیدا کر لئے تھے صفوی خاندان سے پہلے سکوں پر جگہ نہ پاسکی تھی، سکوں پر فارسی اشعار کے اندراج کا سہرا تو ہندوستان کے سر باندھا جانا تھا اور جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار کے اندراج کی تاریخ سے کم و بیش سو سال پیشتر ہندوستان کے علاقہ گجرات کے بادشاہ محمد شاہ ثانی نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی طرح ڈال دی تھی۔

گجرات ہندوستان کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور بحیرہ عرب کے توسط سے ایران، فلجی ممالک، اور جزیرہ نمائے عرب سے مربوط ہے۔ کئی صدیوں سے سمندری راستوں کے ذریعہ ان ممالک سے ہندوستان کی تجارت ہوا کرتی تھی۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ سلطان محمد شاہ والی گجرات کے ایسے سکے جن پر فارسی شعر درج تھا ضرور ایران پہنچے ہوں گے جنہیں

دیکھ کر ایرانی حکمرانوں کو بھی اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔
صفوی خاندان کے حسب ذیل حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے گئے ہیں

- ۱۔ اسمعیل ثانی
- ۲۔ محمد خدا بندہ
- ۳۔ عباس اول
- ۴۔ صفی اول
- ۵۔ عباس ثانی
- ۶۔ سلیمان اول (صفی ثانی)
- ۷۔ حسین اول
- ۸۔ طہاسب ثانی
- ۹۔ احمد
- ۱۰۔ عباس ثالث
- ۱۱۔ سام
- ۱۲۔ سلیمان ثانی
- ۱۳۔ حسین ثانی
- ۱۴۔ محمد

متذکرہ صدر حکمرانوں میں سب سے اہم شخصیت شاہ عباس ثانی (۱۵۸۷ء تا ۱۶۲۹ء) کی تھی۔ اس نے سرانہقوونی شرلی لہ کی اعانت سے ایرانی فوج کو منظم کیا اور بعض مغربی صوبوں و عثمانی ترکوں کی عملداری سے آزاد کرا لیا۔ شاہ عباس کے دور حکومت میں علم و ہنر کو بہت زیادہ فروغ ہوا۔ تعمیرات عامہ کو ترقی ہوئی اور بیرونی دول کے ساتھ خوشگوار تعلقات بھی قائم ہوئے۔

۱۔ مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے مولفہ اسٹینلی لین پول مترجمہ محمد عبدالرحمن خاں سابق صدر کلبہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد مطبوعہ حیدرآباد دکن۔ سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شماره ۱۳۶ صفحہ ۲۷۲

حقیقی معنوں میں شاہ عباس کا تقابل اس کے ہم عصر عثمانی خلیفہ سلیمان اعظم ہندوستان کے شہنشاہ اکبر اور انگلستان کی ملکہ ایلزبتھ اول کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ اس خاندان کے دیگر سلاطین شاہ عباس کے مرتبہ تک تو نہ پہنچ سکے لیکن بہر حال انہوں نے ایک صدی اور ایران پر حکومت کی جو بالآخر تفرق و تشتت کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔ صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر جو اشعار پائے جاتے ہیں ان سے ان کے شععی مسلک کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

••

خاندان افغنہ کے سکوں پر فارسی اشعار

یہ حکمران اگرچہ نسلاً سادات تھے مگر اغلب ہے کہ وطنیت کی نسبت سے افغنہ کے نام سے شہرت پائی۔ صفوی حکمرانوں کے دورِ انحطاط میں اس خاندان کے بانی میراویس نے ایران کے شمال مشرق میں علم بغاوت بلند کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ پھر اس کے بیٹے میر محمود نے ۱۷۲۲ء میں ایران کے صفوی حکمران حسین کو شکست دے کر ہرات و مشہد پر اور پھر ایران کے پائے تخت اصفہان پر قبضہ کر لیا۔

میر محمود کے بعد اس کا جانشین میر اشرف ہوا جو اس خاندان کا آخری حکمران بھی تھا اور افغنہ کی حکومت کا یہ مختصر دور ۱۷۲۹ء میں اختتام کو پہنچا۔ افغنہ مسلک کے سنی العقیدہ تھے جس کا اظہار ان کے سکوں پر مندرجہ اشعار سے ہوتا ہے۔

افشاری خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار

افشاری خاندان کا بانی نادر قلی افشاری ترک تھا جس نے صفوی خاندان کے آخری دور میں افغانہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ماژندران میں صفویوں کے بچے کھچے اقتدار کے دعویداروں کی مدد کے بہانے خود ہی نادر شاہ کے لقب سے ۱۷۲۲ءم ۱۱۲۸ھ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور رفتہ رفتہ اتنی طاقت جمع کر لی کہ پورے ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کے وسیع علاقوں پر اپنا پرچم لہرایا۔

نادر شاہ کی ہوس ملک گیری نے اس کو ہندوستان پر حملہ کرنے سے بھی باز نہ رکھا اگرچہ نادر شاہ نے صرف بارہ سال تک حکومت کی لیکن یہ مختصر دور بھی ہم پسندیوں اور معرکہ آرائیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایران کے مغرب میں اقطاع عرب کی جانب نادر شاہ نے رخ نہیں کیا لیکن ایران کے شمال میں روس کے بیشتر جنوبی علاقے اس کے زیر نگیں آچکے تھے۔ ہندوستان پر نادر شاہ نے ۱۷۳۸ءم ۱۱۵۱ھ میں حملہ کیا اور لاہور سے ہوتے ہوئے مغل فوجوں کو شکست دے کر دہلی تک پہنچ گیا جہاں اس کے قتل عام کی داستان تاریخ کے صفحات پر ایک بدنامہ داغ ہے۔ اب نادر شاہ کی مملکت دریائے سندھ سے کوہ قاف تک پھیل چکی تھی۔ اس نے غالباً اسی وجہ سے اپنے سکوں پر حسب ذیل شعر درج کروایا تھا۔

ہست سلطان بر سلاطین جہاں

شاہ شاہان نادر صاحب قراں

لیکن اس عظیم المرتبت حکمران کی موت افشاری خاندان کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی نادر شاہ کے بعد اس خاندان میں تین اور حکمران گزرے ہیں لیکن وہ اس عظیم ورثہ کے اہل نہ تھے جو نادر شاہ نے چھوڑا تھا۔ اس خاندان کا اقتدار رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا گیا۔ نادر شاہ کے بعد عادل شاہ اور ابراہیم شاہ تخت حکومت پر آئے اور ان دونوں کے بعد شاہ رخ بادشاہ بنا جس کے عہد حکومت میں ۱۷۹۶ءم

۱۲۱۰ھ میں اس خاندان کا چراغ گل ہو گیا۔

افشاری حکمران شیو مسک کے حامل تھے، اور ان کے سکوں پر جو اشعار پائے جاتے ہیں، ان سے اسی عقیدے کا اظہار ہوتا ہے۔ افشاری خاندان کے زوال کے بعد ایران کی وسیع و عریض مملکت کئی مہم پسندوں کے درمیان منقسم ہو گئی، حتیٰ کہ اسی نراجی کیفیت کے دوران آزاد خاں نامی ایک باغی سردار نے تک آذربائیجان کے علاقہ میں اپنے نام کے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعر درج ہے

••

زندخانداں کے سکوں پر فارسی اشعار

افشاری خاندان کے دورِ زوال میں کریم خاں زند اور محمد حسین قاجار کے درمیان حصول اقتدار کی کسکش شروع ہو گئی تھی۔ محمد حسین قاجار استرآباد کا حاکم بن بیٹھا تھا اور کریم خاں زند مابقی ایران کی حاکمیت کا دعویدار تھا۔ بالآخر کریم خاں زند کی جیت ہوئی اور اس نے ۱۷۹۷ء میں پوری سرزمین ایران پر باستثناء خراساں اپنا تسلط قائم کر لیا۔ کریم خاں کے فوت ہونے کے بعد اس کے جانشینوں اور قاجاروں کے درمیان برسوں معرکہ آرائی رہی جس کے نتیجے میں آقا محمد قاجار غالب آیا اور زند خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

زند خاندان کے حکمرانوں میں صرف کریم خاں زند کے سکوں پر فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا

ہے، اس خاندان کا دور حکومت ۱۷۹۷ء تا ۱۷۹۷ء م ۱۷۹۳ء تا ۱۷۹۳ء اور ۱۷۹۳ء تا ۱۷۹۳ء ہے۔

••

قاچار حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ افشاری خاندان کے زوال کے بعد طوائف الملوکی کے دور میں قاچار اور زند حصول اقتدار کے لئے آپس میں دست و گریباں رہے، محمد حسین قاچار نے استرآباد پر قبضہ کر لیا تھا مگر کریم خاں زند کے عین حیات وہ اپنے حدود مملکت میں کوئی قابل لحاظ توسیع نہ کر سکا تھا، کریم خاں کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں اور قاجاروں میں کشمکش جاری رہی اور نتیجتاً ناصر الدین شاہ قاجار کو فتح نصیب ہوئی اور اس نے تہران کو اپنا پائے تخت بنا کر ایک زیادہ مستحکم حکومت قائم کر لی۔

قاچاروں میں مندرجہ ذیل حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

۱۔ محمد حسین قاچار

۲۔ آقا محمد قاچار

۳۔ فتح علی شاہ قاچار

۴۔ محمد حسن خاں سالار

۵۔ ناصر الدین شاہ قاجار

قاچار حکمران بھی شیعہ مسلک کے حامل تھے جس کا اظہار ان کے سکوں سے ہوتا ہے۔

افغانستان

درانی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار

افغانستان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ایک خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ زمانہ ماقبل تاریخ سے ہی یہ علاقہ ان اقوام کی ایک گذرگاہ رہا ہے جو وسط ایشیا، یورپ یا مغربی ایشیا سے ہندوستان کی طرف آتی رہیں۔ پہلے تو آریائی اقوام اسی راستے سے ہندوستان میں داخل ہوئیں پھر سکندراعظم بھی اسی راستے سے آیا۔ اگرچہ وہ اصل سرزمین ہند میں داخل نہ ہو سکا لیکن اس کے سرور کی حکومت نہ صرف افغانستان بلکہ شمال مغربی ہندوستان کے وسیع علاقوں پر عرصے تک قائم رہی پھر کُشان آئے ان کے بعد ہنوں نے اسی راستے سے ہندوستان پر یلغار کی، طلوع اسلام کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں عرب افغانستان میں داخل ہو چکے تھے، پھر غزنویوں اور غوریوں نے افغانستان ہی سے آگے بڑھ کر ہندوستان پر یورش کی، ان بیرونی ہم پسندوں میں ظہیر الدین بابر نے سولہویں صدی عیسوی میں افغانستان ہی کے راستے ہندوستان کا رخ کیا اور سب سے آخر میں نادر شاہ نے افغانستان سے جو اس کی ملکیت کا ایک حصہ تھا آگے بڑھ کر ہندوستان پر حملہ کیا۔

کئی صدیوں کی تاریخ کا یہ اجمالی خاکہ اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ نادر شاہ کے عہد تک افغانستان میں کوئی مستحکم مقامی حکومت قائم نہ ہو سکی تھی کبھی یہ علاقہ ایرانیوں کے زیر اثر رہا تو کبھی یونانیوں

کے زیر اقتدار کبھی عرب اس پر قابض رہے تو کبھی منگول اور ترک۔ کچھ عرصہ کے لئے ہندوستان کے مغل حکمرانوں کا بھی اس علاقہ پر تسلط رہا۔ پھر صفوی حکمرانوں نے اس علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ صفویوں کے زوال کے بعد نادر شاہ نے افغانستان پر اپنا اقتدار جمایا۔

نادر شاہ کی موت کے بعد احمد خاں افغان جو درانی قبیلہ کا ایک معزز سردار اور نادر شاہ کی فوج میں ایک بلند مرتبہ سپہ سالار تھا بڑی دور اندیشی سے کام لے کر نادر شاہ کی وسیع مملکت کا مدعی بننے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے وطن افغانستان کو ایران کی سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کو ایک آزاد مملکت کی حیثیت دے دی جائے۔ اس طرح تاریخ میں پہلی بار افغانستان کو ایک مقامی خود مختار حکمران نصیب ہوا۔

احمد شاہ نے افغانستان کو ایران سے علیحدہ کر کے ۱۷۰۹ء میں درانی خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ احمد شاہ کی فراست اور اس کے تدبیر کا ایک اور ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ اس نے افغانستان کے ایک اور طاقتور قبیلے باریق زائی (پارک زائی) کے سرداروں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے قبیلے کا ایک بااثر فرد ہمیشہ عہدہ وزارت پر فائز رہے گا۔ چنانچہ باریق زائی قبیلے کے سردار جمال خاں نے اپنا وزیر بنایا اور احمد شاہ کے بعد یہ سلسلہ کم و بیش سو سال تک جاری رہا احمد شاہ کی فوجی صلاحیت بھی مسلم تھی اس نے ہرات اور خراسان کو ایرانیوں کے اثر سے آزاد کر لیا تھا اور ہندوستانی علاقوں پر بھی کئی بار فوج کشی کی اور بالآخر ۱۷۴۱ء میں پانی پت کے میدان میں ہندوستانی افواج کو بڑی طرح شکست دے کر سندھ، پنجاب اور کشمیر کے بیشتر علاقوں کو سلطنت افغانستان میں شامل کر لیا۔

اسی دوران ہندوستان کے علاقہ پنجاب میں سکھوں کی ایک نئی طاقت ابھر رہی تھی جو بتدریج اپنی قوت میں اضافہ کرتے کرتے اٹھارویں صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے ہی پنجاب کے مالک بن بیٹھے تھے۔ احمد شاہ درانی کے انتقال کے بعد اس کی ہندوستانی مقبوضات آہستہ آہستہ سکھوں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔ ادھر افغانستان میں درانی خاندان پر ایک نئی افادیہ آن پڑی کہ احمد شاہ نے باریق زائیوں سے انہیں عہدہ وزارت پر مستقلاً فائز رکھنے کے بارے میں جو معاہدہ کیا تھا وہ ایک صدی تک تو برقرار رہا لیکن بعد ازاں احمد شاہ کے جانشینوں نے باریق زائیوں سے نظریں پھیر لیں اور انہیں عہدہ وزارت سے ہٹانے کی تدبیریں کرنے لگی۔ جب ان کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی تو درانیوں نے وزیر وقت

فتح خاں بارتق زانی کو ۱۸۱۸ء میں اندھا کر کے قتل کر دیا۔ یہ ساخ افغانستان میں دُرّانی حکومت کے خاتمہ کا سبب بنا۔ اب بارتق زانی اٹھ کھڑے ہوئے اور چند سال کی نراجی کیفیت کے بعد انہوں نے فتح خاں کے بھائی دوست محمد خاں کی قیادت میں افغانستان پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

دُرّانی خاندان میں حسب ذیل حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

۱۔ احمد شاہ دُرّانی

۲۔ سلیمان شاہ

۳۔ تیمور شاہ

۴۔ ہمایوں شاہ

۵۔ زماں شاہ

۶۔ محمود شاہ

۷۔ شاہ شجاع

۸۔ قیصر شاہ

۹۔ نور الدین شاہ

۱۰۔ ایوب شاہ

۱۱۔ کامران شاہ

۱۲۔ شہپور شاہ

جہاں تک ان حکمرانوں کے سکوں پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھنے کا تعلق ہے یہ امر باعث حیرت ہے کہ وائٹ ہیڈ جیسے گراں پایہ ماہر مسکوکات قدیمہ نے بھی اس بارے میں شدید غلطیاں کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ سلیمان شاہ دُرّانی کے سکے پر مندرجہ شعر کو وائٹ ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے

سکہ زو برسیم وزرچوں مہر و ماہ

سلیمان بادشاہ ابن احمد شاہ

اصل میں یہ شعر اس طرح ہے

بکے زد برسیم وزرچوں ہر و ماہ

ابن احمد شہ سلیمان بادشاہ

۲۔ تیمور شاہ درانی کے سونے اور چاندی کے سکوں پر مندرجہ ذیل شعر درج ہے

بحکم خدا و رسول انام

بزد سکے تیمور شاہ نظام

تیمور شاہ کے سونے کے سکوں پر اس شعر کے ساتھ لفظ "بزر" اور چاندی کے سکوں پر لفظ "بسیم" بھی درج ہوتا تھا جس کو واٹس ہیڈ نے اپنی نادانستگی سے مصرعہ ثانی کا جزو سمجھ لیا اور یہ نہ سوچا کہ ان الفاظ کے اضافہ سے مصرعہ مذکور ساقط البحر ہو جاتا ہے۔

۴۔ ہمایوں شاہ درانی کے سکوں پر مندرجہ شعر کو بھی واٹس ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے

جو صحیح نہیں ہے۔

سیم وزر درجہاں شہ روشن تر از خورشید و ماہ

تا کہ بر او نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

یہ شعر دراصل اس طرح ہے۔

درجہاں شد سیم وزر روشن تر از خورشید و ماہ

تا کہ بر او نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

۴۔ زماں شاہ درانی کے ایک سکے پر حسب ذیل شعر درج ہے۔

بزد سکے بزر بحکم الہی

زماں شاہ شاہ کیمین و یساری

اس شعر کو بھی واٹس ہیڈ نے غلطی سے اس طرح پڑھا ہے

بکے زد برسیم وزر بحکم الہی

زماں شاہ شاہ کیمین و یساری

۵۔ محمود شاہ درانی کے سکوں پر یہ شعر درج ہے

سکہ دولت سلطان محمود

حسن دیگر بزرگیم فرود

اس شعر کو صحیح طریقہ سے پڑھنے میں نہ صرف واٹ ہیڈ نے غلطی کی ہے بلکہ اس کے دو پیشرو لانگ ورتھ ڈیمز اور راجرس بھی اس خصوص میں ناکام رہے ہیں۔ اس شعر کے مصرعہ ثانی کا لفظ "حسن" کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس لفظ کو صحیح نہ پڑھا جائے تو شعر کا مطلب خبط ہو کر رہ جاتا ہے لانگ ورتھ ڈیمز اور راجرس نے اس لفظ کو "خسرو" پڑھ کر یہ تعبیر کی ہے کہ سلطان محمود نے خود کو ایران کے شہنشاہ خسرو پر ویز کا ثانی قرار دیا ہے۔ واٹ ہیڈ نے ان دونوں کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے کہ وہ لفظ "خسرو" نہیں بلکہ "حسن" ہے اور اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ سلطان محمود خود کو سبط نبی امام حسن کا ثانی قرار دیتا ہے۔ متذکرہ صدر دونوں تاویلات یوں غلط ٹہرتی ہیں کہ اصل لفظ کو صحیح طریقہ سے پڑھا ہی نہیں گیا وہ لفظ خسرو ہے نہ حسن۔ قطع نظر اس امر کے کہ اس لفظ کو خسرو یا حسن پڑھنے سے مصرعہ ساقط البحر ہو جاتا ہے اور مصرعہ کی معنویت بھی چیتاں بن جاتی ہے۔ فی الحقیقت یہ لفظ "حسن" ہے اور پورے شعر کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ سلطان محمود کی سلطنت کے سکے کا ٹھپہ پڑنے سے سونے اور چاندی میں ایک نئے حسن کا اضافہ ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک لفظ کے بھی غلط پڑھے جانے سے بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے اور صحیح مطلب تک رسائی کس قدر دشوار ہو جاتی ہے۔

بارق زانی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار

پچھلے اوراق میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ۱۸۱۸ء میں بارق زانی خاندان کے وزیر فتح خاں کے قتل کے بعد افغانستان کا دوسرا بااثر قبیلہ بارق زانی بھرٹک اٹھا اور اس کی آتش انتقام درانی خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ بارق زانیوں نے دوست محمد خاں کو اپنا امیر تسلیم کر کے افغانستان میں بارق زانی خاندان کی آزاد حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے میں افغانستان برطانوی ہند، روس اور ایران کی حکومتوں کی سازشوں کا شکار بن رہا تھا۔ امیر دوست محمد خاں کی نسبت انگریزوں کو یہ شبہ ہوا کہ شاید وہ روس کے جال میں پھنس گیا ہے، چنانچہ انہوں نے افغانستان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجے میں انگریزوں کو ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء کی لڑائیوں میں بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اب انہوں نے درانی خاندان کی بچی کھچی مقبوضات پر ایک کٹھ پتلی حکمران شاہ شجاع کو ڈھونڈ نکالا اور اس کو سرولیم میکناٹن برطانوی ریڈنٹ کی معیت میں کابل میں لا بٹھایا، دوست محمد خاں نے اس صورتحال سے پریشان ہو کر خود کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں نے بارق زانیوں کی طرف سے مقاومت جاری رکھی اور میکناٹن اور برینز کی سولہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج کو اپنی حکمت عملی سے ایسی زبردست شکست دی کہ اس فوج کا صرف ایک سپاہی زندہ بچا اور اسی نے یہ داستان انگریزوں کو سنانی

انگریزوں کی اس ہزیمت کے بعد امیر دوست محمد خاں دوبارہ اقتدار پر آگیا، امیر دوست محمد خاں نے اس فتح اور اقتدار پر اپنی واپسی کے بعد اجرا کردہ اشرفیوں پر اس واقعہ کو مندرجہ ذیل شعر کی صورت میں بیان کیا ہے۔

بزوز عین عنایات خالق اکبر
امیر دوست محمد دوبارہ سکندر

سہ مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے مولفہ اسٹینلی لین پول مترجمہ محمد عبدالرحمن خاں سابق صدر کلینیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد مطبوعہ
حیدرآباد دکن، سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ ۱۳۶ صفحات ۳۶۲، ۳۶۳۔

امیر دوست محمد خاں کے بعد امیر شیر علی، امیر محمد افضل اور امیر محمد اعظم کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ امیر محمد اعظم کے بعد امیر عبدالرحمن خاں اور پھر امیر حبیب اللہ خاں امان اللہ خاں، نادر شاہ اور ظاہر شاہ بادشاہ ہوتے لیکن ان میں سے کسی کے سکوں پر فارسی اشعار نہیں پائے جاتے۔ افغانستان ہی میں بارتق زائی خاندان کی حکومت کے قیام سے پہلے جو نراجی کیفیت رہی اس کے دوران ایک باغی سردار محمد جان نے بھی اپنے سکے چلائے تھے جن پر حسب ذیل فارسی شعر درج تھا جس میں اس دور کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے

می کنم دیوانگی تا بر سرم غوغا شود
سکہ بر زر می کنم تا صاحبش پیدا شود

••

خانان خوقند کے سکوں پر فارسی شعر

ماوراء النہر کے اس خاندان کی حکومت ۱۷۰۰ء تا ۱۸۷۶ء م ۱۱۱۲ھ تا ۱۲۹۳ھ فرغانہ میں قائم تھی۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ شاہ رُخ بیگ چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ اس کے جانشینوں میں ایک حکمران نربوتانے ۱۸۰۰ء میں تاشقند کے علاقے کو بھی اپنی حکومت میں ضم کر لیا۔ اپنے آخری دور میں اس خاندان کے حکمران بہت کمزور ہو گئے تھے اور نتیجتاً ۱۸۷۶ء میں زار روس نے ان کے علاقے کو اپنی عظیم مملکت میں شامل کر لیا۔

یوں تو اس خاندان میں سترہ حکمران ہوئے ہیں اور ان سبھوں کے سکہ بھی دستیاب ہیں، لیکن فارسی شعر کا اندراج اس خاندان کے دسویں حکمران محمد علی کے سکوں پر پایا گیا ہے، جس میں اس نے اپنا نام ولایت اور مقام ضرب کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

بفرغانہ زد سکہ بوسیم وزر
محمد علی بن غازی عمر

سکون پچ اشعار

سمدر اگپتا

معمولی وزن کی عام اشرفیاں

۱۔ سمرشت وی تیت و جپو
جی تریپورہ جتو دوم جیتی

۲۔ راجا ادھراجہا پر تھوی موتوا
دوم جیتی ہری تاوا جمیدھا

۳۔ کرتانت پر سورجیت
جیت راجاجیت جھتا

۴۔ اپرتی رتھو و جتی کشتم
سوچریتہ دوم جیتی

کاچاگپتا

کچو گاما و جتی دوم
کرما بھرتما ر جیتی

چندراگپتانی

۱۔ شستی مو جتی سوچیا
ریتا ر دوم جیتی
و کرم دیتھیا

۲۔ زیندرا چندرھا
پر تھتار نورینے جیتی جو
بھوی سمھا و کرھا

کمارا گیتا

۱۔ وجتا ونی رونی پتھی
کمارا گیتو دوم جیتی

۲۔ گیت کولا ویوم شتی
جیتی جے یوجت ہیندرھا

۳۔ گیت کولا ملا چندرو
ہیندرھا کرما جو جیتی

۴۔ پرتھوی تلیشوریندرھا
کمارا گیتو جیتی (جھتا)

۵۔ چھتری پو کار گیتو
راجہ تراتا جیتی ریم

اسکندر گیتا

۱۔ وجتا ونی رونی پتھی سری
سکندر گیتو دوم جیتی

ہارون الرشید عباسی

ایک سو ایک دیناروں کے مماثل ایک دینار
رُخ اول

۱- وَأَصْفَرُ مِنْ ضَرْبِ دَارِ الْمَلُوكِ
يَلُوحُ عَلَى وَجْهِهِ بِحُفْرًا
رُخ ثانی

۲- يَزِيدُ عَلَى مِائَةٍ وَأَلْفًا
إِذَا نَالَ مُعْسِرٌ يَيْسِرًا

زیادۃ اللہ ثالث اعلیٰ

دس دیناروں کے مماثل ایک دینار
رُخ اول

۱- يَا سَائِرًا نَحْوَ الْخَلِيفَةِ قُلْ لَهُ
إِنْ قَدْ كَفَاكَ اللَّهُ أَمْرًا كَلْدًا

۲- بِيَزَادَةِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَيْبِ
فَاللَّهُ مِنْ دُونِ الْخَلِيفَةِ سَلَّةٌ

رُخ ثانی

۳- مَا إِنْ يَرَى لَكَ بِالْخِلَافِ مُنَافِقَ
إِلَّا اسْتَبَاحَ حَرِيمَهُ وَأَدَلَّهُ

۴. مَنْ لَا يَرَىٰ لَكَ طَاعَةَ فَإِنَّهُ قَدْ
 أَعْمَاهُ عَنْ طُرُقِ الْهُدَىٰ وَأَضَلَّهُ
 فخر الدولہ لُوی

ایک ہزار دیناروں کے مثل ایک دینار

ایک ہی رخ پر

۱. وَأَعْرَىٰ حَىٰ الشَّمْسِ شَكْلًا وَصُورَةً
 فَأَوْصَافُهُ مُشْتَقَّةٌ مِنْ صِفَاتِهِ
 ۲. فَإِنْ قِيلَ دِينَارٌ فَقَدْ صَدَّقَ اسْمُهُ
 وَإِنْ قِيلَ أَلْفٌ كَانَ بَعْضُ سِمَاتِهِ
 ۳. بَدِيعٌ وَلَمْ يُطْبَعْ عَلَى الدَّهْرِ مِثْلُهُ
 وَلَا ضَرِبَتْ أَضْرَابُهُ لِسِرَاتِهِ
 ۴. فَقَدْ أَبْرَزَتْهُ دَوْلَةٌ فَلَكِيَّةٌ
 أَقَامَ بِهَا الْأَقْبَالَ مَدْرَقَاتِهِ
 وَصَارَ إِلَى شَاهِنشَاهٍ انْتِسَابُهُ
 ۵. عَلَى أَنَّهُ مُسْتَصْغَرٌ لِعُفَاتِهِ
 يُحَيِّبُ الْإِيبَقِي سَنِينَ كَوْزِنِهِ
 ۶. لِتَشْبِثَ الدُّنْيَا بِطَوْلِ حَيَاتِهِ
 تَأَنَّقَ فِيهِ عَبْدُهُ وَابْنُ عَبْدِهِ
 ۷. وَغَرَسَ إِيَادِيهِ وَكَافَى كُفَاتِهِ

اسمعیل اول صفوی

عام روپے

ناد علیاً مظهر العجائب
 تجده عوناً لك في النوائب
 كل همٍ وغمٍ سينجلي
 بولايتك يا على يا على يا على

.۱

.۲

محمد شاہ ثانی (گجرات)
تانہ کے سکے

۱۔ تابدار الضرب گردوں قرص مہر و ماہ باد
سکہ سلطان غیاث الدین محمد شاہ باد

بہادر شاہ (گجرات)
تانہ کے سکے

۱۔ ہر کرا روی و رواجے ہست بر سطح زمین
سکہ اقبال شاہ ہند دارو بر جبیں

حسن شاہ (کشمیر)

۱۔ عام اشرفیاں
نگین خاتم ملک سلیمان
حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطان

فتح شاہ (کشمیر)
عام اشرفیاں

۱۔ مہر دولت کہ مملکت گیر است
سکہ فتح شاہ کشمیر است

ابراہیم عادل شاہ ثانی (سیچاپور)
تین تولے کی اشرفیاں

۱۔ نورس مہر عادل شاہی
جگت گرو دادا لکھی

محمد عادل شاہ (بیجا پور) ^{ٹہنوں}
 تانبے کے سکے اور چھوٹی اشرفیا
 جہاں ز این دو محمد گرفتہ زینت و جاہ
 یکے محمد مرسل دوم محمد شاہ

محمد قلی قطب شاہ (گولکنڈہ)
 تانبے کے سکے
 تعمیردہ فلوس شاہی
 پیوستہ بلعنت الہی

شہنشاہِ اکبر

ایک سو تو لے کی اشرفی

ریخ اول

۱۔ خورشید کہ ہفت بحر از او گوہر یافت
سنگ سیہ از پرتو آں جوہر یافت
کان از نظر تربیت او زر یافت
واں زر شرف از سکہ شہ اکبر یافت

ریخ ثانی

۲۔ ایں سکہ کہ پیرایہ امید بود
یا نقش دوام نام جاوید بود
سیمائے سعادتش ہمیں ہیں کہ بدھ
یک ذرہ نظر کردہ خورشید بود

پچاس تو لے کی اشرفی

۳۔ ایں نقد رواں گنج شاہنشاہی
با کوکب اقبال کند ہمراہی
خورشید بہ پرورش ازاں زو کہ بدھ
یا بد شرف از سکہ اکبر شاہی

پچیس تو لے کی اشرفی

۴۔ ایں سکہ کہ دست بخت را زیور باد
پیرایہ نہ سپہر و ہفت اختر باد
زرین نقدیست کار ازو چوں زر باد
در دہر رواں بتام شہ اکبر باد

عام وزن کی معمولی اشرفیاں اور روپے

سعادت یافت وینار جلالی
۵ ز مہر نام اکبر شاہ عالی

۶ زراست از مہر اکبر بادشاہ نور
برآں زر نام شہ نور علی نور

۷ تا زمین و آسمان را مہر انور زیور است
مہر مہر شاہ اکبر آبروے این زراست

۸ ہمیشہ ہنچو زر مہر و ماہ رانج باد
بغرب و شرق جہاں سکۃ الہ آباد

۹ ہمیشہ چوں زر خورشید و ماہ رانج باد
بغرب و شرق جہاں سکۃ الہ آباد

۱۰ رواج سکۃ اللہ اکبر
بود باقلعہ باندھو برابر

۱۱ سکۃ بنگالہ زان دلخواہ شد
کا برویش ضرب اکبر شاہ شد

شہنشاہ جہانگیر

ایک ہزار تولے کی اشرفی
رخ اول

۱ ہزار کونہ شرف یافت روی سکہ و زر
ز نقش نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر
عجب نباشد اگر زار زوے سکہ او
بسکہ خانہ اش آمد ز آسماں اختر

رخ ثانی

۲ ز فیض دیدن مہر ہزار تو لچہ اش
ہزار بار ببالد ز ذوق نور نظر
بنام نامی او باد سکہ و خطبہ
بدہر تا بود از سکہ و ز خطبہ اثر

پانچ تولے کی اشرفی

رخ اول

۳ از شاہ جہانگیر بود دورِ زماں
در آگرہ ز نام اوست زر نور نشان

رخ ثانی

۴ تاہست نشان پنج نوبت بجہاں
ایں سکہ پنج مہریش باد رواں

معمولی وزن کی عام اشرفیاں اور روپے

حروف جہانگیر و اللہ اکبر
۵ زر روز ازل در عدد شد برابر

۶ مالک الملک سکہ زر بر زر
شاہ سلطان سلیم شاہ اکبر

۷ قضا بر سکہ زر کرد تصویر
شبیہ حضرت شاہ جہانگیر

۸ بخط نور بر زر کلک تقدیر
رقم زد شاہ نور الدین جہانگیر

۹ روی زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۱۰ ساخت روی زر ز نور سکہ یکسر مہر و ماہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۱۱ شد چو خور زیں سکہ نورانی جہاں
آفتاب مملکت تاریخ آن

۱۲ تازند از نام جہانگیر شاہ
سکہ بود نور دہ مہر و ماہ

بہفت کشور این زر ہمیشہ باد رواں
ز نقش نام جهانگیر بادشاہ زماں

۱۳

بروی سکہ زر داد چندین زینت و زیور
شبیہ شاہ نور الدین جهانگیر ابن شہ اکبر

۱۴

بحکم شاہ جهانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

۱۵

سکہ زد در شہر کابل خسرو گیتی پیناہ
شاہ نور الدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۱۶

ہمیشہ باد ز دارالعباد حی و قدیم
رواج سکہ کابل بنام شاہ سلیم

۱۷

سکہ قندھار شد دلخواہ
از جهانگیر شاہ اکبر شاہ

۱۸

بدھر باد رواں تا فلک بود در دور
بنام شاہ جهانگیر سکہ لاہور

۱۹

بحکم شاہ جهانگیر سکہ لاہور
ز نام نور جہاں بادشاہ شد پُر نور

۲۰

ز نام شاه جهانگیر تا شود پُر نور
فرزودہ نور جہاں روی سکہ لاہور ۲۱

ہمیشہ بادا بر روی سکہ لاہور
ز نام شاه جهانگیر شاه اکبر نور ۲۲

زر لاہور شد در ماہ بہمن چوں مہ انور
بدور شاه نور الدین جهانگیر ابن شاه اکبر ۲۳

در اسفندار فر این سکہ در لاہور زد بر زر
شہنشاہ امم شاه جهانگیر ابن شاه اکبر ۲۴

بفروردین زر لاہور شد رشک مہ انور
ز نور سکہ شاه جهانگیر ابن شاه اکبر ۲۵

مہ اردی بہشت این سکہ در لاہور زد بر زر
شہنشاہ زماں شاه جهانگیر ابن شاه اکبر ۲۶

بماہ تیسر در لاہور زد این سکہ را بر زر
پناہ ملک دین شاه جهانگیر ابن شاه اکبر ۲۷

جہاں فروز بہ کشمیر گشت سکہ زر
ز نور نام جهانگیر شاه شاه اکبر ۲۸

زر فتح و نصرت جهانگیر شاه
به دہلی زد از فیض لطف الہ

۲۹

سکہ زد در شہر اگرہ خسرو گیتی پناہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۰

سکہ اگرہ داد زینت زر
از جهانگیر شاه شاه اکبر

۳۱

زد باگرہ سکہ شاهی بزر در مهر و ماہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۲

یافت در اگرہ رومی زر زیور
از جهانگیر شاه شاه اکبر

۳۳

باگرہ سکہ زد در ماہ آذر شاه بحر و بر
شہنشاہ زمان شاه جهانگیر ابن شاه اکبر

۳۴

سکہ در بہمن باگرہ زد بزر ظل الہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۵

در اسفندار مُز این سکہ را در اگرہ زد بر زر
شہنشاہ زمان شاه جهانگیر ابن شاه اکبر

۳۶

بفروردین زر اگره فروزاں گشت چون اختر
ز نور سکه شاه جهانگیر ابن شاه اکبر ۳۷

در مه آباں باگره سکه زد ظلّ الہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ ۳۸

بفتح پور فروزنده گشت سکه زر
ز نور نام جهانگیر شاه شاه اکبر ۳۹

جہاں فروز باجمیر گشت سکه زر
ز نور نام جهانگیر شاه شاه اکبر ۴۰

زد بزر این سکه در اجمیر شاه دیں پناہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ ۴۱

در اجمیر زد سکه فتح بر زر
جهانگیر شاه شہنشاہ اکبر ۴۲

در بدایوں سکه زد سلطان گردوں بارگاہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ ۴۳

ہمیشہ نور زر سکه الہ آباد
ز نام شاه جهانگیر شاه اکبر باد ۴۴

سکہ زد در شهر پٹنہ خسرو عالم پناہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۵

سکہ در اکبرنگر زد شاه گردوں بارگاہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۶

ساخت روی زر ز نور سکہ یکسر مہر و ماہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۷

باد رواں شاکہ بود دور ماہ
سکہ اردوے جهانگیر شاہ

۴۸

باردو سکہ در راہ دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جهانگیر ابن شاہ اکبر

۴۹

سکہ زد در شهر برہانپور شاہ دین پناہ
شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ

۵۰

بماندو سکہ فتح دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جهانگیر ابن شاہ اکبر

۵۱

دہد بنور جہانے و مہر و مہ پرتو
ز نام شاہ جهانگیر سکہ مندو

۵۲

پس از فتح دکن آمد چو در گجرات از ماندو
بزر این سکه زد شاه جهانگیر ظفر پرتو ۵۳

شهنشاه اکبر جهانگیر شاه
زرو نور داد احمد آباد را ۵۴

الہی تا جہاں باشد رواں باد
بشرق و غرب مہر احمد آباد ۵۵

زر احمد آباد را داد زریور
جهانگیر شاه شهنشاه اکبر ۵۶

سکہ زد در احمد آباد از عنایات الہ
شاه نور الدین جهانگیر ابن اکبر بادشاہ ۵۷

شہنشاہ شاہ جہاں

دوسو تولے کی اشرفی

رُخ اول

از صدق ابی بکر شد ایماں انور
اسلام قوی دست شد از عدل عمر
دیں تازہ شد از شرم و حیاے عثمان
وز علم علی یافت ولایت زیور

۱۔

رُخ ثانی

سکہ بر مہر دو صد مہری زد از لطف الہ
ثانی صاحب قراں شاہ جہاں دین پناہ
روی زر باد از نقش سکہ اش عالم فروز
تا شود از پرتو خورشید روشن روی ماہ

۲۔

ایک سو تولے کی اشرفی

رُخ اول

از صدق ابی بکر شد ایماں انور
اسلام قوی دست شد از عدل عمر
دیں تازہ شد از شرم و حیاے عثمان
وز علم علی یافت ولایت زیور

۳۔

رُخ ثانی

شد شاہ جہاں چو بادشاہ عالم
بخشید ز جود گنجہا در یکدم
یک مہر ز صد مہر بفرمود از آنکہ
صد مہر کند بجای یک مہر کرم

۴۔

زر سپہر کتد مہرا از سر افرازی
نثار شاہ جہاں شاہ نخرم غازی

-۵

سکہ شاہ جہاں آباد راج در جہاں
جاوداں بادا بنام ثانی صاحب قرآن

-۶

مراد بخشش

عام اشرفی اور روپیہ

گرفت ارث ز صاحب قرآن شہ ثانی
مراد بخشش محمد سکندر ثانی

-۱

شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر
ایک سو تو لے کی اشرفی
رخ اول

شاہ اورنگ زیب عالم گیر
آسماں قدرت و قضا تدبیر
روی زر از فروغ سکہ او
گشت روشن بسان مہر منیر

-۱

رخ ثانی

شاہ عالم گیر دریائی کرم اورنگ زیب
آنکہ از قسمت سخایش آب می گرد سحاب
از فروغ سکہ اش در عرصہ ہندوستان
گشت روشن روی زر چوں روی ماہ و آفتاب

-۲

عام اشرفی

۳۔ سکہ زد درجہاں چو مہر منیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

عام روپیہ

۲۔ سکہ زد درجہاں چو بدر منیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

اعظم شاہ

عام اشرفی اور عام روپیہ

۱۔ سکہ زد درجہاں بدولت و جاہ
بادشاہ ممالک اعظم شاہ

۲۔ نگین سلیمان کہ تابندہ بود
بر او اسم اعظم ہیں کندہ بود

کام بخش

عام اشرفی اور عام روپیہ

۱۔ در دکن زد سکہ بر خورشید و ماہ
بادشاہ کام بخش دین پناہ

شاہ عالم بہادر شاہ

دس تولے کی اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد درجہاں بفضیل اللہ
شاہ ہندوستان بہادر شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

بزر زد سکے صاحب تترانی
بہادر شاہ عالم گیر ثانی -۲

بزر زد سکے صاحب تترانی
معظم شاہ عالم گیر ثانی -۳

سکہ زد در ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
ثانی شاہ جہاں سلطان معظم بادشاہ -۴

عظیم الشان
عام روپیہ

سکہ زد در جہاں بفتح و ظفر
بادشاہ عظیم دین پرور -۱

جہاندار شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

در آفاق زد سکے بر مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ -۱

در آفاق زد سکے چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ -۲

بزر زد سکے بر زر چو صاحب قرآن
جہاندار شاہ بادشاہ جہاں -۳

بزد سکے برمنہ چو صاحب قراں
جہاندارشہ بادشاہ جہاں -۴

بزد سکے برنقرہ چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندارشہ -۵

بزد سکے در دہر چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندارشہ -۶

بزد سکے در ملک چوں مہر و ماہ
شہنشاہ غازی جہاندارشہ -۷

فرخ سیر

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زدا از فضل حق بر سیم وزر
بادشاہ بحر و بر فرخ سیر -۱

سکہ زدا از فضل حق بر سیم وزر
ثالث صاحب قراں فرخ سیر -۲

رفیع الدرجات

عام اشرفیاں اور روپے

زد سکے بہند یا ہزاراں برکات
شاہنشاہ بحر و بر رفیع الدرجات -۱

زد سکہ بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ آفاق رفیع الدرجات -۲

زد سکہ بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ دادگر رفیع الدرجات -۳

زد سکہ نصر با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات -۴

سکہ زد شاہ رفیع الدرجات
مہر مانند بہ یمن و برکات -۵

رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ با امن و اماں زد در جہاں
ثانی صاحب قرآن شاہ جہاں -۱

سکہ زد در جہاں با امن و اماں
شاہ صاحب قرآن ولی جہاں ۲

نیکو سیر

عام اشرفیاں اور روپے

بزر زد سکہ صاحب قرآنی
شہ نیکو سیر تیمور ثانی! -۱

محمد ابراہیم

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد درجہاں بفضلِ کریم
شاہ شاہاں محمد ابراہیم

۱۔

محمد شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد درجہاں بلطفِ الہ
بادشاہ زمان محمد شاہ

۱۔

سکہ زد درجہاں بفضلِ الہ
بادشاہ زمان محمد شاہ

۲۔

ز فضلِ حق شہنشاہ محمد شاہ دیں پرور
دریں عالم زدہ سکہ زہر و ماہ روشن تر

۳۔

احمد شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ بر زر زدہ بفضلِ الہ
شاہ عالم پناہ احمد شاہ

۱۔

عزیز الدین عالم گیر ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

بزر زد سکہ صاحب قرانی
عزیز الدین عالم گیر ثانی

۱۔

بزر زد سکہ چوں صاحب قرانی
عزیز الدین عالم گیر ثانی !

۲-

بیافت رونق ازیں سکہ زر چو مہر منیر
ز نام شاہ جہاں بادشاہ عالم گیر

۳-

سکہ زد ہر ہفت کشور پانچو تاباں مہر و ماہ
شاہ عزیز الدین عالم گیر غازی بادشاہ

۴-

مبارک سکہ صاحب قرانی
عزیز الدین عالم گیر ثانی

۵-

شاہ عالم ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد ہر ہفت کشور سایہ فضل الہ
حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

۱-

سکہ صاحب قرانی زد ز تائید الہ
حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

۲-

بیدار بخت

عام اشرفیاں اور روپے

بزر سکہ زد وارث تاج و تخت
محمد جہاں شاہ بیدار بخت

۱-

بزرگہ زد والی تاج و تخت
محمد جہاں شاہ بیدار بخت -۲

سکہ زد درہند از فضل الہ
حامی دین نبی بیدار شاہ -۳

اکبر ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد در جہاں ز فضل الہ
حامی دین محمد اکبر شاہ -۱

سکہ زد در جہاں ب فضل الہ
حامی دین محمد اکبر شاہ -۲

مبارک سکہ صاحب قرانی
محمد اکبر چنگیز خانی -۳

بسیم وزر زدہ خوش سکہ جہان بانی
چراغ دودہ تیمور اکبر ثانی -۴

بہادر شاہ ظفر

عام اشرفیاں اور روپے

بسیم وزر زدہ شد سکہ ب فضل الہ
سراج دین ابو ظفر شہ بہادر شاہ -۱

بزر زد سکے صاحب قرآنی
سراج الدین بہادر شاہ ثانی

۲

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران اجرا شدہ مخصوص اشرفیاں

بزر زد سکے نصرت طرازی
سراج الدین بہادر شاہ غازی

۳

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں
خط شعاع سے اوسپر جو یہ نہ ہو تحریر

۴

ابوظفیر شاہ والا گھم بہادر شاہ
سراج دین نبی سایہ خدائے قدیر

۵

جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک موید و اختر معین و بخت نصیر

۶

ٹیپو سلطان (میسور)
تین تاجاں تو لے کی اشرفیاں اور روپے
سکہ زد درجہاں باسانی
شاہ ٹیپو سکندر ثانی

۱۔
۲۔ دیں احمد درجہاں روشن ز فتح حیدر است

غازی الدین حیدر (اودھ)
عام اشرفیاں اور روپے
سکہ زد برسیم و زرا از فضل رب ذوالمنن
غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمین

نصیر الدین حیدر (اودھ)
عام اشرفیاں اور روپے
سکہ زد برسیم و زرا از فضل حق ظل الہ
نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

۱۔
۲۔ بدھ سکے شاہی زدہ ز لطف الہ
سپہر مرتبہ شاہ جہاں سلیمان جاہ

۳۔ بگیتی سکے زد چوں مہر انور
شہ عالم نصیر الدین حیدر

سکہ زد برسیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ
 نخل سبحانی نصیر الدین حمید بادشاہ -۲

محمد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

بجود و کرم سکہ زد در جہاں
 محمد علی پادشاہ زمان -۱

امجد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

در جہاں زد سکہ شاہی بتائیدالہ
 نخل حق امجد علی شاہ زمن عالم پناہ -۱

واجد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد برسیم و زر از فضل و تائیدالہ
 نخل حق و احد علی سلطان عالم بادشاہ -۱

رمضان علی برجیس قدر

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد برسیم و زر چوں مہر و بدر
 نیردیں میرزا برجیس قدر -۱

سکہ زد از فضل حق بر اشرافی مہر و بدر
انختہ سلطان عالم میرزا برجیس قدر -۲

سکہ زد اندر جہاں چوں ماہ بدر
شاہ رمضان علی برجیس قدر -۳

بزد سکہ در دہر چوں مہر و بدر
ابوالحرب قان برجیس قدر -۴

رانی پر متھیشوری (رنگیور۔ آسام)
چوکور روپے

بحکم بیگم پر متھی سری شاہ
زد سکہ چو مہر شیونگ شاہ -۱

راجیشور اسمہا (رنگیور۔ آسام)
عام روپے

سری راجیشور سنگھ عالم پناہ
زد این سکہ سلطان چو خورشید و ماہ -۱

بانڈہ سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)
عام روپے

سکہ زد در ہر دو عالم تیغ تانک و اہب است
فتح گو بند شاہ شاہاں فضل ستا صاحب است -۱

جسٹا سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)

عام روپے

۱۔ سکہ زد درجہاں بفضل اکال
ملک احمد گرفت جسٹا کلال

رنجیت سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)

عام روپے

۱۔ دیگ تیغ و فتح و نصرت بید رنگ
یافت از نانک گورو گوبند سنگھ

رنجیت دیو (جموں و کشمیر)

عام روپے

۱۔ لچھی نرائن دل شاد کرد
خانہ رنجیت دیو آباد کرد

ابراہیم علی خاں (ٹونک)

عام روپے

مبارک سکہ زد از فضل یزداں
رئیس ٹونک ابراہیم علی خاں

تخت سنگھ (جودھپور)

عام اشرفیاں اور روپے

زروسیم راسکہ زد تخت سنگھ
بعہد کوئن شاہ ہند و فرنگ

جسونت سنگھ (جوڈھیپور)

ام اشرفیاں اور روپے

زد بعہد کون چوسکہ بخت

گشت جسونت سنگھ وارث تخت

جسونت سنگھ (اندور)

عام روپے

زد سکہ مبارک از ارض تاباختر

صاحب قران ثانی سلطان محمد اکبر

اسمعیل ثانی صفوی

عام روپے

زمشرق تا بمغرب گر امام است

علی دآل او مارا تمام است

محمد خدا بندہ

عام روپے

لطف حق تاکہ در جہاں باقیست

سکہ صاحب الزماں باقیست

عباس اول

عام روپے

از بھر خیرایں سکہ را

کلب علی عباس زد

صفحہ اول

عام روپے

ہست از جاں غلام شاہ صفی

۱۔

عباس ثانی

عام روپے

بہ گیتی سکے صاحب قرانی
زد از توفیق حق عباس ثانی

۱۔

بہ گیتی آنکہ اکنوں سکے صاحب قرانی زد
ز توفیق خدا کلب علی عباس ثانی زد
بود کلب علی عباس ثانی

۲۔

۳۔

سلیمان اول صفی ثانی

عام اشرفیاں اور عام روپے

سکہ زد بعد از شہ صاحب قران
صاحب دوراں سلیمان جہاں

۱۔

بہر تحصیل رضائے مقتدائی انس و جاں
سکہ خیرات بر زر زد سلیمان جہاں

۲۔

بہ گیتی بعد شہ عباس ثانی
صفحہ زد سکے صاحب قرانی

۳۔

ز بعد ہستی عباس ثانی
صفحہ زد سکے صاحب قرانی

۴۔

از برائے صرف زوار امام انس و جان
تازہ از نام صفی شد سکہ صاحب قرآن -۵

سکہ مہر علی را تا رزم بر نقد جان
گشت از فضل خدا محکوم فرمانم جہاں -۶

حسین اول صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

زد ز توفیق حق بہ چہرہ زر
سکہ سلطان حسین دیں پرور -۱

گشت صاحب سکہ از توفیق رب المشرقیں
در جہاں کلب امیر المومنین سلطان حسین -۲

گشت صاحب سکہ از توفیق رب المشرقیں
کلب درگاہ امیر المومنین سلطان حسین -۳

طہماسپ ثانی صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد طہماسپ ثانی بر زر کامل عیار
لافتی الاعلیٰ لاسیف الا ذوالفقار -۱

بگیتی سکہ صاحب قرآنی
زد از توفیق حق طہماسپ ثانی -۲

از خراساں سکہ بر زر شد بتوفیق خدا
نصرت و امداد شاہ دیں علی موسیٰ رضا

۳-

احمد صفوی

عام روپے

سکہ زد بر ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
وارث ملک سلیمان گشت احمد بادشاہ

۱-

عباس ثالث صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ بر زر زد بتوفیق الہی در جہاں
ظل حق عباس ثالث ثانی صاحبقران

۱-

سام صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ بر زر زد بگیتی چوں طلوع نیرین
وارث ملک سلیمان سام بن سلطان حسین

۱-

بندۂ شاہ ولایت

سام بن سلطان حسین

۲

سلیمان ثانی صفوی

عام روپے

زد از لطف حق سکہ کامرانی
شہ عدل گستر سلیمان ثانی

۱-

حسین ثانی صفوی

عام روپے

دارد ز شاہ مرداں فرمان حکم رانی
فرزند شاہ طہماسپ سلطان حسین ثانی

۱۔

محمد صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

بزر زد سکہ از الطاف سرمد
شہ والا گہر سلطان محمد

۱۔

میراویس (افغانہ)

عام روپے

۱۔ سکہ زرد بر درہم دارالقرار قندھار
خان عادل شاہ عالم میراویس نامدار

میر محمود

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ چو مہر و مہ زر شاہنشاہی محمود عالم شد
کہ نقد قلبش از فیض خدا از غش مسلم شد

۲۔ دین حق را سکہ بر زر کرد از حکم الہ
عاقبت محمود باشد بادشاہ دین پناہ

۳۔ سکہ زرد از مشرق ایراں چو قرص آفتاب
شاہ محمود جہانگیر سیادت انتساب

۴۔ فرو رود بزین ماہ و آفتاب منیر
زر شک سکہ محمود شاہ عالمگیر

۵۔ سکہ سلطان حسین نابود شد
شاہ ایراں عاقبت محمود شد

۶۔ محمود ارشد خداداد شاہی

میر اشرف

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ با اشرفی اثر نام آفتاب رسید
شرف ز سکہ اشرف بر آفتاب رسید

۲۔ خور و مہ چوں طلا و نقرہ از فیضش منور شد
سریر آفتاب از نام اشرف سکہ بر زر شد

۳۔ ز الطاف شہ اشرف حق شعار
بزر نقش شد سکہ چار یار

آزاد خاں باغی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ تاکہ آزاد در جہاں باشد
سکہ صاحب الزماں باشد

نادر شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ بر زر کرد نام سلطنت را در جہاں
نادر ایران زمین و خسر و گیتی ستاں

۲۔ سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب العلیین
بادشاہ ہفت کشور نادر ایران زمین

۳۔ دادہ زیب تازہ رو بر مہر و ماہ
سکہ نادر شہ گیتی پناہ

۴۔ ہست سلطان بر سلاطین جہاں
شاہ شاہاں نادر صاحبقران

۵۔ خادم شاہ نجف زیندہ تاج و نگین
بادشاہ داد گستر نادر ایران زمین

۶۔ نادر م در ملک ایراں قادر م بر ہر دیار
لافتی الاعلی لاسیف الازوالفقار

۷۔ نگین دولت و دیں چوں کہ رفتہ بود زجا
بنام نادر ایران تبار داد خدا

عادل شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زبعد نادر دوران عدالت سکہ بر زر شد
بنام شاہ دین سلطان علی عالم منور شد

۲۔ گشت رانج بحکم لم یزلی
سکہ سلطنت بنام علی

ابراہیم شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زفیض حضرت باری و سر نوشت قضا
رواج یافت بزر سکہ امام رضا

۲۔ سکہ صاحبقرانی زد بتوفیق الہ
ہمچو خورشید جہاں افروز ابراہیم شاہ

شاہرخ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد در جہاں بحکم خدا
شاہ رخ کلب آستان رضا

سکہ زد از سعی نادر ثانی صاحبقران
کلب سلطان خراسان شاہرخ شاہ جہاں - ۲

امر شد از شاہ شاہاں نادر صاحبقران
سکہ یابد در ہرات از شاہرخ نام و نشان - ۳

یافت از الطاف احمد بادشاہ
شاہرخ بر تخت شاہی جایگاہ - ۴

دوبارہ دولت ایران گرفت از سرجوانی را
بنام شاہرخ زد سکہ صاحبقرانی را - ۵

کریم خاں زند

عام اشرفیاں اور روپے

شد آفتاب و ماہ زر و سیم در جہاں
از سکہ امام بحق صاحب ! - ۱

محمد حسن قاجار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بزرگہ از میمنت زد قضا
بنام علی ابن موسیٰ رضا

۲۔ باشد چو آفتاب زروسیم درجہاں
از سکہ امام بحق صاحب الزماں

۳۔ شد زین دین حق راج بتوفیق خدا
سکہ اقبال برنام علی موسیٰ رضا

آقا محمد قاجار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بر عرش بریں فگندہ مند
شاہنشہ انبیا محمد

۲۔ تا زروسیم درجہاں باشد
سکہ صاحب الزماں باشد

۳۔ تا زروسیم رانشاں باشد
سکہ صاحب الزماں باشد

فتح علی شاہ قاجار
عام اشرفیاں اور روپے

- ۱۔ آمدہ سکہ شاہی بزر از فتحعلی
- ۲۔ سکہ فتحعلی شہ خسرو صاحبقران
- ۳۔ سکہ فتحعلی شہ خسرو کشورستان
- ۴۔ شاہ شاہان جہاں فتحعلی

محمد حسن خاں سالار
عام اشرفیاں اور روپے

- ۱۔ سکہ بر زر میزند سالار دیں
یاورش باشد امیر المومنین

ناصر الدین شاہ قاجار
عام اشرفیاں اور روپے

- ۱۔ سکہ زد بر ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
ناصر دین محمد ناصر الدین بادشاہ

احمد شاہ درانی

عام اشرقیوں اور روپے

حکم شد از قادر بیچوں با حمد بادشاہ
سکہ زن بر سیم و زر از اونج ماہی ماہ

سلیمان شاہ

عام اشرقیوں اور روپے

سکہ زد بر سیم و زر چوں مہر و ماہ
شہ سلیمان ابن احمد بادشاہ

سیم و زر را سرفرازی داد چوں خورشید و ماہ
وارث شاہ ہنشہ دوراں سلیمان بادشاہ

سکہ زد بر سیم و زر از فضل و الطاف الہ
شاہ درانی سلیمان شاہ گردوں بارگاہ

تیمور شاہ درانی

عام اشرقیوں اور روپے

بحکم خدا و رسول انا م
بزد سکہ تیمور شاہ نظام

چرخ می آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ
تا کند بر چہرہ نقش سکہ تیمور شاہ

ہمایوں شاہ درانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ درجہاں شد سیم و زر روشن تر از خورشید و ماہ
تا کہ بر ہو نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

زماں شاہ درانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زر و سیم شد مہر و مہ درجہاں
بنام زماں شاہ زماں

۲۔ قرار یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں
رواج سکے دولت بنام شاہ زماں

۳۔ بز د سکے بر زر بحکم الہی
زماں شاہ شاہ یمین و یساری

محمود شاہ درانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکے دولت سلطان محمود
حسن دیگر بز و سیم فرود

۲۔ سکے بر زر زد بتوفیق الہ
خسرو گیتی ستاں محمود شاہ

شاہ شجاع ڈرانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکے زد برسیم و زر روشنتر از خورشید و ماہ
حامی دین نبی سلطان شجاع الملک شاہ

۲۔ سکے زد از فضل حق برسیم و زر
شہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

۳۔ سکے زد برسیم و زر از فضل خاص کردگار
نخسرو گیتی ستاں شاہ شجاع نامدار

۴۔ سکے زد برسیم و زر چوں مہر و ماہ
شاہ دین پرور شجاع الملک شاہ

۵۔ رونق آفاق شد برسیم و زر
سکے شاہ شجاع نامور

قیصر شاہ ڈرانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سیم و زر در جہاں بحکم الہ
گشت راج بتام قیصر شاہ

نور الدین شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ کہ روشن شد ز شاہ نور الدین
راج از مخدوم قطب العارفین

ایوب شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ شاہ ایوب کہ بر زر و سیم
زد بتائید کردگار عظیم

۲۔ شد جہاں روشن تر از خورشید و ماہ
از شعاع کہ ایوب شاہ

کامران شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ طلا از مہر نازد نقرہ از ماہ
ز فیض نقش نام کامران شاہ

شہ پور شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ کہ زد از فیض و الطاف الہ
خسرو عالم ستاں شہ پور شاہ

امیر دوست محمد باریق زانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ شمس و قمر بہ سیم و طلا میدہد نوید
وقت رواج سکہ پایندہ خاں رسید

۲۔ بزد ز عین عنایات خالق اکبر
امیر دوست محمد دوبارہ سکہ زر

۳۔ مکر بہ بست و بزد سکہ بعزم جہاد
امیر دوست محمد کہ ناصرش حق باد

امیر شیر علی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ ز التفات کثیر امیر نیک ضمیر
امیر شیر علی سکہ زد چو بدر منیر

۲۔ جمال دولت پایندہ قسمت ازلی است
ز بعد دوست محمد امیر شیر علی است

۳۔ ز عین مرحمت کردگار لم یزلی
بیافت سکہ رواج از امیر شیر علی

۴۔ شد از عنایت و الطاف شاہ لم یزلی
رواج سکہ بنام امیر شیر علی

شد ز فضلِ خدائے لم یزلی
والی قندھار شیر علی

-۵

سکہ زد در جہاں چو بدر جلی
بار دویم امیر شیر علی

-۶

امیر محمد افضل

عام اشرفیاں اور روپے

دو فوج مشرق و مغرب ز ہم مفصل شد
امیر ملک خراساں محمد افضل شد

-۱

امیر محمد اعظم

عام اشرفیاں اور روپے

چو از عنایت و الطاف حق ملزم شد
رواج سکہ بنام محمد اعظم شد

-۱

محمد جان باغی

عام اشرفیاں اور روپے

می کنم دیوانگی تا بر سرم غوغا شود
سکہ بر زر می کنم تا صا حبش پیدا شود

محمد علی (خو قند)

عام اشرفیاں اور روپے

بفرغانہ زد سکہ بر سیم و زر
محمد علی ابن غازی عمر

-۱

فہرست مآخذ اشعار

سنسکرت

نام حکمران	سلسلہ نشان شعر	صفحہ کتاب	صراحت مآخذ
گیتا خاندان سمدر اگپتا	۱	۱۳۱	دی گیتا گولڈ کوآئینس ان دی بیانہ ہورڈ مرتبہ اے۔ ایس الیکٹر شائع کردہ نیومسیانک سوسائٹی آف انڈیا ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۲
ایضاً	۲	۱۳۱	صفحہ ۲۴
ایضاً	۳	۱۳۱	صفحہ ۵۰
ایضاً	۴	۱۳۱	صفحہ ۵۵
کاچا گیتا	۱	۱۳۱	صفحہ ۴۳
چندر اگپتا ثانی	۱	۱۳۱	صفحہ ۱۸۲
ایضاً	۲	۱۳۲	صفحہ ۲۰۲
کمار اگپتا	۱	۱۳۲	صفحہ ۲۲۲
ایضاً	۲	۱۳۲	صفحہ ۲۲۸

صفحو ۲۵۷	۱۲۲	۲	ایضاً
صفحو ۲۴۹	۱۲۲	۲	ایضاً
صفحو ۳۰۱	۱۲۲	۵	ایضاً
صفحو ۳۰۸	۱۲۲	۱	اسکندگیتا
	عربی		خلف سائب
الذخائر والتحف مصنفه قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی، مطبوعہ کویت ۱۹۵۹ء صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۵	۱۲۳	۱	بارون الرشید
ایضاً	۱۲۳	۲	ایضاً
			اعلیٰ حکمران
ایضاً	۱۲۳	۱	زیادۃ اللہ ثالث اعلیٰ
ایضاً	۱۲۳	۲	ایضاً
ایضاً	۱۲۳	۲	ایضاً
ایضاً	۱۲۲	۲	ایضاً
الکامل فی التاریخ مصنفہ ابن الاثیر	۱۲۲	۱	نوی حکمران نخالدولہ نوی

مطبوعہ لندن ۱۸۶۳ء جلد نہم صفحہ ۴۱

ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً

ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً

۱۲۲
۱۲۲
۱۲۲
۱۲۲
۱۲۲
۱۲۲

۲
۲
۲
۵
۶
۷

ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
ایضاً
صفوی حکمران

۱۔ اے میا نول آف مسلمان نیو مسمیٹکس
مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ رائل ایشیاٹک
سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء صفحہ ۹۵
ایضاً

۱۲۵
۷
۱۲۵

۱
۲

اسمعیل اول
ایضاً

فارسی

سلاطین گجرات

۱۔ مرآة سکندری

۱۲۴

۱

محمد شاہ

۲۔ کیٹلاگ آف دی کوائنس آف سلطان
آف گجرات ان دی پرنس آف ویلز میوزیم
بمبئی مرتبہ جی او اچاریہ ۱۹۵۳ء صفحات انسٹروکشن
XXI XX

ایضاً	ایضاً	۱۲۴	۱	بہادر شاہ سلاطین کشمیر
نیو میٹیک کرائیکل		۱۲۴	۱	حسن شاہ
XIII سلسلہ پنجم صفحہ ۲۶۳				
تحریر آر بی واٹ بیڈ۔				
ایضاً	ایضاً	۱۲۴	۱	فتح شاہ
				عادل شاہی
				حکمران
ہسٹری آف میڈی ایول دکن		۱۲۴	۱	ابراہیم عادل شاہ ثانی
مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شردانی				
جلد اول صفحہ ۳۹۷ شائع کردہ				
حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء				

جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۹۱۰ء نیومسمیاٹک سپلمنٹ شمارہ XXV صفحہ ۶۸۴	۱۴۷	۱	محمد عادل شاہ قطب شاہی حکمران
جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد XX لوصہ XIV سکہ نشان ۱۰ تحریر کردہ ڈاکٹر راؤ۔	۱۴۷	۱	محمد قلی قطب شاہ سلاطین مغلیہ
۱۔ آئین اکبری مصنفہ ابو الفضل مرتبہ سید احمد خاں صفحہ ۱۷	۱۴۸	۱	شہنشاہ اکبر
۲۔ النقود الاسلامیہ سلاطین مغلیہ کے عظیم سکوت نوشتہ حکیم شمس اللہ قادری، تاج پریس حیدرآباد صفحہ ۱۸	۱۴۸	۲	ایضاً
ایضاً	۱۴۸	۳	ایضاً
ایضاً	۱۴۸	۴	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی، براؤن جلد اول صفحہ ۱۷ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۴۹	۵	ایضاً
ایضاً	۱۴۹	۶	ایضاً
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم لندن مرتبہ ایسٹی لین پول	۱۴۹	۷	ایضاً

صفحہ ۳۶۶ شائع کردہ انٹرنیڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۲ء ایضاً ایضاً	۱۲۹	۸	ایضاً
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۱۹	۱۲۹	۹	ایضاً
کیٹیلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی بی براؤن جلد اول صفحہ ۱۸ شائع کردہ آرسی سینیر لٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی ایضاً ایضاً	۱۲۹	۱۰	ایضاً
دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف ٹوجنیٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں جینوا سوئیٹزر لینڈ بابت نومبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۶ ایضاً صفحہ ۹	۱۲۹	۱۱	ایضاً شہنشاہ جہانگیر
کیٹیلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی بی براؤن جلد اول صفحہ ۲۲ شائع کردہ آرسی سینیر لٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی ایضاً ایضاً	۱۵۰	۲	ایضاً
کیٹیلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی بی براؤن جلد اول صفحہ ۲۲ شائع کردہ آرسی سینیر لٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی ایضاً ایضاً	۱۵۰	۳	ایضاً
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ ایشلی لین پول صفحہ ۳۶۸ شائع کردہ انٹرنیڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء ایضاً ایضاً صفحہ ۳۶۶	۱۵۰	۴	ایضاً
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ ایشلی لین پول صفحہ ۳۶۸ شائع کردہ انٹرنیڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء ایضاً ایضاً صفحہ ۳۶۶	۱۵۱	۵	ایضاً
کیٹیلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم	۱۵۱	۶	ایضاً
کیٹیلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم	۱۵۱	۷	ایضاً

لکھنؤ مرتبہ سی بی، براؤن جلد اول صفحہ ۱۹			
شائع کردہ آر سی سینیر لٹریچر ۱۹۸۶ء دہلی			
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷	۱۵۱	۸	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۱۸	۱۵۱	۹	ایضاً
فہرست سکہ جات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریلوی	۱۵۱	۱۰	ایضاً
وکیل فرخ آباد حکم مارک تھارنل جج فرخ آباد صفحہ ۱۱			
کیٹیلاگ آف کوائٹنس ان دی پراونشیل میوزیم	۱۵۱	۱۱	ایضاً
لکھنؤ، مرتبہ سی بی، براؤن جلد اول صفحہ ۲۷			
شائع کردہ آر سی سینیر لٹریچر ۱۹۸۶ء نئی دہلی۔			
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۲	۱۵۱	۱۲	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۰	۱۵۲	۱۳	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۱۹	۱۵۲	۱۴	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷	۱۵۲	۱۵	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۲	۱۵۲	۱۶	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۲	۱۵۲	۱۷	ایضاً
ایضاً ایضاً	۱۵۲	۱۸	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵	۱۵۲	۱۹	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷	۱۵۲	۲۰	ایضاً
ایضاً ایضاً	۱۵۳	۲۱	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶	۱۵۳	۲۲	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵	۱۵۳	۲۳	ایضاً
کیٹیلاگ آف کوائٹنس ان دی پراونشیل میوزیم	۱۵۳	۲۴	ایضاً

دی کوانٹنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلیکٹڈ بانی چارلس بی راجرس اینڈ پرنٹرز بانی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سزیمس لایال اینڈ ایچ سی فانشیو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۲۰	۱۵۵	۴۰	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۱۲۶	۱۵۵	۴۱	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۱۹ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۵۵	۴۲	ایضاً
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۱۹	۱۵۵	۴۳	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۲۳ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۵۵	۴۴	ایضاً
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۵۴	۴۵	ایضاً
ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۲۱	۱۵۴	۴۶	ایضاً
فہرست سکجات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریلوی وکیل فرخ آباد حکم مارک تھارنل نچ فرخ آباد صفحہ ۱۱	۱۵۴	۴۷	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۲۱ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۵۴	۴۸	ایضاً

ایضاً	۴۹	۱۵۶	ایضاً
ایضاً	۵۰	۱۵۶	کیٹلاگ آف کوائٹنس ان دی پراویٹنشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی، براؤن جلد اول صفحہ ۲۳ شائع کردہ آر سی سینیر لیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۵۱	۱۵۶	ایضاً
ایضاً	۵۲	۱۵۶	ایضاً
ایضاً	۵۳	۱۵۷	سکجات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری صفحہ ۲۶ مطبوعہ شمسی پریس آگرہ۔
ایضاً	۵۴	۱۵۷	دی کوائٹنس آف دی مغل ایمپرس مرتبہ آر بی وائٹ ہیڈ سکہ نمبر ۸۹۱
ایضاً	۵۵	۱۵۷	کیٹلاگ آف کوائٹنس ان دی پراویٹنشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی، براؤن جلد اول صفحہ ۲۰ شائع کردہ آر سی سینیر لیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۵۶	۱۵۷	دی کوائٹنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکتہ بالی چارلس بی، راجرس اینڈ پرنٹرز ڈبائی دی پنجاب گورنمنٹ، مرتبہ سر جمیس لایال اینڈ سی ایچ فانشر، طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۵۲
ایضاً	۵۷	۱۵۷	ایضاً
شہنشاہ شاہ جہاں	۱	۱۵۸	النقود الاسلامیہ (سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ) مصنف حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ تاج پریس صفحہ ۱۳۱

حیدرآباد صفحہ ۲۶، ۲۷			
ایضاً	۱۵۸	۲	ایضاً
ایضاً	۱۵۸	۳	ایضاً
دی کیٹلاگ فار دی سیل آف ٹوجینٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں - جنوا سوئٹزرلینڈ بابہ نومبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۳			
ایضاً	۱۵۸	۴	ایضاً
ایضاً	۱۵۹	۵	ایضاً
جزل آف نیو مسمیٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد XXVII ۱۹۴۵ء صفحات ۱۰۸، ۱۰۹ آرٹیکل تحریر کردہ ضیا الدین احمد دیسانی			
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکٹیڈ بانی چارلس جے راجرس اینڈ پرنٹڈ بانی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سیمس لایال اینڈ ایچ سی فائٹو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۷۱	۱۵۹	۶	ایضاً
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان، ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹیلی لین پول صفحہ ۳۷۰ شائع کردہ انڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء	۱۵۹	۱	مراد بخش
النقود الاسلامیہ (سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ) مصنف حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد صفحات ۲۹، ۳۰	۱۵۹	۱	شہنشاہ اورنگ زیب
ایضاً	۱۵۹	۲	ایضاً

دی کوآئنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکٹیڈ بانی چارلس جے راجرس اینڈ پرنٹرز بانی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سزیمس لایال اینڈ سی ایچ فائٹو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۷۹	۱۶۰	۳	ایضاً
ایضاً ایضاً صفحہ ۱۸۰	۱۶۰	۲	ایضاً
اے میانول آف مسلمان نیو مسیاطکس مرتبہ اوکوڈرینگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱۱	۱۶۰	۱	اعظم شاہ
سیرگلشن ہند صفحہ ۹۶	۱۶۰	۲	ایضاً
دی کوآئنس آف دی مغل ایمپرس آف ہندو ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹیلی لین پول شائع کردہ انڈیا پبلکیشنز نی دہلی ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷	۱۶۰	۱	کام بخش
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۳	۱۶۰	۱	شاہ عالم بہادر شاہ
کیٹلاگ آف کوآئنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۰ شائع کردہ آرسی نیو لٹریچر ۱۹۸۶ء دہلی	۱۶۱	۲	ایضاً
ایضاً	۱۶۱	۳	ایضاً
ایضاً	۱۶۱	۲	ایضاً
ایضاً	۱۶۱	۱	عظیم الشان
سکجات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ	۱۶۱	۱	جہاندار شاہ

حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ ششمی پریس آگرہ
صفحہ ۱۸

دی کوآئس آف دی مغل ایمپریس آف
ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹیلی
لین پول شائع کردہ انڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی
۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۱

۱۶۱

۲

ایضاً

دی کوآئس آف دی مغل ایمپریس آف
ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ
اسٹیلی لین پول شائع کردہ انڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی
۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۱

۱۶۱

۲

ایضاً

دی کوآئس آف دی مغل ایمپریس آف
انڈیا کلکٹڈ بانی چارلس جے راجرس اینڈ پرنٹرز
بانی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سر جسٹس لایال اینڈ
ایچ سی فائٹو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب
۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰۰

۱۶۲

۴

ایضاً

گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ
مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۶

۱۶۲

۵

ایضاً

قلمی بیاض ملوکہ شناگل خاں کابل

۱۶۲

۶

ایضاً

حدیقہ الاقالیم تصنیف ۱۱۹۰ء مخطوطہ در کتاب خانہ
آقائی شیخ زادہ مشہد۔ ایران

۱۶۲

۷

ایضاً

اے میانزل آف مسلمان نیو مسیماٹکس مرتبہ
او کوڈرینگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک

۱۶۲

۱

فرخ سیر

سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۲ مغل ایمپرس مولف آر بی واٹ ہیڈ سکرٹنشان ۲۱۳۰	۱۹۲	۲	ایضاً
اے میانول آف مسلمان نیو مسیائٹس مرتبہ اوکوڈرینگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۲	۱۹۲	۱	رفیع الدرجات
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۱ شائع کردہ آر سی سینیر لیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۹۳	۲	ایضاً
ایضاً ۳۲ صفحہ	۱۹۳	۳	ایضاً
مغل ایمپرس مولف آر بی واٹ ہیڈ سکرٹنشان ۲۲۷۳	۱۹۳	۴	ایضاً
مفتاح التواریخ مطبوعہ کانپور صفحہ ۳۰۴ مضامین مسر بیل۔	۱۹۳	۵	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر سی سینیر لیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۹۳	۱	رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۹۳	۲	ایضاً
تلخیص خانی خاں ترجمہ ڈاوسن (ای ڈی VII) (۴۸۲)	۱۹۳	۱	نیکوسیر
دی کوانٹس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول صفحہ ۳۷۲	۱۹۳	۱	محمد ابراہیم

شائع کردہ انٹرنیڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء سکھ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۱۹	۱۴۲	۱	محمد شاہ
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۴۲	۲	ایضاً
سکھ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ شمسی پریس، آگرہ صفحہ ۲۶	۱۴۲	۳	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۳ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۴۲	۱	احمد شاہ
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۴۲	۱	عزیز الدین عالمگیر ثانی
مغل ایمپریس مولفہ آر بی واٹ ہید سکشن ۲۷۶	۱۴۵	۲	ایضاً
کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۳ شائع کردہ آر سی سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی	۱۴۵	۳	ایضاً
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۴۵	۴	ایضاً
سکھ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۲۱	۱۴۵	۵	ایضاً

شاہ عالم ثانی	۱	۱۴۵	فہرست سکجات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریوی وکیل فرخ آباد، حکم مارک تھارنل رنج فرخ آباد صفحہ ۳۵
ایضاً	۲	۱۴۵	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۲
بیدار بخت	۱	۱۴۵	کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی براؤن، جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر سی سینر لیٹیڈ ۱۹۸۶ء، دہلی
ایضاً	۲	۱۴۶	اے میانول آف مسلمان نیومسیا ہمس، مرتبہ او کوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱۳
ایضاً	۳	۱۴۶	گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۶
اکبر شاہ ثانی	۱	۱۴۶	کیٹلاگ آف کوانٹس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی بی براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر سی سینر لیٹیڈ ۱۹۸۶ء، دہلی
ایضاً	۲	۱۴۶	سکجات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۲۶
ایضاً	۳	۱۴۶	گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۶
ایضاً	۴	۱۴۶	سکجات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۲۶

ایضاً	۱۴۶	۱	بہادر شاہ ظفر
ایضاً	۱۴۷	۲	ایضاً
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۸	۱۴۷	۳ تا ۴	ایضاً
ایضاً	۱۴۷	۳ تا ۴	سلطنت خداداد عیسوی
ایضاً	۱۴۸	۱	ٹیمپو سلطان
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۷	۱۴۸	۲	ایضاً
۱. ایضاً ایضاً ایضاً ۲. کیٹلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم صفحہ ۷۳ مولفہ جے آر ہینڈرسن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن ۱۹۷۶ء نئی دہلی مرتبہ جے ایلن	۱۴۸	۲	ایضاً
ایضاً	۱۴۸	۱	نوابان اودھ
ایضاً ایضاً ایضاً باب اول صفحہ ۲۷ مولفہ سی جے براؤن	۱۴۸	۱	غازی الدین حیدر
ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۳۵	۱۴۸	۱	نصیر الدین حیدر
ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۳۲	۱۴۸	۲	ایضاً
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۵	۱۴۸	۳	ایضاً
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۴۹	۴	ایضاً
ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۱۱۶	۱۴۹	۱	محمد علی شاہ
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۴۹	۱	محمد علی شاہ

کیٹلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول صفحہ ۴۹، مولف سی بی براؤن، مرتبہ جے این شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن ۱۹۷۶ء نئی دہلی	۱۴۹	۱	واجد علی شاہ
گنج شایگان مولف محمد رفیع موبانی عالی، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۷	۱۴۹	۱	رمضان علی شاہ بڑھیس قدر
ایضاً	۱۷۰	۲	ایضاً
ایضاً	۱۷۰	۲	ایضاً
ایضاً	۱۷۰	۲	ایضاً
			کامروپ (زنگپور آسام)
			کے حکمران
کوانٹس آف اینٹینٹ انڈیا ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۰۱ مصنف وینینٹ اے اسمتھ شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤز دہلی ۱۹۷۲ء	۱۷۰	۱	رانی پرمیشوری
ایضاً	۱۷۰	۱	راجیشوراسمہا
ایضاً	۱۷۰	۱	سیکھ حکمران
کوانٹس مرتبہ پرمیشوری لال گپتا، شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۳۵	۱۷۰	۱	باندہ سنگھ
ایضاً	۱۷۱	۱	جٹا سنگھ

ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۱	۱	رنجیت سنگھ کشمیر کے دو گرا حکمران
کیلیٹس آن کوانٹس آفٹر جہانگیر مرتبہ سی بی راجرس جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال شمارہ LIV حصہ اول صفحہ ۶۲ ۱۸۸۵ء	۱۷۱	۱			رنجیت دیو
کیٹیلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحہ ۲۷۳ مولف سی بی راجرس مرتبہ جے این شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن ۱۹۷۹ء نئی دہلی	۱۷۱	۱			روسائے ٹونک ابراہیم علی خاں
گنج شایگان مولف محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۳	۱۷۱	۱			راجگان جو دھپور تخت سنگھ
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۲	۱	جسونت سنگھ اندور کے حکمران
کیٹیلاگ آف دی کوانٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحہ ۳۲۳ مولف ڈبلیو ایچ والینٹائن مرتبہ جے این شائع کردہ	۱۷۲	۱			جسونت سنگھ

صفوی حکمران

اسمعیل شاہ ثانی

محمد خدا بندہ

عباس اول

صفی اول

عباس ثانی

ایضاً

ایضاً

سلیمان اول

(صفی ثانی)

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

حسین اول

ایضاً

انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

تبریز میوزیم کیتلاگ جلد سوم صفحہ ۲۱

مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

صفحہ ۲۲

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

صفحہ ۲۳

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

۱۷۲

۱

۱۷۲

۱

۱۷۲

۱

۱۷۳

۱

۱۷۳

۱

۱۷۳

۲

۱۷۳

۳

۱۷۳

۱

۱۷۳

۲

۱۷۳

۲

۱۷۳

۲

۱۷۴

۵

۱۷۴

۴

۱۷۴

۱

۱۷۴

۲

ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۲	۳	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۲	۱	طہاسب ثانی
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۲	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۳	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۱	احمد صفوی
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۱	عباس ثالث
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۱	سام صفوی
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۵	۱	سلیمان ثانی
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۴	۱	حسین ثانی
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۴	۱	محمد صفوی

افغانہ حکمران

میراویس

میر محمود

الہم مرتبہ راہینو صفحہ ۲۱
تبریز میوزیم کیشلاگ جلد سوم صفحہ ۲۵
مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی

ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۷	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۷	۳	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۷	۴	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۷	۵	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۷	۶	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۷۸	۱	میر اشرف

ایضاً
ایضاً
آزاد خاں باغی
افشاری حکمران

نادر شاہ

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

عادل شاہ

۲	۱۷۸	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۲۶
۳	۱۷۸	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۲۵
۱	۱۷۸	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۲۶
۱	۱۷۹	۱	۱	اے میانول آف مسلمان نیو مسیائٹس، مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء صفحہ ۹۹
۲	۱۷۹	۲	۲	گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲
۳	۱۷۹	۳	۳	دی کوائٹس آف نادر شاہ اینڈ ڈرائیز مرتبہ آربی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۵۱
۲	۱۷۹	۲	۲	کیٹلاگ آف دی کوائٹس کلکٹیڈ بانی چارلس جے راجرس اینڈ پرنسزڈ بانی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۲، مطبوعہ بیایٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۳ء
۵	۱۷۹	۵	۵	گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲
۶	۱۷۹	۶	۶	ایضاً
۷	۱۷۹	۷	۷	ایضاً
۱	۱۸۰	۱	۱	تبریز میوزیم کیٹلاگ جلد سوم صفحہ ۲۸، مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی

ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۰	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۰	۱	ابراہیم شاہ
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۰	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۰	۱	شاہ رخ
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۱	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۱	۳	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۱	۴	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۱	۵	ایضاً
					زند حکمران
صفحہ ۳۱	ایضاً	ایضاً	۱۸۱	۱	کریم خاں زند
					قاجار حکمران
صفحہ ۳۳	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۱	محمد حسن قاجار
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۳	ایضاً
صفحہ ۳۴	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۱	آقا محمد قاجار
صفحہ ۳۳	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۲	۳	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۳	۱	فتح علی شاہ قاجار
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۳	۲	ایضاً
ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۸۳	۳	ایضاً

ایضاً	۲	۱۸۳	ایضاً
محمد حسن خاں سالار	۱	۱۸۳	ایضاً
ناصر الدین شاہ قاجار	۱	۱۸۳	ایضاً
دُرّانی حکمران			
احمد شاہ دُرّانی	۱	۱۸۳	ایضاً
سلیمان شاہ دُرّانی	۱	۱۸۳	ایضاً
ایضاً	۲	۱۸۳	ایضاً
ایضاً	۳	۱۸۳	ایضاً
تیمور شاہ دُرّانی	۱	۱۸۳	ایضاً
ایضاً	۲	۱۸۳	ایضاً

ایضاً
ایضاً
ایضاً
گنج شائیکاں مولفہ محمد رفیع موبانی عالی
مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲

کیٹلاگ آف دی کوائٹس کلکٹیڈ بانی چارلس
جے راجرس اینڈ پریزیڈنٹ بانی دی گورنمنٹ آف
دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ بیانیٹ
مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۸۹۲ء

دی کوائٹس آف نادر شاہ اینڈ دُرّانیز
مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۳۲۳

ایضاً
سکہ نشان ۳۲۳

ایضاً
سکہ نشان ۳۵۰

۱۔ کیٹلاگ آف دی کوائٹس کلکٹیڈ بانی چارلس
جے راجرس اینڈ پریزیڈنٹ بانی دی گورنمنٹ آف
دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ بیانیٹ
مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۸۹۲ء۔

۲۔ دی کوائٹس آف نادر شاہ اینڈ دُرّانیز
مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۳۵۱

کیٹلاگ آف دی کوائٹس کلکٹیڈ بانی چارلس
جے راجرس اینڈ پریزیڈنٹ بانی دی گورنمنٹ آف
دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۷۰ مطبوعہ بیانیٹ

مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۲ء			
دی کوانٹس آف نادر شاہ اینڈ ڈرانیز مرتبہ	۱۸۵	۱	صہایوں شاہ ڈرانی
آربی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۷۱۵			
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۷۱۶	۱۸۵	۱	زماں شاہ ڈرانی
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۷۱۷	۱۸۵	۲	ایضاً
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۷۱۸	۱۸۵	۳	ایضاً
۱۔ کیٹلاگ آف دی کوانٹس کلکتہ بانی پارس	۱۸۵	۱	محمد شاہ ڈرانی
۲۔ راجرس اینڈ پرنٹرز بانی دی گورنمنٹ آف			
دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۷۷ مطبوعہ بیٹھ			
مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۲ء			
۲۔ ۱۔ میا نول آف مسلمان نیو مسیالکس			
مرتبہ او کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۳ شائع کردہ دی رائل			
ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء			
۳۔ دی کوانٹس آف نادر شاہ اینڈ ڈرانیز مرتبہ			
آربی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۱۰۶۰			
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۸۸۱	۱۸۵	۲	ایضاً
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۰۲۰	۱۸۶	۱	شاہ شجاع ڈرانی
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۰۲۹	۱۸۶	۲	ایضاً
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۹۹۸	۱۸۶	۳	ایضاً
ایضاً ایضاً سکہ نشان ۹۷۲	۱۸۶	۴	ایضاً
حدیقتہ الاقالیم تصنیف ۱۹۰۰ء مخطوطہ در کتاب	۱۸۶	۵	ایضاً
آقای شیخ زادہ مشہد ایران.			

اے میانول آف مسلمان نیو مسیماٹکس، مرتبہ او کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۳، شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء	۱۸۶	۱	قصر شاہ درانی
اے میانول آف مسلمان نیو مسیماٹکس، مرتبہ او کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۳، شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء	۱۸۷	۱	نور الدین شاہ درانی
ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۱۰۴	۱۸۷	۱	ایوب شاہ درانی
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۸۷	۲	ایضاً
دی کوائٹس آف نادر شاہ اینڈ درانیز، مرتبہ آربی وائیٹ ہیڈ سکے نشان ۱۲۰۷	۱۸۷	۱	کامران شاہ درانی
ایضاً ایضاً ایضاً سکے نشان ۱۲۲۹	۱۸۷	۱	شہ پور شاہ بارق زائی حکمران
اے میانول آف مسلمان نیو مسیماٹکس، مرتبہ او کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۴، شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء	۱۸۸	۱	امیر دوست محمد
ایضاً ایضاً ایضاً	۱۸۸	۲	ایضاً
کیٹلاگ آف دی کوائٹس کلکتہ بانی چارلس جے راجرس اینڈ پریزیڈنٹ بانی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۸۲، مطبوعہ پبلسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۴ء	۱۸۸	۳	ایضاً
اے میانول آف مسلمان نیو مسیماٹکس	۱۸۸	۱	امیر شیر علی

مرتبہ او، کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۵، شائع کردہ، دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء	۱۸۸	۲	ایضاً
گنج شایگان مولفہ محمد رفیع موبانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۲	۱۸۸	۳	ایضاً
اے میانول آف مسلمان نیومسپیکس مرتبہ او، کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۵، شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۲ء	۱۸۸	۴	ایضاً
ایضاً	۱۸۹	۵	ایضاً
ایضاً	۱۸۹	۶	ایضاً
ایضاً	۱۸۹	۱	امیر محمد افضل
ایضاً	۱۸۹	۱	امیر محمد اعظم
ایضاً	۱۸۹	۱	محمد جان باغی
			خانان خوقند
قلمی بیاض ملوکہ شناگل خاں۔ کابل	۱۸۹	۱	محمد علی

فہرست ماخذ متن

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۱۔	تاریخ سندھ - فارسی - قلمی انڈیا آفس لائبریری - لندن	محمد معصوم المتخلص بہ نامی	۹
۲۔	گنج شایگان مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء	محمد رفیع موبانی عالی	۱۳ - ۳۹ - ۹۴ - ۱۰۴
۳۔	کیٹیلاگ تبریز میوزیم، مطبوعہ ایران - جلد سوم	آقائے جمال ترابی طباطبائی	۱۰۴ - ۱۱۷ - ۱۲۱
۴۔	کیٹیلاگ آف مغل کوائنس ان دی اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۲۵ء	سی آر سنگھال	۱۳۔
۵۔	دی کوائنس آف دی مغل امپریس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مطبوعہ لندن ۱۸۹۳ء	اسٹنلی لین پول	۱۵ - ۶۴ - ۷۰ - ۸۱ ۸۳ - ۹۰ - ۹۶

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۴	منٹ ٹاؤنس اینڈ کو آئیس آف دی محمدنس مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء	یوحین لیگیٹ	۱۵
۷	میانول آف مسلمان نیو مسیائیس مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء	اؤ۔ کوڈرینگٹن	۱۵
۸	کیٹلاگ آف دی کو آئیس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ء	ایچ نیلسن رائٹ	۱۵ - ۱۸
۹	جرنل آف دی نیو مسیائیس جلد ۱۸	آر۔ بی وائٹ ہیڈ	۱۹
۱۰	ہسٹاریکل اسڈیز ان مغل نیو مسیائیس مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۳ء	ایس ایچ ہوڈی والا	۱۹
۱۱	منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ	خانی خاں	۲۱ - ۲۳ - ۷۲
۱۲	تاریخ جہانگیر، شائع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء	ڈاکٹر بنی پرشاد، مترجمہ رحم علی الہاشمی	۲۱ - ۲۹
۱۳	تاریخ شاہ جہاں، شائع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۸۵ء	ڈاکٹر بنارسی پرشاد مترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین	۲۱ - ۸۳
۱۴	عالمگیر نامہ - قلمی مخزونہ اے پی گورنمنٹ اوریشل میانوسکرپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد	مرزا محمد کاظم	۲۱ - ۸۶ - ۸۷

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۱۵-	البراکہ مطبوعہ کراچی ۱۹۴۱ء	عبدالرزاق کانپوری	۲۲ - ۲۶ - ۳۷ - ۳۸
۱۶-	رویتداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۳ء	اے۔ کنگیم	۲۳-
۱۷-	نیومسمیا اورینٹالیا السٹراٹا مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم	ولیم مارسڈن	۲۴ - ۲۵ - ۸۷
۱۸-	پرسٹن اینڈ عربک ڈکشنری - مطبوعہ لندن ۱۸۰۸ء جلد اول	جان رچرڈسن	۲۵-
۱۹-	کتاب الوزرا و الکتاب قلمی عربی کتب خانہ اسکول آف اوریٹل اینڈ آفرکن اسٹیز لندن یونیورسٹی رویتداد ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، مارچ ۱۸۸۵ء	محمد بن عبدوس الجھشیاری	۲۶ - ۴۰-
۲۰-	ڈاکٹر غلام یزدانی کیموریٹو والیوا شائع کردہ ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ حیدرآباد ۱۹۴۴ء	جمیس گبس	۲۶ - ۸۷
۲۱-	آئین اکبری مطبوعہ دہلی ۱۲۷۴ھ	ڈاکٹر وی ایس اگر وال	۲۷-
۲۲-	توزک جہانگیری۔ مطبوعہ لکھنؤ	ابوالفضل علّامی مرتبہ سید احمد خاں	۲۸ - ۴۵ - ۷۹
۲۳-	توزک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۴۳ء جلد دوم	شہنشاہ جہانگیر	۲۸ - ۷۴
۲۴-		شہنشاہ جہانگیر	۲۹

شماره سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۲۵	تکلمہ اکبر نامہ شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۶ء انگریزی	شیخ عنایت اللہ	۲۹
۲۶	بادشاہ نامہ جلد دوم	عبد الحمید لاہوری	۲۹
۲۷	ماثر عالمگیری	مستعد خاں	۸۶ . ۳۰
۲۸	عالمگیر نامہ	مرزا محمد کاظم	۸۶ . ۳۰
۲۹	کوآئٹس شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ نئی دہلی ۱۹۶۹ء	پریشوری لال گپتا	۱۱۹ . ۳۲
۳۰	کارپس آف انڈین کوآئٹس جلد چہارم وی کوآئٹس آف گپتا ایمپائر شائع کردہ نیومسٹاک سوسائٹی آف انڈیا بنارس ۱۹۵۶ء	اے ایس۔ الیکٹر	۳۲
۳۱	برٹش میوزیم کیٹلاگ آف گپتا گولڈ کوآئٹس مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء	جان ایلمن	۳۳
۳۲	دی پبلیشنگ آف انڈیا ہسٹری نیویارک ۱۹۶۴ء	ٹریوڈ ایمرسن سین	۳۳
۳۳	جرنل آف وی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (نیوسیریز) جلد دوم شماره ۶ بابۃ ۱۹۱۳ء	جان ایلمن	۳۲
۳۴	دی گپتا گولڈ کوآئٹس ان وی بیانہ ہورڈ شائع کردہ نیومسٹاک	اے ایس الیکٹر	۳۴

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۳۵	سوسائٹی آف انڈیا ۱۹۵۴ء دی ونڈر ڈوٹ واز انڈیا شائع کردہ روپا اینڈ پبلیشنگ نیوی دہلی ۱۹۸۴ء	اے۔ ایل ہاشم	۳۵
۳۴	تاریخ ادبیات عربی شائع کردہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد	ڈاکٹر سید ابوالفضل	۳۷ - ۳۸ - ۴۰
۳۷	عرب و ہند کے تعلقات مطبع معارف اعظم گڑھ طبع جدید ۱۹۸۴ء	سید سلیمان ندوی	۳۹
۳۸	الذخایر والتحف مطبوعہ کویت ۱۹۵۹ء	قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی	۴۰
۳۹	الذیل	ابو محمد فرغانی	۴۲
۴۰	الکامل جلد نہم	ابن الاثیر	۴۲
۴۱	مسلم مانیومنٹس آف احمد آباد مطبوعہ یونا ۱۹۴۹ء	ایم۔ اے۔ چغتائی	۴۷
۴۲	کشمیر سلاطین کے عہد میں مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۶۷ء	مرتبہ محب الحسن مترجمہ علی حامد عباسی	۵۲ - ۵۳ - ۵۴
۴۳	نیو مسیالک کرائیکل XIII سلسلہ نغمہ وی گولڈ کوآئیس آف سلطانی آف کشمیر	آر بی واٹ ہسٹ	۵۲ - ۵۵
۴۴	ہسٹری آف میڈی ایول دکن جلد شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء	پروفیسر ہارون خاں شردوانی	۵۶ - ۶۰

صفحہ نمبر	نام مصنف	نام کتاب	نمبر سلسلہ
۵۹	پروفیسر ہارون خاں شروانی	ہسٹری آف میڈی ایول دکن جلد دوم شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۴۳ء	۲۵
۶۱	پروفیسر عبدالمجید صدیقی	تاریخ گولکنڈہ شائع کردہ سلسلہ مطبوعات ادبیات اردو حیدرآباد شمارہ ۲۹۶ طبع دوم ۱۹۶۴ء	۲۶
۸۷ - ۶۳	حکیم سید شمس اللہ قادری	النقود الاسلامیہ مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن	۲۷
۶۹	آر ایس پول	دی کیٹیلاگ آف پرنسٹن کوائٹس	۲۸
۷۰	مہر محمد خاں شہاب	دین الہی اور اس کا پس منظر شائع کردہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی	۲۹
۷۱	محمد اکرام	رود کوثر طبع چہارم	۵۰
۷۲	ابوالفضل علامی	اکبرنامہ قلمی جلد سوم اے پی گورنمنٹ اور نیشنل مینوسکریپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ حیدرآباد	۵۱
۷۲	محمد حسین آزاد	دربار اکبری شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور پانچواں ایڈیشن جینٹ	۵۲
۸۴ - ۷۳		دی کیٹیلاگ فارسیل آف ٹوٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ	۵۳

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
	شاہ جہاں۔ جینوا سویٹزر لینڈ نومبر ۱۹۸۷ء	میابسبرگ فیلڈمان ایس، اے	
۵۲۔	اکبرنامہ جلد دوم	ابوالفضل علامی	۷۶
۵۵۔	پرشین، عربک اینڈ انگلش ڈکشنری لندن۔ ۱۸۵۲ء	فرانسس جان سن	۷۹
۵۶۔	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ۔ مغل امپیرس جلد اول، اکسفورڈ ۱۹۲۰ء	سی، جے، براؤن	۸۶
۵۷۔	جرنل آف نیو مسیائٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد ۱۴ ۱۹۵۲ء جزو اول		۸۶
۵۸۔	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراوینشل میوزیم لکھنؤ، جلد اول شائع کردہ آر سی سینئر لٹریچر ڈیپارٹمنٹ ۱۹۸۶ء	سی، جے، براؤن	۹۱ - ۹۲ - ۹۵ - ۹۸ ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۳
۵۹۔	دی لیٹر مغلس۔ جرنل آف نیو مسیائٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد XXXIII، جزو اول شمارہ ۱۹۳۲ء	ڈبلیو۔ ارون	۹۲
۶۰۔	کوائنس آف مغل امپیرس	آر بی واٹ ہیڈ	۹۲
۶۱۔	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم	جے آر ہنڈرسن	۹۸ - ۹۹ - ۱۱۲

صفحہ نمبر	نام مصنف	نام کتاب	نشان سلسلہ
۱۰۳	سر جمیس لیال	دی کوائٹس آف دی مغل امپائر آف انڈیا کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرنٹرز ڈی وی پنجاب گورنمنٹ، طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء	۶۲
۱۰۵	مرزا حیرت دہلوی	چراغ دہلی مطبوعہ کرنل پریس دہلی دسمبر ۱۹۰۳ء	۶۳
۱۰۴ . ۱۰۵	مرزا غالب	اردوئے معلیٰ مطبعہ اردو کالج کلکتہ ۱۸۸۳ء	۶۴
۱۰۶	ظہار انصاری	ماہنامہ شاعر "غالب نمبر" غالب کی کہانی	۶۵
۱۰۸ . ۱۰۹ . ۱۱۰	محمود خاں بنگلوری	تاریخ سلطنت خداداد میسور شائع کردہ ہمالیہ بک ہاؤس دہلی ۱۹۷۰ء	۶۶
۱۱۳	نیپولین بونا پارٹ	نیپولین کا خط پیش کردہ درنمائش اکتوبر ۱۹۹۰ء بحوالہ "بی بی سی"	۶۷
۱۱۲	سی جے براؤن	کیٹیلاگ آف دی کوائٹس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء	۶۸

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۴۹۔	کوآئینس آف اینٹینٹ انڈیا ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤز دہلی ۱۹۷۲ء	وینسٹ اے اسمتھ	۱۱۹
۷۰۔	کیٹیلاگ آف دی کوآئینس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نی دہلی ۱۹۷۶ء	ڈبلیو ایچ والنٹائن	۱۲۱ . ۱۲۲
۷۱۔	مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے . مطبوعہ حیدرآباد سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شماره ۱۳۶	اسٹیلی لین پول مترجمہ محمد عبدالرحمن خاں سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد	۱۲۶ . ۱۳۸

فہرست تصاویر سکجات

نشان لوحہ	نام حکمران	نشان سکہ	حوالہ شعر	
			صفحہ کتاب	نشان شعر
۱	سمدرا گپتا	۱	۱۴۱	۱
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	۲
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	۳
ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	۴
ایضاً	کاجا گپتا	۱	ایضاً	۱
ایضاً	چندرا گپتا	۱	ایضاً	۱
ایضاً	ایضاً	۲	۱۴۲	۲
۲	کمارا گپتا	۱	ایضاً	۱
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	۲
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	۳
ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	۴
ایضاً	ایضاً	۵	ایضاً	۵
ایضاً	اسکند گپتا	۱	ایضاً	۱
۳	محمد شاہ ثانی (گجرات)	۱	۱۴۴	۱
ایضاً	بہادر شاہ (گجرات)	۱	ایضاً	۱

	۱	۱۴۴	۱	حسن شاہ (کشمیر)	۳
	۱	ایضاً	۱	فتح شاہ (کشمیر)	ایضاً
	۱	۱۴۷		محمد عادل شاہ (بیجاپور)	ایضاً
	۱	ایضاً	۱	محمد قلی قطب شاہ (گوندلہ)	ایضاً
ایک ہی شعر والے چار سکوں کی تصاویر دی گئی ہیں۔	ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	ایضاً
	ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	ایضاً
	ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	ایضاً
	۴	۱۴۹	۱	شہنشاہ اکبر	۴
	۷	ایضاً	۲	ایضاً	ایضاً
	۸	ایضاً	۳	ایضاً	ایضاً
	۴۰۳	۱۵۰	۱	شہنشاہ جہانگیر	ایضاً
	۷۵	۱۵۱	۲	ایضاً	ایضاً
	۳۳	۱۵۲	۳	ایضاً	ایضاً
	۵۵	۱۵۷	۲	ایضاً	ایضاً
۵۶	ایضاً	۵	ایضاً	ایضاً	
ایضاً	ایضاً	۶	ایضاً	ایضاً	
۱۵	۱۵۲	۷	ایضاً	ایضاً	
۳۱	۱۵۲	۸	ایضاً	ایضاً	
۳۳	ایضاً	۹	ایضاً	ایضاً	
ایضاً	ایضاً	۱۰	ایضاً	ایضاً	
ہزار تولے کی اشرفی	۲۰۱	۱۵۰		ایضاً	{ ۵ ۶
دو سو تولے کی اشرفی	۲۰۱	۱۵۸		شہنشاہ شاہجہاں	{ ۷ ۸

ایک سو تو لے کی اشرفی	۴۰۳	۱۵۸	۱	شہنشاہ شاہجہاں	۹
	۶	۱۵۹	۲	ایضاً	ایضاً
ایک سو تو لے کی اشرفی	۲-۱	ایضاً	۱	شہنشاہ اورنگ زیب	۱۰
	۳	۱۶۰	۲	ایضاً	ایضاً
	۴	ایضاً	{ ۱ ۲	ایضاً	۱۱
	۲	۱۶۸	۴-۳-۲-۱	یوسف سلطان	ایضاً
	۴	۱۷۹	۱	نادر شاہ	ایضاً
	۱	۱۸۴	۱	احمد شاہ درانی	ایضاً

پس نوشت

”سکوں پر اشعار“ کی کتابت اور طباعت کے سلسلے میں میرے برادر عم زاد میاں سید علی مسعود عابد ایلومی نے جو مفید مشورے دیئے اور سونے و قدمے جو اعانت کی وہ میرے لئے باعث منت ہے۔

”سکوں پر اشعار“ کی تصوید کے دوران مجھے اپنے برادر زادہ میاں سید قطب الدین ایلومی سے جو مدد ملی ہے اس کے لئے بھی میں ان کا احسان مند ہوں۔

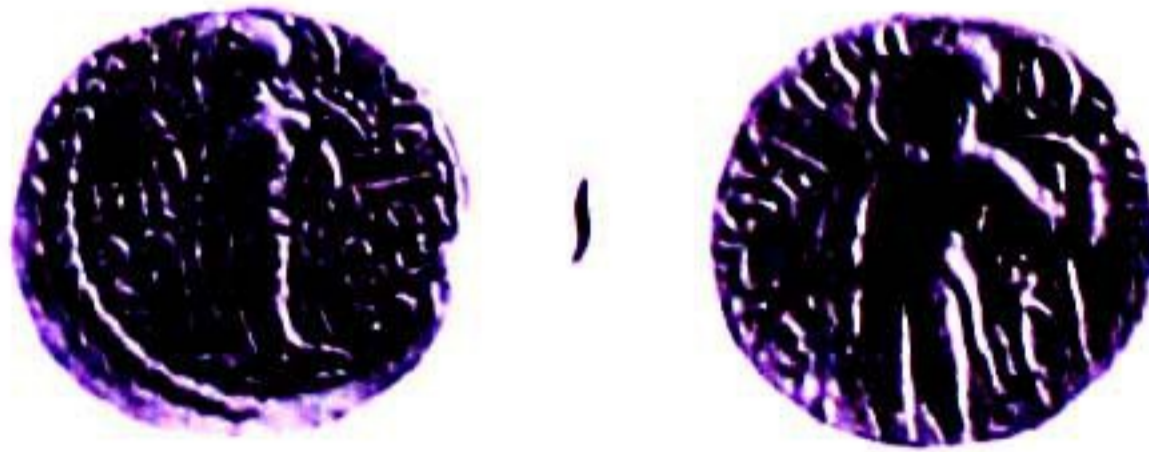
میرے دوست محمد ریاست علی تاج صاحب ریسرچ اسکالرنے اس کتاب کے بیضہ کی قرأت و سماعت اور تصحیح کتابت میں میری جو مدد کی ہے اس کے لئے میں ان کا سپاس گزار ہوں۔



لوحة ۱
سمدر اگپتا



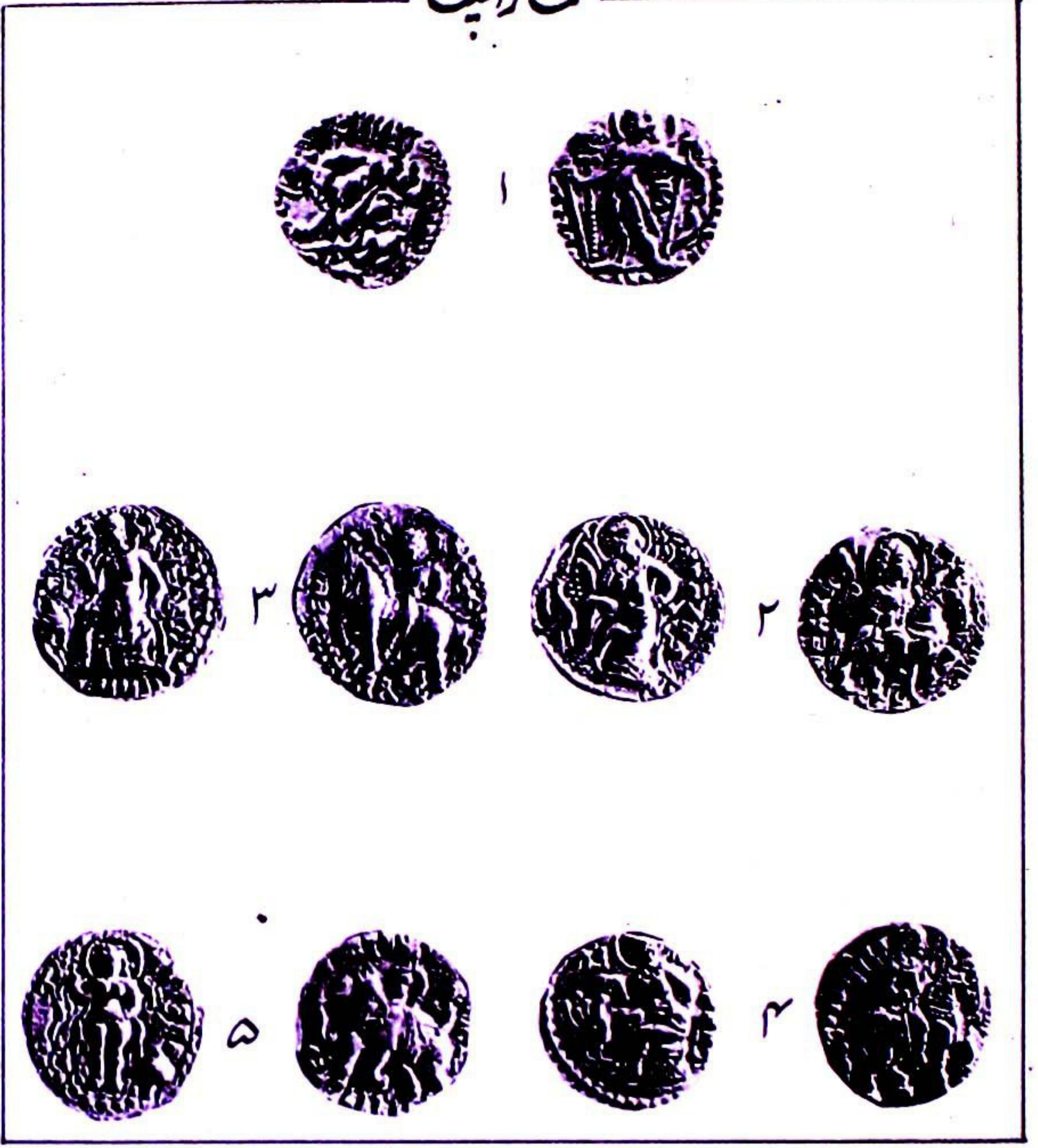
کاجاگپتا



چندراگپتانی



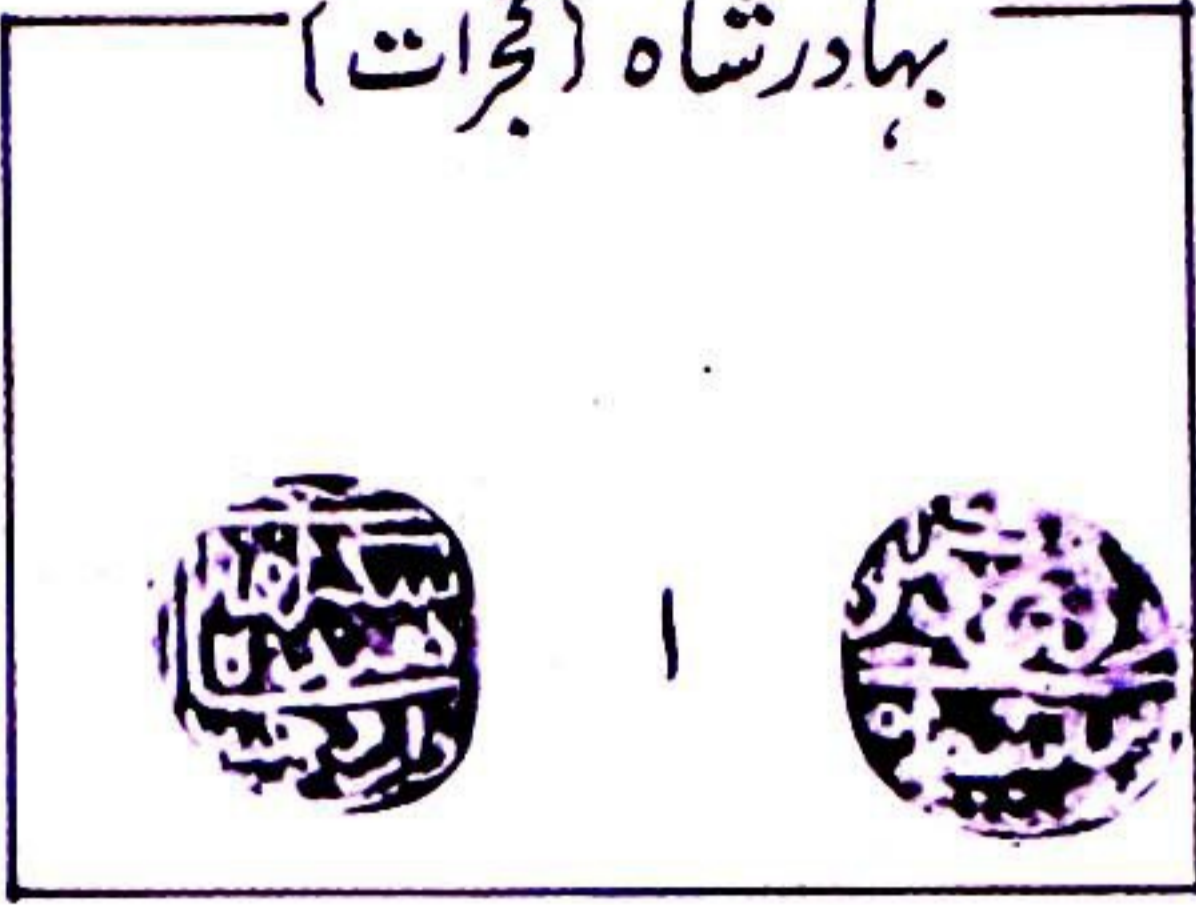
لوحة ۲
کھاراگپتا



اسکندراگپتا



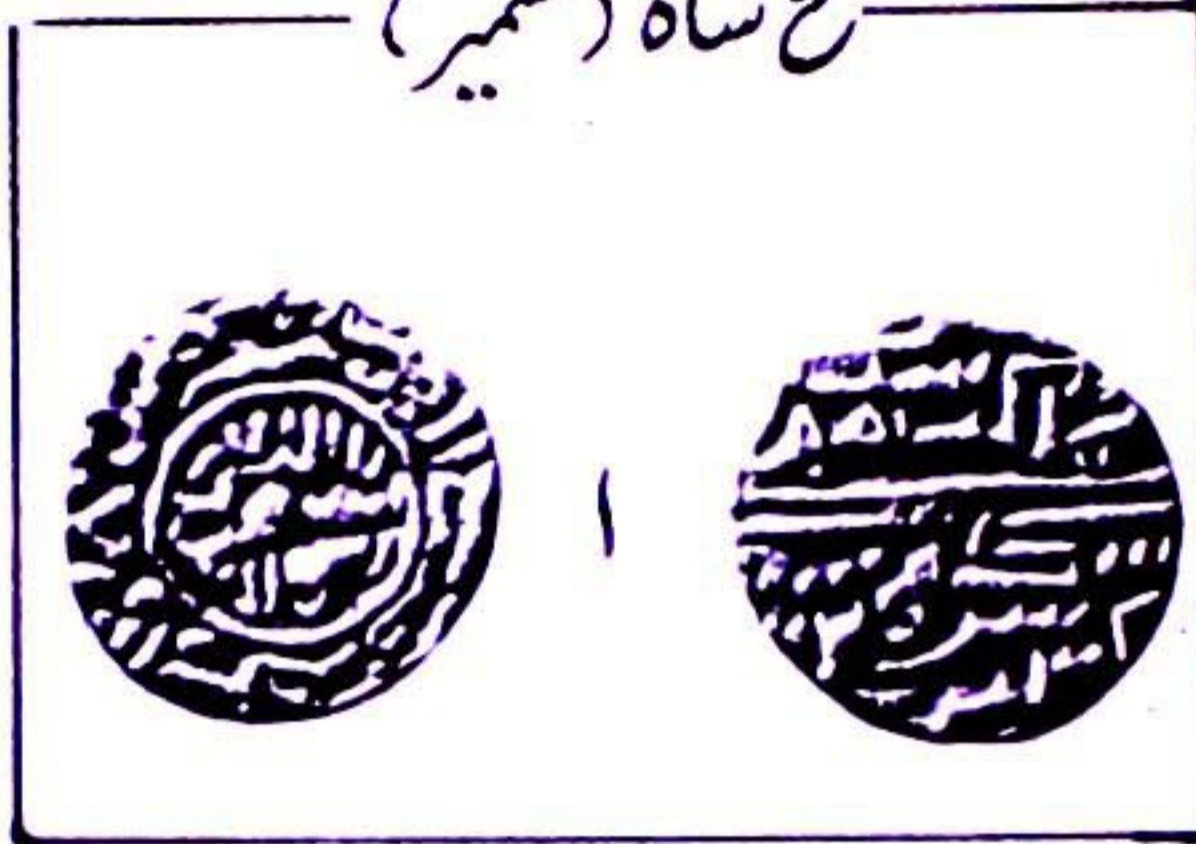
بہادر شاہ (گجرات)



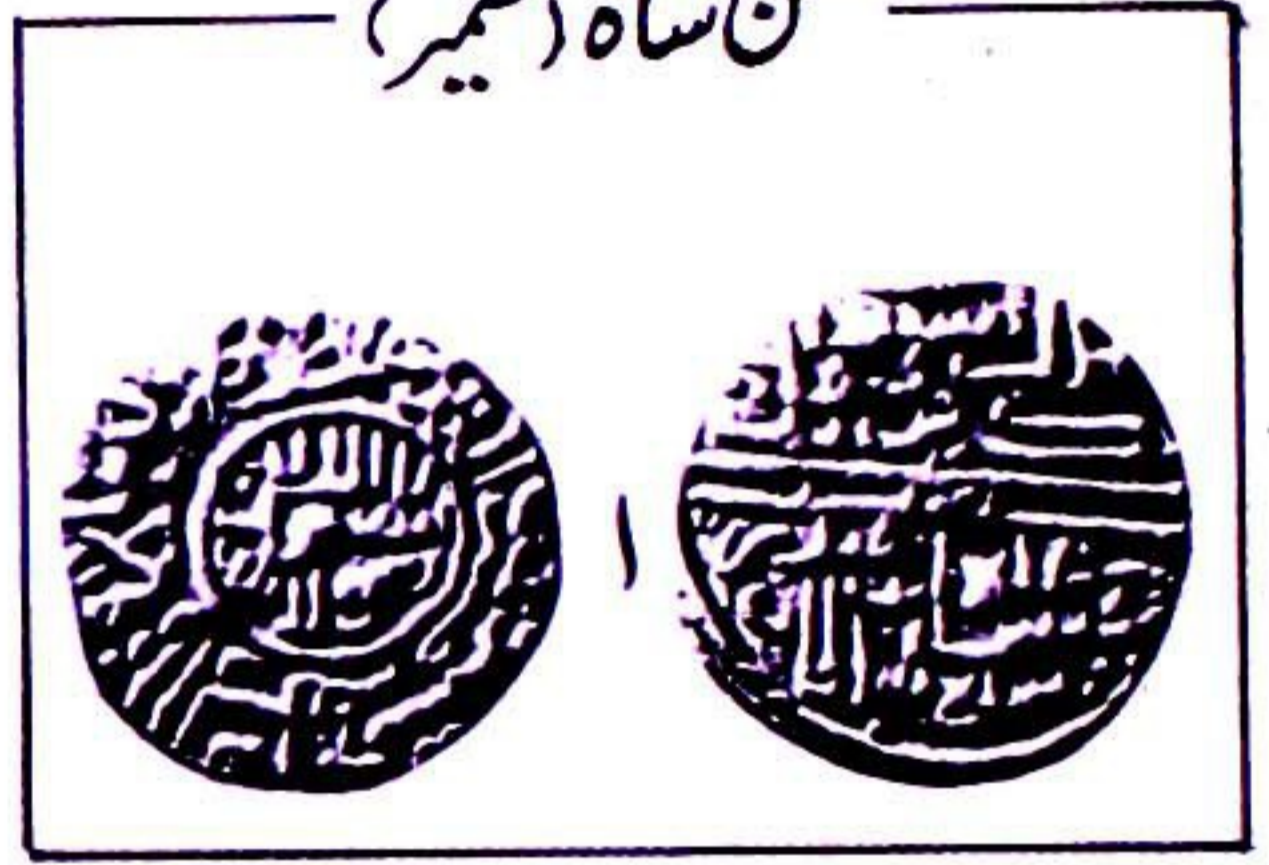
محمد شاہ ثانی (گجرات)



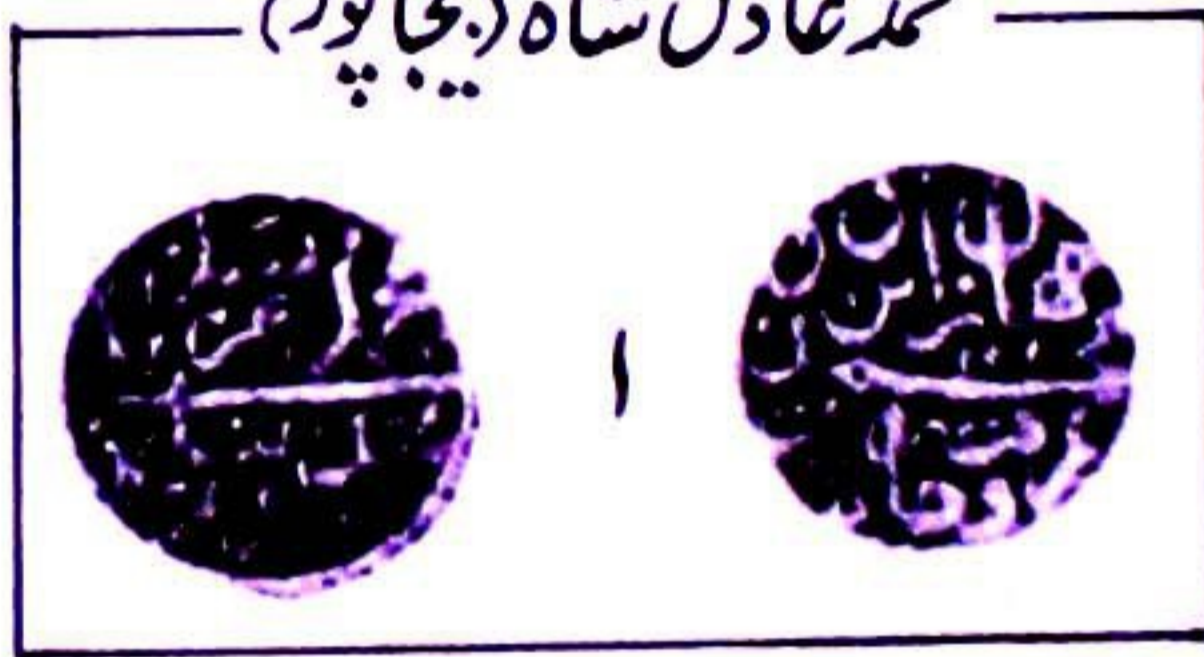
فتح شاہ (کشمیر)



حسن شاہ (کشمیر)



محمد عادل شاہ (بیجا پور)



محمد قلی قطب شاہ (گولکنڈہ)



لوحة ۳ (الف)

شہنشاہ اکبر



۱



۲

۲



۳



لوحة ۲ (ب)

شہنشاہ جہانگیر



۱



۲



۳



۵



۴



۷



۶



۹



۸



۱۰

لوحہ ۵

شہنشاہ جہانگیر



رخ اول

لوحہ ۶

شہنشاہ جہانگیر



رخشانی

لوم ۷

شہنشاہ شاہجہاں



رُخ اوّل

لوحہ ۸

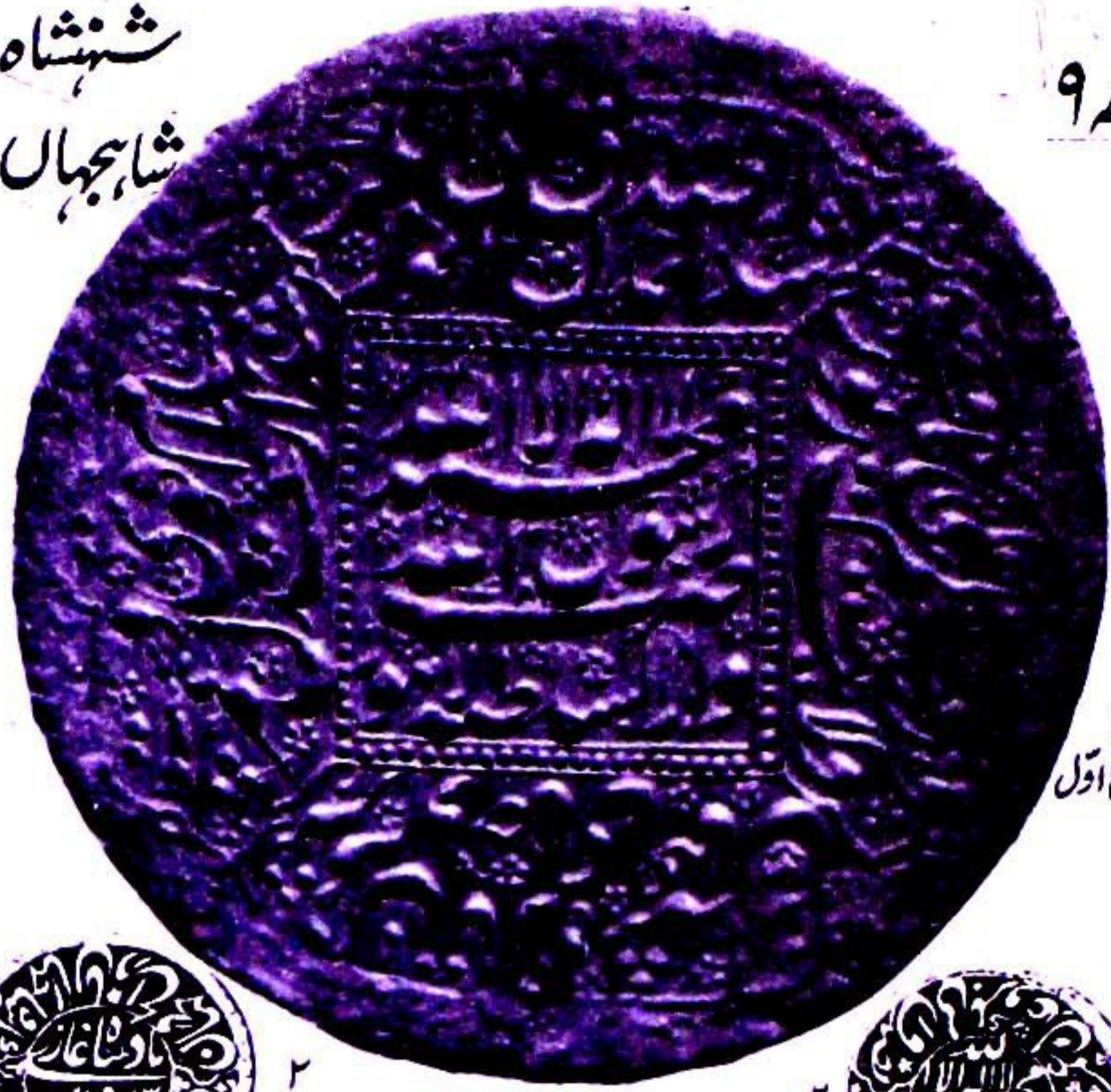
شہنشاہ شاہجہاں



رخ ثانی

شہنشاہ
شاہجہاں

نوم ۹



رخ اول



رخ ثانی

شہنشاہ
اورنگ زیب



۱
رخ اول



۲



۲



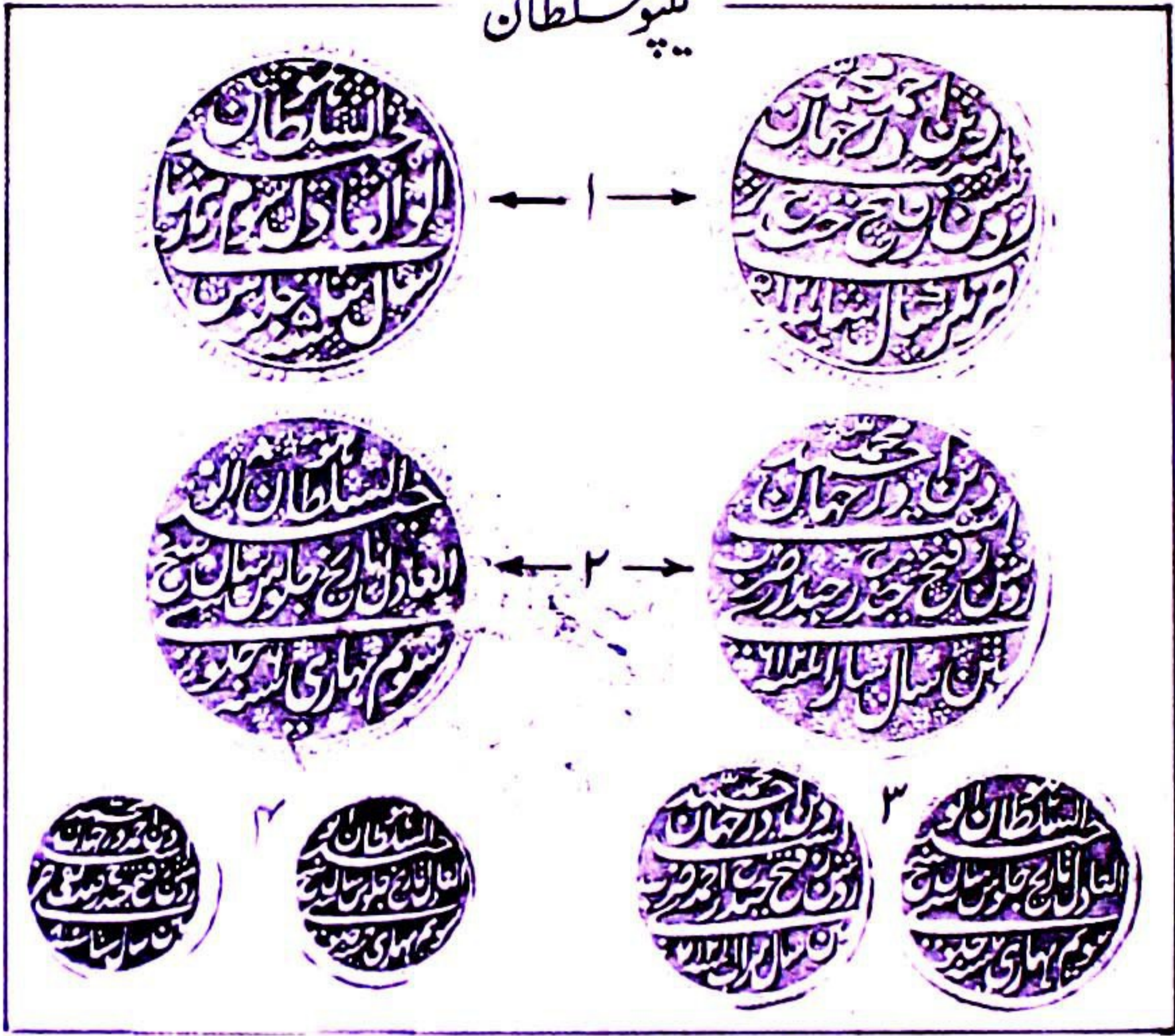
۱
رخ ثانی



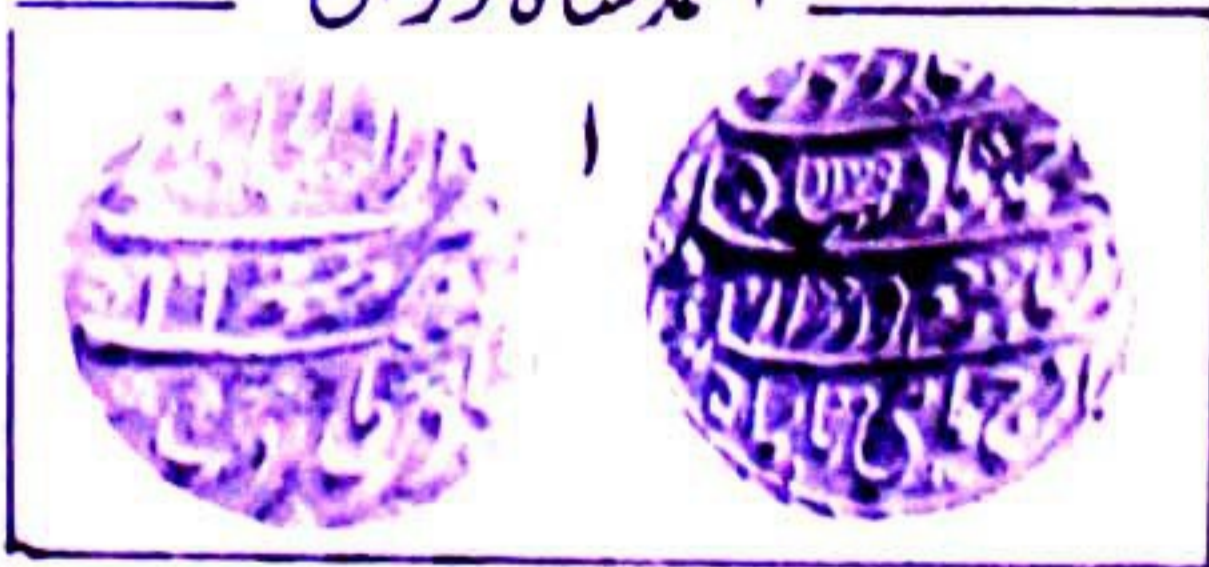
شہنشاہ اورنگزیب



نیپو سلطان



احمد شاہ درانی



نادر شاہ



SIKKON PAR ASH'ĀR

By

Syed Noor Md. Akailvi



Khuda Bakhsh Oriental Public Library,
Patna.